DATA ENTERED

جدید جاہلیت

اَلجَاهِلِيَّةُ فِي القَرنِ العَشرِين

محمد قطب

ترجمہ
ساجد الرحمٰن صدیقی

اسلامک بک پبلشرز: پوسٹ بکس ۲۰۲۱۰ کویت

UNIVERSAL BOOKS
302 Zulqarnain Chambers
Ganpat Road, Lahore.

Marfat.com

۲۹۲۰۰۷
ق ۴۴ ج
۲۰۰۷۰۷

اشاعت اوّل نومبر ۱۹۷۶ء ——— ۱۱۰۰

زیرِ اہتمام ——— عبدالحفیظ احمد

پرنٹرز ——— شرکت پریس لاہور

ناشر : شیخ کرامت اللہ

ملنے کا پتہ

البدر پبلیکیشنز - راحت مارکیٹ اُردو بازار - لاہور

قیمت ۱۸/- روپے

Marfat.com

فہرست مضامین

مقدمہ
تمہید
تاریخ کا ایک صفحہ
جاہلیت جدیدہ کی علامات
فکر کا فساد
عمل کا بگاڑ
سیاست کا بگاڑ
جاگیرداری نظام
سرمایہ دارانہ جمہوریت
اشتراکی آریت
راہِ نجات
اجتماعیات کا بگاڑ
اخلاق کا بگاڑ
جنسی تعلقات کا بگاڑ
آرٹ اور فن کا بگاڑ
ہر شے میں بگاڑ
اسلام کے سوا کوئی راہِ نجات نہیں ہے
اسلام کیوں ناپسند ہے
انسانیت کی اللہ کی طرف واپسی

Marfat.com

عرضِ ناشر

دنیائے اسلام کے معروف عالمِ دین جناب محمد قطب کی یہ دوسری کتاب ہے جو ہم پیش کرنے کا اعزاز حاصل کر رہے ہیں، اس سے پہلے "انسانی زندگی میں جمود و ارتقاء" کو جو بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی ہے اور جس طرح اُس کتاب کا پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ ختم ہوا ہے ہمیں اُمید ہے کہ یہ کتاب بھی اسی طرح مقبولیتِ عامہ حاصل کرے گی۔

اِس کتاب کو ظاہری حیثیت سے خوبصورت بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہم اس کوشش میں کس حد تک کامیاب ہوئے ہیں، اس کے لیے ہم قارئین کی رائے کے منتظر رہیں گے۔

کرامت اللہ شیخ

مینجنگ ڈائریکٹر

اسلامک بُک پبلشرز

Marfat.com

مُقدّمہ

کچھ لوگ اس نام پر تعجب کریں گے اور بہت سے لوگ پر ناگواری کا اظہار کریں گے۔ بیسویں صدی؟! تہذیب و تمدن... علم و اکتشاف... م و نسق... تسخیر کائنات ایٹم اور راکٹ... کیا یہ سب جاہلیت ہے؟!

آج انسان نے وہ بلندی اور عظمت حاصل کر لی ہے۔ جو ، انسانی تاریخ میں کبھی حاصل نہ ہوئی۔ آج انسان کو تسخیر کائنات کی وہ قوت اور اس پر بالادستی کی وہ طاقت حاصل ہو گئی ہے۔ جس کے بارے میں کرۂ ارضی پر بسنے والا کوئی شخص صدیوں پہلے کی تو درکنار صرف دس بیس سال پہلے تک بھی تصور نہ کر سکتا تھا!

پھر ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ آج اس بیسویں صدی میں بھی انسان جاہلیت کی زندگی گذار رہا ہے۔ بظاہر کتنی بلند دکھائی دیتی ہیں، وہ اقدار جن کے سائے تلے آج انسان زندگی گذار رہا ہے۔ آزادی... بھرپور آزادی... بھائی چارہ... مساوات... جمہوریت اور معاشرتی انصاف! خدا کی قسم تم ہی بتاؤ... ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اس طرح کے جس تابناک دور میں ہم زندگی گذار رہے۔ وہ دورِ جاہلیت ہے۔ ؟!

اکثر لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جاہلیت اسلام سے پہلے کے جزیرہ نمائے عرب میں ایک خاص دور کا نام ہے۔ اس فکر کے حامل پاک باطن لوگ بھی ہیں اور بد باطن لوگ بھی۔

پاک باطن لوگ اس حالت کی سچائی میں کوئی حجت نہیں کرتے جس سے اللہ تعالیٰ نے بعثت نبویؐ سے پہلے کے عرب معاشرہ کو متصف قرار دیا ہے اور وہ اس پر ایمان رکھتے ہیں کہ اسلام کی نظر سے وہ فی الواقع جاہلیت تھی۔

رہے بد باطن لوگ، تو یہ ان غیر اسلامی میلانات میں گھرے ہوئے ہیں۔ جن میں سے ایک کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

"جس نے عصبیت کی دعوت دی وہ ہم میں سے نہیں ہے"[1]

یہ لوگ جاہلیت عربیہ کا بچاؤ اور اس کی مدافعت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ قرآن نے عرب معاشرہ میں جس جاہلیت کی نشاندہی کی ہے۔ وہ سرے سے جاہلیت ہے ہی نہیں۔ کیونکہ اس وقت کا عرب معاشرہ ایسے کمالات، حقیقی اقدار، علوم اور تہذیب و تمدن کا حامل تھا جسے اس نے رومیوں اور ایرانیوں سے میل جول کے دوران حاصل کیا تھا۔ جبکہ مستشرقین یورپ کا اپنی جدید تحقیقات میں اس امر سے متعلق مؤقف بہرحال یہ آزاد خیال انارکسٹ اپنے خاص نقطۂ نظر کے تحت سرے سے یہ تصور ہی نہیں کر سکتے کہ آج اس بیسویں صدی میں جاہلیت کا دور دورہ ہے۔ بالخصوص جبکہ ان کی تحقیق کا معیار وہ ہو جو ہمارے سامنے آیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں گروہ جاہلیت کے حقیقی معنی اور قرآن کے متعین کردہ منشأ و مراد سے بے خبر ہیں۔

پاک باطن لوگ سمجھتے ہیں کہ جاہلیت، شرک بت پرستی، انتقام اور ان بُری عادتوں کا نام ہے جو اسلام سے پہلے عرب معاشرے میں موجود تھیں۔ گویا یہ مظاہر جاہلیت کو بعینہٖ جاہلیت سمجھ بیٹھے۔ اسی لیے اس کی ایک خاص شکل ایک مخصوص زمانے اور جزیرہ نمائے عرب کے اس علاقے میں متعین کر لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ جاہلیت ختم ہو گئی۔ اب کبھی بھی اور کہیں بھی جاہلیت رونما نہیں ہو سکتی۔

بدباطن لوگ سمجھتے ہیں کہ جاہلیت علم و تمدن، مادی ترقیات، فکری، اجتماعی، سیاسی اور انسانی اقدار کے بالمقابل ہے۔ چنانچہ وہ اپنی ساری قوتیں یہ ثابت کرنے میں لگا دیتے ہیں کہ عرب جاہلیت زدہ نہیں تھے (انہی میلانات سے مجبور ہو کر جن کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے) کیوں کہ ان کے خیال میں عرب علم و فن سے اچھے خاصے واقف اور کافی حد تک تہذیب آشنا تھے وہ سخی اور بہادر مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرتے تھے اور شرافت کے حصول میں جان تک کی بازی لگا دیتے تھے اسی قسم کی ان میں اور بہت سی خوبیاں تھیں۔ اس لئے قرآن کا عربوں کے اس دور کو جاہلیت کا نام دینا کسی تاریخی حقیقت پر مبنی نہیں ہے۔ چہ جائیکہ بیسویں صدی میں جاہلیت کے دور دورہ کی باتیں کی جائیں جبکہ

---

[1] جس نے عصبیت کی دعوت دی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ جس نے عصبیت کیلئے قتال کیا وہ ہم میں سے نہیں ہے جو عصبیت پر مر گیا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (مسلم۔ نسائی۔ ابوداؤد)

Marfat.com

کے بدلے میں علمی، فلکی، طبیعیاتی، کیمیائی اور طبی معلومات فراہم کر دیتا۔ سیاسی جہالت کے بدلے میں نئے سیاسی افکار عطا کر دیتا۔ اگر ان کے معاشرے میں مادی پیداوار کی کمی تھی تو وہ ان کو دیتے جن سے پیداوار میں اضافہ ہو سکتا۔ اور پہلے کی نسبت بہتر پیداوار ہوتی اور اگر معاشرے میں اچھی عادتوں اور بہتر اقدار کی کمی تھی۔ تو وہ ان کو کچھ ایسی خوبیاں اور کچھ ایسی اقدار دیتا۔ جو کسی ٹھوس اخلاقی نظام میں پیوستہ ہونے کے بجائے۔ معاشرے میں یونہی بے ربط سی بکھری ہوئی ہیں۔

لیکن قرآن نے نہ تو عرب معاشرے میں اس طرح کی کسی کمی کی نشاندہی کی اور نہ اس کمی کو دور کرنے کے لیے کوئی متبادل نظام دیا۔ [1]

قرآن نے تو انہیں جاہلیت سے اس بنا پر متصف قرار دیا کہ وہ اللہ کے حکم کی نافرمانی کر کے اہشات کے بندے بن گئے تھے ۔۔۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسی جاہلیت کے بدلے عطا کیا۔

قرآن نے انسانیت کو پرکھنے کے لیے اسلام کو کسوٹی بنا دیا اور بتا دیا کہ جو کچھ اسلام کے ہے وہ جاہلیت ہے۔ خواہ جاہلیت عرب ہو یا تاریخ کی کوئی اور جاہلیت ۔ ۔ ۔

قرآن نے جا بجا گزشتہ اقوام اور ان کی تہذیب و تمدن کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ اقوام عربوں سے کہیں زیادہ متمدن تھیں۔ لیکن قرآن کہتا ہے کہ یہ اقوام جاہلیت کی زندگی گزار رہی تھیں۔ کیونکہ انہوں نے اپنی زندگی کی تعمیر اللہ کی ہدایت کے مطابق نہیں کی تھی۔

اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ	کیا انہوں نے زمین میں سیاحت کر کے گذشتہ
فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ	اقوام کے انجام کو نہیں دیکھا۔ وہ تو ان سے
الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ کَانُوْا اَشَدَّ	زیادہ طاقت ور تھے اور انہوں نے زمین

---

[1] ہر چند کہ اسلامی انقلاب کے بعد یہ سب تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ لیکن یہ وہ تبدیلی نہ تھی جس کے لیے اللہ نے لوگوں سے مطالبہ کیا ہو کہ وہ جاہلیت کو چھوڑ کر اس نئی تبدیلی کو اپنا لیں۔

Marfat.com

اس صدی میں انسان مادی ترقیات کی ان بلندیوں تک پہنچ چکا ہے۔ جن ترقیات کا اس دور سے قبل تصور بھی مشکل تھا۔

ہماری نظر میں پاک باطن اور بد باطن دونوں ہی طبقے جاہلیت کے حقیقی معنی اور قرآن کی مراد و منشأ سے قطعی ناواقف ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جاہلیت معاشرے کی کسی مخصوص شکل اور تاریخ کے کسی خاص دور کا نام نہیں ہے۔ بلکہ جاہلیت ایک جوہر ہے۔ البتہ اس کے مظاہر معاشرے کی حالت اور زمانے کی رفتار کے مطابق بدلتے رہتے ہیں۔ سب صورتوں میں قدر مشترک یہی ہوتی ہے کہ سب ہی جاہلیت کے نوع بہ نوع پیکر ہیں۔ اگرچہ ہر پیکر اپنی ظاہری شکل میں دوسرے سے مختلف ہے۔

جاہلیت علم و فن، تہذیب و تمدن، مادی ترقی، فکری اجتماعی اور انسانی اقدار کے بالمقابل بھی نہیں ہے۔ خواہ گفتگو کا موضوع جاہلیت عربیہ ہو۔ یا بیسویں صدی کی جدید ترین جاہلیت کا ذکر کیا جائے۔

قرآن کریم کے منشأ و مراد کے مطابق جاہلیت اس نفسیاتی کش مکش کا نام ہے۔ جس میں پھنس کر لوگ اللہ کی ہدایت کو قبول نہیں کرتے اور وہ انتظامی ڈھانچہ ہے جو اللہ کے نازل کردہ احکام کو نہیں مانتا۔

اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ۔

(اگر یہ خدا کے قانون سے منہ موڑتے ہیں) تو کیا پھر جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں۔ حالانکہ جو لوگ اللہ پر یقین رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک اللہ سے بہتر فیصلہ کس کا ہو سکتا ہے۔

(سورۃ المائدہ)

قرآن کے بیان کردہ مفہوم کو سامنے رکھتے ہوئے۔ جاہلیت کا مقابلہ علم و فن، تہذیب و تمدن یا معاشی برتری سے نہیں ہو سکتا۔ بلکہ دراصل جاہلیت اللہ کی ہدایت اور اللہ کے حکم کے بالمقابل ہے۔ جہاں اللہ کی ہدایت کو ٹھکرایا اور اس کے حکم سے روگردانی کی۔ وہیں جاہلیت آموجود ہوئی۔

قرآن نے یہ کہیں نہیں کہا کہ عربوں کا زمانہ اس لئے دور جاہلیت تھا کہ وہ فلکیات، طبیعیات، کیمیا اور طب سے واقف نہیں تھے۔ یا انہیں سیاسی انتظام نہیں آتا تھا۔ یا وہ مادی پیداوار کرنے سے قاصر تھے۔ یا ان میں سرے سے کوئی خوبی ہی نہ تھی یا ان کے پاس مطلقاً کسی قسم کی اقدار ہی نہ تھیں۔

اگر قرآن کا یہی کچھ مطلب ہوتا تو وہ اسی قسم کا کوئی متبادل نظام انہیں دے دیتا۔ انہیں علمی

مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَا اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَاۤءُوا السُّوْۤاٰى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ؛

خوب جوتیں اور جس قدر انہوں نے زمین کو آباد کیا ہے اس سے کہیں زیادہ انہوں نے آباد کیا تھا اور ان کے پاس ان کے رسول کھلی کھلی نشانیاں لے کر آئے۔ پھر اللہ تو ان پر ظلم کرنے والا نہ تھا، مگر وہ خود ہی اپنے آپ پر ظلم کر رہے تھے۔ آخر کار جن لوگوں نے بُرائیاں کی تھیں ان کا انجام بہت بُرا ہُوا اس لئے کہ انہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا اور وہ ان کا مذاق اڑاتے تھے۔

(سورہ روم ۹-۱۰)

غور فرمائیے۔ قرآن جاہلی عربوں کی توجہ گذشتہ جاہلی اقوام کی طرف مبذول کرا رہا ہے۔ تاکہ وہ ان کے انجام پر غور کریں اور اس سے ڈریں اور اللہ کی آیات کو نہ جھٹلائیں بلکہ ان پر ایمان لائیں اور ہدایت حاصل کریں۔ اگرچہ یہاں پر قرآن نے جاہلیت کا لفظ صاف طور پر استعمال نہیں کیا ہے لیکن پھر بھی معنی وہ ہی ہیں۔ قرآن جاہلی عربوں سے کہتا ہے کہ یہ اقوام بھی جاہلیت میں تمہاری ہم پلہ تھیں۔ باوجودیکہ وہ زیادہ طاقت ور تھیں۔ انہوں نے تم سے زیادہ زمین کو زیادہ آباد کیا تھا۔ ان کے پاس تہذیب و تمدن بھی تھا۔ لہٰذا تمہارے لئے خیر اسی میں ہے کہ تم اس جاہلیت سے باہر آجاؤ۔ جس جاہلیت میں تم اور وہ بگڑی ہوئی قدیم قومیں برابر کی شریک تھیں۔ تم اللہ کی ہدایت قبول کر لو اور مسلمان ہو جاؤ۔

ان امور کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآن کی نظر میں جاہلیت اس نفسیاتی کش مکش کا نام ہے جو پھنس کر لوگ اللہ کی ہدایت قبول نہیں کرتے۔ اور وہ انتظامی ڈھانچہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کو نہیں مانتا۔ اللہ کی ہدایت کو قبول نہ کرنا اور اس کے نازل کردہ احکام ٹھکرا دینا۔ انسانی معاشرے کا ایسا بگاڑ ہے جس کے نتائج اتنے بھیانک ہوتے ہیں کہ ساری انسانی زندگی ایک اذیت ناک کرب اور بے چینی کا شکار ہو جاتی ہے اور بیمار انسانیت کی بدبختی اپنی انتہا کو پہنچ جاتی ہے۔

Marfat.com

اس قرآنی مفہوم کو سامنے رکھتے ہوئے یہ ماننا پڑے گا کہ جاہلیت صرف جاہلیت عرب کا نام نہیں اور نہ جاہلیت کسی خاص تاریخی دَور کا نام ہے۔ بلکہ وہ ایک ایسی حالت ہے جو کسی بھی وقت اور کسی بھی جگہ میں ہو سکتی ہے، تہذیب و تمدّن کے ارتقا مادی امور کی ترقی، فکری، سیاسی اور معاشرتی علوم میں ترقی کے باوجود ہو سکتی ہے اگر یہ سب ہدایت الٰہی سے بے نیاز ہو کر ہوں اور اپنی خواہشات کی اتباع میں اور اللہ کی نازل کردہ تعلیمات سے روگرداں ہو کر ہوں۔ اسے دو لفظوں میں یوں سمجھئے کہ "جاہلیت" اور "ہوائے نفس" ایک ہی حقیقت کے دو نام ہیں۔ لہٰذا جو لوگ ہوائے نفس کی پیروی کرتے ہیں اور اللہ کی نازل کردہ ہدایت سے روگرداں ہیں، وہ جاہلیت میں مبتلا قرار پاتے ہیں، کیونکہ وہ ہدایت الٰہی سے اعراض کئے ہوئے ہیں، خواہ وہ اپنے مبلغ علم کے لحاظ سے، اپنے تمدّن کے لحاظ سے، اپنی مادی ترقی کے لحاظ سے، اپنی سیاسی اور اقتصادی تنظیم کے لحاظ سے کتنے ہی بلند مرتبہ نظر آتے ہوں، اور وہ اپنی اس جاہلیت کے سبب ان نتائج سے دوچار ہو کر رہیں گے جو جاہلیّت کے لئے لازمی ہیں، یعنی اضطراب و کرب اور حرمان و خسران۔

غرض وہ صرف عرب ہی نہ تھے جو اسلام سے پیشتر جاہلیت میں زندگی گذار رہے تھے بلکہ ان کی طرح ہر وہ قوم جاہلیّت کا شکار قرار پائے گی جس نے ہدایت الٰہی سے انحراف کیا اور ہوائے نفس کی پیروی کی۔

جو خوش عقیدہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ جاہلیت صرف وہ ہی ہے جو اسلام سے پہلے عربوں کی زندگی کا ایک دَور تھا ہم چاہتے ہیں کہ ان کو جاہلیت کی حقیقت اچھی طرح ذہن نشین کرا دیں، تاکہ ان کو یہ بھی اندازہ ہو جائے کہ وہ اس بیسویں صدی میں کس قسم کی زندگی گذار رہے ہیں؟!

آزاد خیال طبقے سے ہم کہیں گے کہ وہ کسی قسم کے تعصّب کا شکار ہو کر اسلام سے پہلے کے عربوں کی مدافعت نہ کریں۔ اس مدافعت کا کوئی فائدہ باقی نہیں رہا ہے۔ وہ یہ کبھی نہیں ثابت کر سکتے کہ جاہلی عرب علمی ترقیات، سیاسی اور اجتماعی نظام اور فکری اقدار میں موجودہ بیسویں صدی سے زیادہ ترقی یافتہ تھے۔ جبکہ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ بیسویں صدی کی جاہلیت چودہ صدی پیشتر عربوں کی جاہلیت سے زیادہ بھیانک ہے بلکہ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ بیسویں صدی کی جاہلیت

Marfat.com

ہر اس جاہلیت سے زیادہ بھیانک ہے جس کا کوئی تاریخی وجود رہا ہو۔!!

عربی جاہلیت تو ایک سیدھی سادھی جاہلیت تھی۔ سیدھے سادے محسوس مگر کھوکھلے بتوں کی پوجا کر لی اور بس! کچھ عجیب سے تصوّرات تھے۔ بیشک یہ تصورات راہ راست سے ہٹے ہوئے تھے۔ لیکن راہ راست سے انحراف میں بھی یک گونہ سادگی تھی گہرائی نہ تھی۔ دیگر قبائل پر قریش کی گرفت سخت تھی۔ قریش اپنی مصلحتوں اور اپنی سرداری کے بچاؤ کے لیئے مکر و فریب سے کام لیتے اور اپنی ان مصلحتوں اور سیادت کی خاطر حق و انصاف کا راستہ روک کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ اگرچہ یہ ساری خرابیاں ہر جاہلیت میں موجود ہوتی ہیں۔ لیکن عربوں میں یہ خرابیاں ظاہری اور کھلم کھلا تھی۔ ان میں کسی قسم کی پیچیدگی نہیں تھی۔ وجہ یہ تھی کہ جاہلیت کا فساد ان کے صرف خارجی مظاہر پر اثر انداز ہوا تھا اور ابھی تک اس فساد نے ان کی فطرت کو مسخ نہیں کیا تھا۔ جونہی حق و صداقت نے اس ظاہری گلے ہوئے چھلکے کو اتار پھینکا۔ فوراً فطرت حق کے سامنے سرنگوں ہو گئی اور ساری تاریکیاں چھٹ گئیں۔

اس کے برخلاف جاہلیت جدیدہ زیادہ دلدل والی، زیادہ خبیث اور زیادہ سخت گیر ہے۔

کیونکہ یہ علمی جاہلیت ہے!

یہ بحث و نظریات کی جاہلیت ہے!

یہ جمے ہوئے گہرے انتظام کی جاہلیت ہے!

یہ آنکھوں کو خیرہ کرنے والی مادی ترقیات کی جاہلیت ہے!

یہ جاہلیت ہے۔ اس دھوکہ اور فریب کی۔ جس کو انسان کی ہلاکت کے لیئے باقاعدہ علمی بنیادوں پر مرتب کیا گیا ہے!

یہ ایسی جاہلیت ہے جس کی مثال پوری انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔

اس کتاب کا مقصد بیسویں صدی کی اس ظاہری شان و شوکت کا پردہ چاک کرنا ہے۔ جس کے پس پردہ گندگی کے متعفن کیڑے کلبلا رہے ہیں۔

ہم اس کتاب میں جاہلیت کے اسباب اور جاہلیت کے چھوڑے ہوئے آثار کی نشاندہی کریں گے اور یہ بھی بتائیں گے کہ جاہلیت انسانی تصورات پر کس کس طرح اثر انداز ہوتی

Marfat.com

ہے۔ ماضی میں جاہلیت نے انسانی زندگی پر کیا اثرات چھوڑے ہیں اور مستقبل میں یہ کن نتائج کا پیش خیمہ بننے والی ہے؟ ہم نے اس کتاب میں موجودہ دور کے سارے مشاہدات بیان کر کے، جاہلیت کو بے نقاب کرنے کی کوشش کی ہے۔

اس مطالعہ کا مقصد یہ ہے کہ صحیح تصوّرات اور صحیح راستے کی نشاندہی کی جائے اور اس جاہلیت کا پردہ چاک کیا جائے۔ جس نے ترقی اور تہذیب کے نام پر لوگوں کو فتنے میں مبتلا کر رکھا ہے۔ تاکہ لوگوں کو وہ مہیب غار نظر آجائے۔ جس میں وہ گرنے والے ہیں۔ حالانکہ وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ وہ صحیح راستے پر چل رہے ہیں!!

ہمارا مقصد یہ بھی ہے کہ ہم انسانیت کو ایک خوش گوار مستقبل کی بشارت دے دیں۔ جس مستقبل پر ہمارا ایمان ہے ـــــ جس وقت لوگ تاریکیوں سے نکل کر روشنی میں آجائیں گے!

مجھے معلوم ہے کہ یہ کام نہ ایک کتاب کر سکتی ہے اور نہ ایک ہزار کتابیں! البتہ مجھے دو باتوں کا یقین ضرور ہے۔ پہلی بات یہ کہ کلمات رائیگاں نہیں جائیں گے۔ اگرچہ کچھ دنوں کانوں کو ناگوار معلوم ہوتے رہیں گے۔ دوسری بات جس پر مجھے یقین ہے۔ یہ ہے کہ درحقیقت تاریکی سے نکل کر روشنی کی طرف آنے کا زمانہ آچکا۔ تاریکیوں میں روشنی کی ایک کرن پھوٹتے ہوئے میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں اور اسی کرن کی روشنی میں یہ کتاب لکھ رہا ہوں۔

بیشک اللہ جسے چاہے توفیق دے!!

Marfat.com

تمہید

یہ معلوم ہونے کے بعد کہ جاہلیت تاریخ کی گرد وغبار میں چھپا ہوا کوئی دور نہیں ہے۔ نہ ہی جاہلیت علم وفن اور تہذیب وتمدن کے بالمقابل ہے۔ بلکہ درحقیقت جاہلیت اللہ کی ہدایت سے بھٹک جانے اور اس کے حکم کو ٹھکرا دینے کا نام ہے۔ جس مرحلہ پر بھی اللہ کی ہدایت سے روگردانی کی جائے گی۔ اسے جاہلیت ہی کہا جائے گا۔

جاہلیت کے یہ معنی سمجھ لینے کے بعد ہمارے ذہن اس بات پر کسی قدر تیار ہو سکتے ہیں کہ بیسویں صدی کی جاہلیت کے بارے میں گفتگو کی جائے۔

ہم نے "کسی قدر تیار ہو سکتے ہیں" کے الفاظ استعمال کیئے ہیں۔ کیونکہ بہت سے لوگ جنہیں جاہلیت جدیدہ کا سیلاب تنکوں کی طرح بہا لے گیا ہے۔ شانے اُچکا کر طنزیہ انداز میں کہیں گے

"اگر ہماری یہ ترقی یافتہ زندگی جاہلیت ہے تو ہم اس جاہلیت پر بڑے خوش ہیں ہم تو اسے دل وجان سے چاہتے ہیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ اپنی اس ترقی یافتہ جاہلیت کو چھوڑ کر تمہاری اس اللہ کی ہدایت کو اپنا لیں جس میں قصے کہانیاں ہیں جس میں پس ماندگی اور انحطاط ہے۔ بلکہ ہم نے اس اللہ کی ہدایت کو جان بوجھ کر چھوڑ دیا ہے۔ تاکہ ہم تہذیب وتمدن حاصل کریں اور تاریکیوں کے بجائے روشنی میں آ جائیں۔ بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ جاہلیت ہمیں اس اللہ کی ہدایت سے زیادہ محبوب ہے جس کی طرف تم ہمیں بلا رہے ہو"۔

اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا:

فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى — انہوں نے ہدایت چھوڑ کر بے راہ روی کو

الھدیٰ

اور اللہ تعالیٰ نے صحیح فرمایا۔

كَذَالِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِثْلَ قَوْلِهِمْ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ

اختیار کیا۔ (سورہ فصلت ۱۷)

ایسی ہی باتیں ان سے پہلے لوگ بھی کیا کرتے تھے ان سب (اگلے پچھلے گمراہوں) کی ذہنیت ایک جیسی ہیں۔ (سورۂ بقرہ ۱۱۸)

دراصل تمام جاہل انسانوں کے ایک ہی گروہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ خواہ وہ تاریخ کے کسی دور میں پائے جائیں۔ کیونکہ تمام جاہل یکساں خطوط پر سوچتے ہیں اور ہمیشہ ملتی جلتی سی باتیں کرتے ہیں۔

٭ ٭ ٭

اب ہمارے قلب و دماغ بیسویں صدی کی جاہلیت کے بارے میں کسی قدر گفتگو کے لیے تیار ہو گئے۔ کیونکہ اب یہ موضوع عجیب اور ناگوار نہیں محسوس ہو رہا ہے۔ جتنا پہلے پہل ہو رہا تھا لیکن پھر بھی کافی کچھ وضاحت کی ضرورت ہے۔ بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ اس موضوع کے لیے کافی تصانیف کی ضرورت ہے۔

جاہلیت کی ساری پیچیدگی یہ ہے کہ وہ اللہ کی ہدایت کو تسلیم نہیں کرتی۔ وہ ہدایت پر گمراہی کو ترجیح دیتی ہے۔ وہ سمجھتی ہے کہ وہ مجمع محاسن ہے اور اللہ کی ہدایت سراسر نقصان اور گھاٹے کا سودا ہے۔

جاہلیت کو یہ کبھی پتہ نہیں چلتا کہ اس کے اپنے نظام میں کیا خرابیاں ہیں؟ کس قسم کا بگاڑ ہے؟ کون سی بدبختی ہے؟ اور کس قسم کی بے چینی ہے؟ یہ اندازہ اس کو جب ہی ہو سکتا ہے جب وہ اللہ کی ہدایت کو قبول کرلے اور تاریکی سے نکل کر روشنی میں آجائے اور جب اس کا سارا نظام اللہ کی فکری بنیادوں پر قائم ہو جائے۔

ہمارا کام یہ ہے کہ ہم اس کتاب میں یہ بتائیں کہ لوگ اللہ کی ہدایت سے دور ہو کر کس گمراہی اور بگاڑ کس بدبختی اور بے چینی میں پھنس کر رہ گئے ہیں۔

جاہلیت کے اس بگاڑ کو سمجھنا لوگوں کے لیئے آسان نہیں ہے۔ کیونکہ جاہلیت ان کے قلب و امراض پر اپنے اثرات اتنے گہرے مرتسم کر دیتی ہے کہ خیالات کو پالا مار جاتا ہے اور معاشرے کی ہر روش مُرجھا کے رہ جاتی ہے۔

یہ لوگ کبھی کہتے ہیں کہ وہ اللہ کے حکم کی مخالفت نہیں کرتے۔ بلکہ ان کے تصوّرات اور طریقۂ کار اللہ کے حکم کے مطابق ہیں۔

کبھی کہتے ہیں کہ جو کچھ بگاڑ ہے وہ یقینی ہے اور اس کو کسی صورت ختم نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی اس میں کوئی ردّ و بدل ہو سکتا ہے۔

غرض ہر نقطۂ خیال کے مطابق مسائل کی شرح و تفسیر اور ہر اس فکر سے دامن بچایا جائے گا جس میں اللہ کا نام آتا ہو۔ کبھی کہتے ہیں دُنیا کی فلاں طاقت باغی ہے۔ اس سے جنگ کی جائے اور کبھی کہتے ہیں کہ فلاں نظام میں تبدیلی لائی جائے۔ مگر یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ اس طاقت یا اس نظام کو اللہ کے پیمانہ پر ناپا جائے۔ کیونکہ اللہ کا نام درج فہرست ہی نہیں ہے۔

یہ رویہ صرف جاہلیت جدیدہ ہی کا نہیں ہے۔ بلکہ تاریخ کی ہر جاہلیت کا لوگوں کے ساتھ کچھ اسی قسم کا برتاؤ رہا ہے۔

وَإِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً قَالُوا وَجَدْنَا عَلَيْهَا آبَاءَنَا وَاللَّهُ أَمَرَنَا بِهَا۔	جب وہ کوئی بُرا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو بھی اس طرح کرتے پایا ہے بلکہ اللہ نے ہمیں یہی حکم دیا ہے (سورہ اعراف ۲۸)
سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا۔	عنقریب مشرکین کہیں گے کہ اگر اللہ نہ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہی ہمارے باپ دادا کرتے۔ (سورۂ انعام ۱۴۸)

جاہلی معاشروں کی ظاہری ہیئتیں اور شکلیں زمانے کے لحاظ سے مختلف تو ضرور ہوتی ہیں۔ لیکن ان تمام جاہلی معاشروں کی فکر آپس میں ملتی جلتی ہوتی ہے اور ان کا تاریخی کردار ہمیشہ سے ایک ہی رہا ہے۔

جاہلیت کے کسی بھی مسئلہ میں لوگ اصل خرابی اور بگاڑ کا آسانی سے اندازہ نہیں کر سکتے۔ اگر انہیں اس بگاڑ کا کچھ نہ کچھ اندازہ ہو بھی جائے تو یہ بات سمجھ میں آنا مشکل ہے کہ درحقیقت یہ سارا بگاڑ اللہ کی ہدایت سے دُوری کی بنا پر رونما ہُوا ہے اور اگر یہ بات بھی کسی نہ کسی طرح حلق سے نیچے اتر جائے۔ تو یہ یقین نہیں آتا کہ کیا یہ اللہ کی ہدایت فی الواقع ان کی بے چینی، بدبختی اور عذاب کو دُور کر کے انہیں اطمینان و سکون عطا کر سکتی ہے۔؟ اور کیا یہ حقیقتاً اللہ کی ہدایت جاہلیت کے بگاڑ کو دُور کر کے اس کی پیدا کردہ مشکلات کا حل نکال سکتی ہے۔

لوگوں کو یہ بات ذہن نشین کرا دینا کہ اللہ کی ہدایت ان کی تمام مشکلات کا حل ہے۔ بڑا مشکل کام ہے۔ کیونکہ جاہلیت نے نہ صرف لوگوں کو اللہ کی ہدایت سے دُور کر دیا۔ بلکہ ان کے دلوں میں اس کے خلاف نفرت کا بیج بو دیا ہے اور انسانی زندگی کی متعدد اور رونا گوں تعبیریں کر کے لوگوں کو ان باطل تعبیرات میں اس قدر الجھا دیا کہ ان کا کسی وقت اللہ کی ہدایت کی طرف متوجہ ہونا ناممکن نہیں، تو مشکل ضرور ہو گیا ہے۔

یہ سمجھ کر لوگ اللہ کی ہدایت کی طرف مشکل ہی سے متوجہ ہوں گے۔ ہم انہیں سرے سے دعوت ہی نہ دیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ہم حق کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے لوگوں کو ضرور اللہ کی ہدایت کی طرف بلائیں گے۔ ہو سکتا ہے کسی وقت لوگ اللہ کی ہدایت کو قبول کر لیں۔ نہ صرف قبول کر لیں بلکہ اللہ کے حکم کو عملاً اپنی زندگیوں میں نافذ کرنے کے لیے جہاد بھی کریں؟

لوگ پہلے پہل اس بات کی تصدیق نہیں کریں گے کہ آج پوری دنیا میں جو بے چینی پائی جاتی ہے اس کی وجہ اللہ سے دُور ہونا ہے۔ کیونکہ جاہلیت جدیدہ کہتی ہے کہ اس عالمگیر بے چینی کی وجہ سرمایہ ہے یا طبقاتی کش مکش ہے۔ یا انفرادی ملکیت ہے یا معاشی ابتری ہے۔ جاہلیت یہ تو کہہ ہی نہیں سکتی کہ انسانوں کی زندگی کا اللہ سے یا اللہ کی سنت سے بھی کوئی واسطہ یا تعلق ہو سکتا ہے بلکہ جاہلیت جدیدہ تو زندگی کے نشیب و فراز کی ہر اس تعبیر اور ہر اس معنی کا مذاق اڑاتی ہے۔ جس کا تعلق اللہ سے ہو یا اللہ کی سنّت سے ہو۔ کیونکہ جاہلیت کی انتہائی تمنا اور آخری آرزو تو یہی ہے کہ انسانی فکر و عمل کا رشتہ اللہ سے منقطع کر دے۔

جاہلیت جدیدہ کا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے اللہ اور اللہ کی سنت کا رشتہ قرون وسطیٰ

سے ملا کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ موجودہ علم و سائنس کے تقاضوں کے ماتحت انسانیت کو اپنا رشتہ اللہ سے منقطع کر دینا ضروری ہے۔

خیال فرمائیے! جب لوگ اس قسم کی متعفن جاہلیت میں زندگی گذار رہے ہوں تو وہ یہ فکر کیسے اپنا سکتے ہیں کہ انسانیت کی بے چینی اور سوسائٹی کے ہمہ گیر بگاڑ کی وجہ صرف اور صرف اللہ کی ہدایت سے روگردانی اور اس کے نازل کردہ احکام کو ٹھکرا دینا ہے۔

اس موضوع کو بیان کرنے کے لیے اس کتاب میں مندرجہ ذیل امور زیر بحث آئیں گے۔

اوّل: جاہلیت کی ابتداء اس کی نشوونما اور اس کا تاریخی کردار

دوم: جاہلیت جدیدہ اور اس کی علامات

سوم: جاہلیت جدیدہ نے انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں پر جو اثرات مرتسم کیے ہیں ان کا جائزہ اس سلسلے میں ان تمام اثرات کا ذکر کیا جائے گا جو سیاسیات، معاشیات، اخلاقیات اور نفسیات میں رونما ہوئے اور اس طرح پوری انسانی زندگی جاہلیت کی لپیٹ میں آگئی۔

چہارم: مستقبل میں اگر کسی وقت انسانیت اللہ کی ہدایت کو اپنا لے تو نظام زندگی کن خطوط پر استوار ہوگا اور زندگی پر موجودہ جاہلیت کے پڑنے والے اثرات کو کس طرح ختم کیا جائیگا اللہ کی ہدایت کس طرح زندگی کے سارے پہلوؤں پر محیط ہوگی۔

ہم اس بارے میں بڑے پُر امید ہیں کہ ایک وقت ایسا آنے والا ہے۔ جب پوری انسانیت اللہ کی ہدایت کو اپنا لے گی۔

تاریخ کا ایک صفحہ

جاہلیت کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی ایمان کی۔!

دونوں کی تاریخیں آدم اور ان کی اولاد سے شروع ہوتی ہیں۔!

دونوں ہی کا مرکز طبیعت انسانی ہے کہ انسان گمراہی اختیار کرے یا ہدایت؟ جاہلیت کی طرف جائے یا اسلام کی طرف آئے!؟

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا	اور قسم ہے نفس کی اور جس نے اسے برابر کیا پھر اسے الہام کی اچھائی اور برائی۔ کامیاب ہوگیا وہ جس نے اپنے نفس کو پاک کیا اور ناکام ہوگیا وہ جس نے اسے گندہ کیا (شمس ۷۔۱۰)
وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ	ہم نے انسان کو دونوں ہی راستے بتلا دیئے۔ (بلد۔۱۰)
اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا	ہم نے انسان کو راستہ دکھلا دیا۔ یا تو وہ شکر گزار بن جائے یا کافر ہو جائے۔ (سورۃ انسان ۳)

جو کچھ بھی انسان زمین پر کرتا ہے۔ وہ اسی الٰہی قانون کے مطابق ہوتا ہے کہ اللہ نے انسانی سرشت میں یہ صلاحیت رکھ دی ہے کہ وہ چاہے تو ہدایت کو اپنا لے اور چاہے تو گمراہ ہو جائے انسان نے اپنی تاریخ میں کبھی بھی اس الٰہی قانون کی خلاف ورزی نہیں کی ہے اور نہ کبھی کر سکتا ہے۔

انسان کی تاریخ کبھی بھی دو حالتوں سے خالی نہیں رہی ــــ ہدایت اور گمراہی ــــ جاہلیت اور اسلام ــــ۔

Marfat.com

کرو تمہارا اس کے سوا کوئی اِلٰہ نہیں ہے" اور ساتھ ہی اس وقت کے انسان کے ارتقاء کے مطابق شریعت بھی تھی کہ کس طرح سوسائٹی اور حکومت کو منظم کیا جائے، اقتصادی، اجتماعی اور سیاسی اصول کیا ہونے چاہئیں۔ لین دین، نکاح و طلاق اور جرم و سزا کے کیا قانون ہیں۔

اسی مخصوص ماحول اور اسی خاص سوسائٹی میں کچھ اللہ کے بندوں نے اپنی اقتصادی اجتماعی اور سیاسی اصول کیا ہونے چاہئیں۔ لین دین، نکاح و طلاق اور جرم و سزا کے کیا قانون ہیں۔

اسی مخصوص ماحول اور اسی خاص سوسائٹی میں کچھ اللہ کے بندوں نے اپنی اقتصادی، اجتماعی اور سیاسی زندگی کو اللہ کے قانون کے مطابق بنا کر مومن اور مسلمان ہو گئے اور خود موسیٰؑ کی قوم کے دوسرے گروہ نے اپنی زندگی کی تشکیل اللہ کے قانون کے مطابق نہیں کی۔ اس لئے وہ بدستور جاہلیت کا شکار رہے۔

اسلام اور جاہلیت دونوں ہی کے نظام زندگی اس خاص ماحول کے مطابق تھے جس میں اس وقت لوگ زندگی گزار رہے تھے۔

اس کے بعد حضرت عیسیٰؑ تشریف لائے۔ انہیں انجیل عطا کی گئی انجیل نے تورات کی تصدیق بھی کی اور ساتھ ہی تورات کے کچھ احکام بھی منسوخ کر دیئے۔ گویا انجیل تورات ہی کے عقیدے اور قانون کی تکمیل تھی۔ اس مرحلہ پر بھی کچھ افراد ایمان لائے اور مومن و مسلمان کہلائے اور باقی قوم بدستور جاہلیت نے اس وقت کے خاص ماحول کے مطابق شکل اختیار کی۔

پھر دین کی تکمیل اور انسانیت پر اللہ کی نعمتیں نچھاور کرنے کے لیے اسلام آیا۔ گذشتہ تمام ادیان کی طرح اسلام میں بھی عقیدہ اور شریعت دونوں ہیں۔ عقیدہ اپنی جگہ پر قائم ہے کہ اللہ کی عبادت کرو تمہارا اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے۔ لیکن شریعت اپنی اس آخری شکل میں آئی جس کا اللہ تعالیٰ نے انسانیت کے مستقبل کے لیے ارادہ فرمایا تھا۔ اللہ نے اس شریعت کو انسانیت کی تکمیل کے لیے متعین فرمایا ہے اور اس کی تشکیل اس طرح کی ہے کہ زندگی کا ہر گوشہ اس میں آجائے اور انسانیت کے نمو و ارتقاء کے ساتھ ساتھ شریعت اللہ بھی تا قیام قیامت جاری ہے۔

میں نے کسی دوسرے مقام پر انسانی زندگی میں جمود اور ارتقاء کے موضوع پر بحث کرتے ہوئے بتایا ہے کہ اسلام نے ان دونوں صورتوں میں کیا روش اختیار کی ہے اور یہ کہ انسانی زندگی

اپنے ہمہ گیر ارتقاء کے باوجود اسلام کے مفہوم اور اس کے قانون سے باہر نہیں ہوتی [1]

(یہاں دوسری کتابوں کے اقتباسات دینا مناسب نہیں ہے لیکن جب یہ موضوع اس کتاب میں آئے گا تو ہم تفصیل سے گفتگو کریں گے۔)

اسلام پر بھی کچھ لوگ ایمان لائے اور مؤمن و مسلمان کہلائے اور کچھ لوگوں نے انکار کیا۔ چنانچہ وہ اس وقت سے آج تک جاہلیت پر برقرار ہیں۔

اسلام کی آمد سے لے کر اب تک کی چودہ صدیوں میں حیات انسانی میں گوناگوں تبدیلیاں اور انقلاب رُونما ہُوئے۔ لیکن لوگ ہمیشہ ہی دو گروہوں میں بٹے رہے۔ مسلمان اور جاہل۔ دونوں ایک ہی ماحول میں زندگی گزارتے رہے اور اس ماحول کے متقضیات کو پُورا کرتے رہے۔

جنہوں نے اللہ کو پہچان لیا۔ اس کی ہدایت کو اپنا لیا اور زندگی کے ہر معاملہ میں اللہ کے قانون کی طرف رجوع کیا۔ وہ مسلمان ہُوئے اور جنہوں نے نہ اللہ کو پوری طرح پہچانا۔ نہ اس کی ہدایت کو اپنایا اور نہ اس کے قانون کو اپنی زندگیوں میں نافذ کیا۔ وہ جاہل رہے۔

(جو مسلمان تقلیدی یا رسمی طور پر اپنے کو مسلمان کہتے رہتے ہیں۔ وہ بھی جاہل ہیں)

تاریخ کی ان چند مثالوں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ انسانی زندگی کے صرف دو ہی ڈھانچے ہیں۔ ہدایت اور گمراہی — اسلام اور جاہلیت! سوسائٹی کی شکلیں خواہ کتنی ہی بدلتی رہیں۔ لیکن وہ ہدایت اور گمراہی اور اسلام اور جاہلیت سے خالی نہیں ہوسکتیں۔ کیونکہ ظاہری شکل ہدایت اور جاہلیت کی نشاندہی نہیں کرتی۔ بلکہ طریقۂ کار سے تعین ہوتا ہے کہ سوسائٹی کا نقشہ ہدایت کے فریم میں نصب کیا گیا ہے یا جاہلیت کے؟! اس لئے نہ تو ہدایت انسانی زندگی کی کسی خاص کیفیت کا نام ہے اور نہ جاہلیت۔ دونوں ہی ابتداء سے لے کر انتہا تک انسانی زندگی کی ہر شکل میں موجود رہے ہیں۔

تاریخ کی مندرجہ مثالیں بحث کا اصل موضوع نہیں ہیں۔ بلکہ یہ ایک طرح سے تاریخی ادوار کی وضاحت تھی۔ ہمارا اصل موضوع تو جاہلیت جدیدہ کی تاریخ بیان کرنا ہے۔ جاہلیت جدیدہ کب رونما ہوئی۔؟ کن حالات سے گذر کر بیسویں صدی میں اپنے شباب کو پہنچی؟ وہ کون سے عوامل ہیں جن کے سہارے جاہلیت جدیدہ نے پوری موجودہ نسل انسانی میں صور اسرافیل پھونک دیا؟

---

[1] "انسانی زندگی میں جمود و ارتقا" میں اسلام اور انسانی زندگی کا باب مطالعہ فرمائیے۔

Marfat.com

آج ساری دنیا پر یورپ کی حکمرانی ہے۔ اگر یورپ بذات خود حکمران نہیں ہے تو اس کی تہذیب اور اس کے تصورات و افکار ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لیئے ہوئے ہیں۔ (اور امریکہ بھی دراصل یورپ کے توسع کا ایک پرتو ہے۔)

یورپ کی تاریخ ایسی جاہلیت کی تاریخ ہے۔ جس کی کڑیاں باہم ملی ہوئی ہیں اور کہیں پر بھی سلسلہ ٹوٹتا ہوا معلوم نہیں ہوتا۔

پہلے یونانی اور رومی جاہلیت تھی۔

پھر قرون وسطیٰ کی جاہلیت نے جگہ لے لی!

اور بالآخر جاہلیت جدیدہ آگئی۔ جو دراصل یونانی اور رومی جاہلیتوں کی طرف رجعت ہے۔ البتہ اس جاہلیت میں تھوڑا سا اضافہ ڈارونیت (DARWINISM) سے لگا ہوا ہے جسے یہودیوں کے ہلاکت خیز جینیٹس نے اپنے مقصد میں لگا لیا۔

کیونکہ اس کتاب کا اصل موضوع جاہلیت جدیدہ کو بیان کرنا ہے اس لئے ہم عصور قدیمہ اور قرون عظمیٰ کی تاریخ کا مختصر سا تذکرہ کریں گے۔ تاکہ اس کے جاہلیت جدیدہ پر کچھ روشنی پڑ سکے۔ ظاہر ہے جاہلیت جدیدہ یکلخت نورونما نہیں ہوگئی ہے بلکہ یورپ کی تاریخ میں اس کی جڑیں بہت گہری ہیں۔

اس بات کا یورپ کو بھی اعتراف ہے کہ جدید یورپی تمدن کی اصل بنیادیں یونانی اور رومی جاہلیتیں ہیں۔ اگرچہ ظاہر ہے کہ وہ اسے جاہلیت نہیں بلکہ تہذیب و تمدن کہتے ہیں۔!

یورپ کو بخوبی اعتراف ہے کہ یورپ کی نشاۃ ثانیہ میں اسلامی تہذیب و تمدن کا بڑا اثر ہے۔ لیکن اسلامی تہذیب کا یہ مواد اپنے اندر اسلامی رنگ لیئے ہوئے داخل نہیں ہوا بلکہ یونانی اور رومی رنگ میں رنگ اس کی وثنیت اپنا چکا تھا۔ پھر جب یہ مواد یورپ پہنچا تو اس پر مسیحیت کا ایک باریک سا غلاف چڑھ گیا۔ جو آہستہ آہستہ بوسیدہ ہوتا رہا یہاں تک کہ انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے شروع میں بالکل تار تار ہوگیا۔

اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بیسویں صدی کی جاہلیت کا تذکرہ کرنے سے پہلے یونانی اور رومی جاہلیتوں کی کچھ خصوصیات ذکر کر دی جائیں۔

Marfat.com

یونانی جاہلیت اپنے جلو میں علم و فن، فلسفہ، سیاسی نظریات اور علمی افکار کا ایک بہت بڑا ذخیرہ لے کر آئی۔

علمائے مغرب نے نشاۃِ ثانیہ کے دَور میں یونانی جاہلیت کا گہرا مطالعہ کر کے ایک وسیع لٹریچر فراہم کیا اور یورپ نے اپنے دَورِ جدید میں تمام تر تہذیبی سرمایہ اس جاہلی لٹریچر سے حاصل کیا ہے۔

ہم لوگوں کی اشیاء کی قیمت گرانا نہیں چاہتے اور نہ ہی ہمارا یہ ارادہ ہے کہ یونانیوں کے فکری نقائص کا کوئی گوشوارہ بنا کر پیش کریں، بلکہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یونانیوں نے انسانی زندگی کے بہت سے گوشوں کو نمایاں کر کے قابلِ قدر خدمات انجام دی ہیں۔ ان کی بدقسمتی یہ تھی کہ ان کے معاشرے میں کوئی ایسا معلم موجود نہیں تھا جو انہیں اللہ کی ہدایت سے رُوگردانی کرنے کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے بگاڑ کی نشاندہی کر سکتا۔

ہم یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ یونانی معاشرے میں کہاں کہاں بگاڑ موجود تھا۔ کیونکہ بگاڑ ہی جاہلیت کی اصل نشانی ہے۔ پھر چونکہ جاہلیت جدیدہ نے یونانی جاہلیت سے کافی کچھ استفادہ کیا ہے۔ اس لئے یونانی بگاڑ کی وضاحت سے ہمیں جاہلیت جدیدہ کے سمجھنے میں مدد ملے گی۔

ہم یونانیوں کو مطعون نہیں کر سکتے جو بغیر اللہ کی ہدایت کے زندگی کے معاملات میں خوب سے خوب تر اپنانے کی کوشش اور جدّوجہد میں لگے رہے۔ لیکن ہم ان لوگوں کو ملامت کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ جنہوں نے جاہلیت جدیدہ میں اس سارے بگاڑ کو دوبارہ اپنا لیا۔

بے شک یونانی تہذیب کے بہت سے عناصر فائدہ مند بھی تھے جیسا کہ مصری تہذیب، قدیم عربی تہذیب، ایرانی تہذیب، ہندوستانی تہذیب اور چینی تہذیب ... سب ہی تہذیبیں تھوڑی بہت خوبیوں کی حامل ہیں!

لیکن پھر بھی دو باتیں توجہ کی مستحق ہیں۔

اوّل: یورپ نے یورپین تعصب کی بناء پر یونانی تہذیب کو عظیم تر ثابت کرنے میں اتنے مبالغہ سے کام لیا کہ لوگ یہ سمجھنے لگے کہ یونانی تہذیب انسانیت کی ترقی کی وہ اوج کمال تھی جس کے پیمانہ پر وحی الٰہی کو بھی پرکھا جا سکتا ہے اور اس کی تصدیق یا تکذیب کی جا سکتی ہے اور ظاہر ہے

Marfat.com

کہ تکذیب ہی کی جائے گی۔ کیونکہ یونانی تہذیب سے بڑھ کر دنیا میں کسی سچائی کا وجود نہیں ہے!!

دوم: ہم جو یونانی تہذیب کے بعض گوشوں کو اہمیت دیتے ہیں وہ ایسا ہی ہے۔ جیسے ہم مصری، ایرانی، ہندوستانی یا چینی تہذیبوں کے بعض گوشوں کو اہمیت دیتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان چیزوں کو مطلقاً کوئی قیمت دی جا رہی ہے۔ بلکہ ہمیشہ اس کی قیمت کا حساب اسی ملک کے لحاظ سے ہوگا اور یہ بھی مطلب نہیں کہ ہم ان تہذیبوں کے بگاڑ کو دوبارہ اپنا لیں جس بگاڑ کا شکار ہو جانے میں ان قوموں کے پاس تو کوئی عذر بھی ہو سکتا تھا لیکن ہمارے پاس ـــــ جب کہ ہم جاہلیت سے روشنی کی طرف آ چکے ہیں ـــــ اس بگاڑ کو اپنانے میں کوئی عذر نہیں ہے۔

اس بنیاد پر ہم یونانی جاہلیت کے کچھ بگاڑ پیش کرتے ہیں۔ اس جاہلیت نے اللہ یا دیوتاؤں اور انسانوں کے درمیان جنگ و جدل کا تخیل پیش کیا اور اس تخیل کو ذہن میں اچھی طرح پختہ کر دیا۔

تعداد الٰہ جاہلیت کی ایک ایسی ہمہ گیر خصوصیت ہے کہ یہ ہر جاہلیت میں کسی نہ کسی شکل میں ضرور پائی جاتی ہے۔ البتہ الٰہ کبھی مادی اور محسوس ہوتے ہیں اور کبھی معنوی اور غیر محسوس کسی جاہلی معاشرے میں تعدد الٰہ کا تخیل واضح طور پر پایا جاتا ہے اور کسی سوسائٹی میں یہ تخیل پس پردہ اثر انداز ہوتا۔ بہر کیف ایک جاہلی معاشرے میں تعدد الٰہ کا تخیل ضرور موجود ہوتا ہے۔ البتہ یونانی جاہلیت اس میں الٰہ اور انسان کی کش مکش کے تخیل کا اور اضافہ کرتی ہے۔

اس سلسلے میں زیادہ بہتر مثال پرومیتھیس کی پیش کی جا سکتی ہے جس نے مقدس آگ چرائی تھی۔

پرومیتھیس یونانی سنمیات کا ایک کردار ہے۔ جس سے زیوس دیوتا انسان کی تخلیق میں مدد لیا کرتا تھا۔ پرومیتھیس کو انسان پر رحم آیا اور اس نے انسان کو مقدس آگ چرا کر لا دی۔ اس پر زیوس دیوتا نے اسے سزا دی اور اسے زنجیروں میں باندھ کر قوقاز کے پہاڑوں پر ڈال دیا۔ ایک گدھ سارا دن اس کا جگر کھاتا رہتا تھا اور رات کو اسے نیا جگر دے دیا جاتا۔ تاکہ آئندہ روز یہ گدھ کھاتا رہے اور اس طرح اسے سزا ملتی رہے اور زیوس دیوتا نے انسانوں سے مقدس آگ کا بدلہ لینے کے لئے ان کے پاس پانڈورا کو بھیجا۔ جو زمین پر پہلا مؤنث کردار تھا۔ پانڈورا کے پاس ایک صندوق تھا۔ جس میں انسان کی ہلاکت کے لیے تمام برائیاں بھری ہوئی تھیں۔ جب

Marfat.com

پرومیتھیس کے بھائی ایپی میتھیس نے پانڈورا سے شادی کر لی تو اس نے صندوق کا ڈھکنا کھول دیا۔ ڈھکنا کھلنا تھا کہ ساری دنیا بُرائیوں اور آفتوں سے بھر گئی۔!

یہ ہے انسان اور اللہ کے رشتے کی نوعیت! انسان نے مقدس آگ کو اس لیے چرایا کہ کائنات کے راز معلوم کر کے خود دیوتا بن بیٹھے اور دیوتاؤں نے اسے وحشیانہ سزائیں اس لئے دیں، تاکہ ساری طاقت کا سرچشمہ انہی کے پاس رہے۔

مغربی جاہلیت جدیدہ نے یونانی صنمیات کے بارے میں بہت کچھ موشگافیاں کی ہیں۔ خصوصاً اس کہانی کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ جنگ انسان نے اپنے وجود کو ثابت کرنے اور زندگی میں اپنے کردار کو مثبت بنانے کے لیے لڑی تھی اور اللہ کی نافرمانی دراصل اپنے وجود، اپنے کردار اور اپنی ذات کا ثبوت فراہم کرنا ہے۔

اس وقت ہمیں جاہلیت جدیدہ کی گرفت مقصود نہیں ہے، بلکہ ہمیں یونانی جاہلیت کے چند گوشے سامنے لا کر یہ بتانا مقصود ہے کہ یونانی جاہلیت کس طرح مغربی فکر پر اثر انداز ہوئی ہے۔

اگرچہ تاریخ کی تمام جاہلیتوں میں تعدد الٰہہ کا تخیل کسی نہ کسی شکل میں ہمیشہ ہی موجود رہا ہے۔ لیکن یونانی جاہلیت اس میں دیوتاؤں اور انسانوں کی کش مکش کا اضافہ کر کے ایک بھیانک بگاڑ کا شکار ہو گئی۔ یونانی جاہلیت نے انسان کے حق میں یہ لعنت مقدر کر دی کہ وہ اپنی ذات کے اثبات کے لیے عقیدے کو بھینٹ چڑھا کر اللہ سے جنگ کرے اور اس طرح انسان کو ضمیر کی اس کش مکش سے کبھی بھی نجات نہ مل سکے کہ اس کی فطرت اپنے وجود کو بھی ثابت کرنا چاہتی ہے اور اللہ پر ایمان بھی لانا چاہتی ہے۔

یونانی جاہلیت کا دوسرا بڑا بگاڑ یہ ہے کہ اس نے روح کو قطعی طور پر نظر انداز کر کے عقل کو حد درجہ اہمیت دے دی۔ ان کے یہاں زندگی کے ہر مسئلہ میں عقل کا فیصلہ آخری سمجھا گیا۔ مغربی جاہلیت جدیدہ کہتی ہے کہ یونانیوں نے اس بات کی کوشش کی کہ انسان کی بلندی اور اس کی ایجابیت کو ثابت کیا جائے، تاکہ اس طرح زندگی میں انسان کی قیمت گراں ہو سکے۔

بلاشبہ عقل انسانی ایک عظیم ترین طاقت ہے۔ جو اس کائنات میں انسان کے وجود اس کی فاعلیت اور موثریت ثابت کرنے میں بڑا کردار ادا کرتی ہے۔ لیکن صرف انسانی عقل پر ایمان لانا

Marfat.com

ایک ایسا بگاڑ ہے جو بالآخر انسان کی قیمت گھٹا کر اسے صرف "حیوان عاقل" بنا دیتا ہے جیسا کہ یونانی فلسفہ بھی یہی کہتا ہے۔ حالانکہ انسان حیوان سے بالکل ایک علیحدہ وجود ہے۔ انسان صرف اپنی عقل کی وجہ سے ہی بلند نہیں ہے۔ بلکہ اپنے تمام وجود میں بلند ہے۔ انسان ایک ایسی جداگانہ صورت و شخصیت کے لحاظ سے بلند ہے جو انسان کے علاوہ کہیں بھی نہیں پائی جاتی [1]

عقل کو رُوح کے مقابلہ میں زیادہ مقدس قرار دے دینے سے یونانی جاہلیت کے تمام بگاڑ رونما ہُوئے ہیں۔ جس بات نے عقل سے لگّا نہ کھایا۔ اس کو انہوں نے درج فہرست ہی نہ رکھا۔ ہر وجود کے ناپنے کا پیمانہ عقل ہی تھا۔ حتیٰ کہ اللہ کا بھی اسی قدر وجود قابلِ تسلیم تھا۔ جہاں تک عقل کی رسائی ہو سکے۔ اللہ کے وجود کو بھی عقل کے فریم میں نصب کرنے کی کوششیں ہوتی رہیں [2] رہ گیا اللہ کے وجود کا روحانی عرفان تو اس کا وجود یونانی جاہلیت میں بہت ہی کمزور سا تھا (جیسا کہ جاہلیت جدیدہ میں ہے۔)

عقل کو اس قدر اہمیت دینے کی وجہ سے وہ تمام عقلی موشگافیاں وجود میں آئیں جن سے فلسفۂ یونانی بھرا پڑا ہے۔ جس نے جاہلیت وسطیٰ کے دَور میں یورپ کی طاقت سلب کیے رکھی۔ حتیٰ کہ وہ مسلمانوں کے تجربی اسکول سے متاثر ہُوئے اور اسے اپنا لیا جیسا کہ ہم بعد میں ذکر کریں گے اور اسی تعقل پسندی کا شکار ہو کر اخلاق بھی بجائے ایک عملی محرک ہونے کے۔ ذہنی تربیت کا معمّہ بن کر رہ گیا۔

یونانی جمہوریت نے اگرچہ افراد کی اجتماعی فضائل کے مطابق تشکیل کی۔ لیکن — مثال کے طور پر — جنسی بے راہ روی میں کوئی ضابطۂ اخلاق ان کے پاس نہ تھا۔ اس لئے یونانی جمہوریت

---

[1] "نفسِ انسانی کا مطالعہ"

[2] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں وہ نگاہوں کا ادراک کر لیتا ہے" اور "بیشک وہ لطیف اور جاننے والا ہے" ادراک عقل کے دائرہ میں رہ کر اللہ کی حقیقت جاننے میں یونانی فلسفہ بہت بھٹکتا رہا۔ لیکن ساری فکری تگ و دو بے کار ہی گئی اور بے اثر ثابت ہوئی کیونکہ کوئی بھی شخص صرف عقلی موشگافیوں سے اللہ پر ایمان نہیں لایا کرتا۔ نہ ہی موشگافیاں کسی مومن قوم یا بلند سوسائٹی کا سرمایہ حیات بن سکتی ہیں۔

Marfat.com

کامیاب نہ ہوئی۔

یہ یونانی جاہلیت کے چند بگاڑ ہیں۔ لیکن چونکہ یونانی جاہلیت موضوع زیر بحث سے ذرا ہٹی ہوئی ہے۔ اس لیئے ہم اس کا تذکرہ چھوڑ کر چند ایسے حقائق کا استنباط کیئے لیتے ہیں۔ جن سے جاہلیت جدیدہ یا کسی بھی جاہلیت کے سمجھنے میں مدد مل سکے۔

۱۔ کسی جاہلیت میں کچھ خوبیاں اور چند فوائد کے حاصل ہو جانے کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ جاہلیت کی زندگی کوئی اچھی زندگی ہے۔ یا اس کی پیروی کی جا سکتی ہے۔ کیونکہ ہر جاہلیت میں کچھ نہ کچھ خوبیاں اور تھوڑے بہت فائدے ہوتے ہی ہیں۔

۲۔ کچھ خوبیوں اور چند فائدوں کے حاصل ہو جانے سے جاہلیت کی تاریکی چھٹ نہیں جاتی۔ کیونکہ بالآخر جاہلیت میں ایسا بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے جو ساری خوبیاں برباد کر کے رکھ دیتا ہے۔

۳۔ جاہلیت کے بگاڑ کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ جاہلیت اپنی نفسانی خواہشات پر چلتی ہے، اور اللہ کی ہدایت کو نہیں جانتی اور اگر جانتی ہے تو مانتی نہیں ہے۔

جس طرح یونانی جاہلیت میں عقل کو غیر معمولی اہمیت دی گئی اسی طرح رومی جاہلیت نے اپنی سوسائٹی کی ساری تعمیر مادے اور محسوسات کی بنیادوں پر استوار کی۔ رومی جاہلیت نے بھی دیگر تمام جاہلیتوں کی طرح انسانیت کے لیئے کچھ مفید اشیاء پیش کی ہیں۔ اس جاہلیت میں سیاسی، حربی اور تمدنی نظم وجود میں آیا۔ مادی وسائل کو رفاہی کاموں میں لگایا گیا۔ مدنیت فنی حیثیت سے وجود میں آئی۔ راستے اور پل بنائے گئے۔ پانی کی ٹینکیاں اور ٹینٹو ایجاد ہوئی اور حمام تفریح گاہیں اور تھیٹر وجود میں آئے۔

ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ جاہلیت خوبیوں اور بھلائیوں سے بالکل خالی نہیں ہوتی۔ لیکن یہ خوبیاں اسے بگاڑ کا شکار ہونے سے نہیں روک سکتیں۔ بلکہ ہر جاہلیت کا آخری انجام ہلاکت ہی ہوتا ہے۔

رومی جاہلیت کا سب سے بڑا بگاڑ روح کے بالمقابل مادے پر بالکلیہ ایمان لانا ہے۔ ان کے یہاں اگر کسی چیز کا کوئی وجود ہے۔ تو وہ صرف مادی وجود ہے۔ جو حواس خمسہ کے ذریعے محسوس ہو سکے۔ مگر جس کو حواس محسوس نہ کر سکیں اس کا سرے سے وجود ہی تسلیم نہیں۔ اگر کر بھی

Marfat.com

لیا جائے تو بہت ہی نکما اور بے جان سا۔ یہی وجہ ہے کہ رومی جاہلیت میں عقیدہ کا وجود انتہائی ہیچ ہے۔

رومی جاہلیت کا ایک بڑا بگاڑ جسمی لذتوں کو بہت اہمیت دیتا ہے۔ یہ لوگ نہایت غلط قسم کی لطف اندوزی میں مبتلا تھے۔ ان کی یہ لطف اندوزی جنسی لذتوں میں حد ابتذال سے گذر کر وحشت و بربریت میں داخل ہو گئی تھی۔ وہ خون بہانے، قتل کرنے اور عذاب دینے پر بڑے خوش ہوا کرتے تھے۔ کھیل کے میدانوں میں مختلف کرتب ہوتے جن کے دیکھنے کے لئے لوگ کافی تعداد میں جمع ہوتے تھے اور بڑی سخاوت سے روپیہ خرچ کرتے تھے۔ ان کھیلوں میں غلام خنجروں اور تلواروں سے مقابلہ کرتے۔ ایک دوسرے کے پیٹ پھاڑ دیتے، انتڑیاں باہر نکال دیتے اور اس طرح ایک دوسرے کا خون بہاتے تھے اور ان سب کاموں کی ان کو باقاعدہ تربیت دی جاتی تھی اور جب یہ کارنامے انجام دیئے جاتے تو رومیوں کے وحشی سرداران مناظر کو بڑی دلچسپی اور شغف سے دیکھتے تھے اور سب سے زیادہ خوشی اور لذت انہیں اس وقت حاصل ہوتی جب کوئی کھلاڑی موت کی آغوش میں چلا جاتا۔

رومی جاہلیت کا ایک بڑا اور بھیانک بگاڑ ان کا نظام عدل ہے۔ جس کے حق دار صرف رومی تھے۔ غلاموں کے لیے اس نظام عدل میں کوئی گنجائش نہ تھی۔ اس مایۂ ناز نظام عدل و انصاف میں غلاموں پر فرائض تو مقرر کیئے گئے تھے۔ لیکن ان کے حقوق کی کوئی فہرست نہ تھی اور وہ تمام غیر رومی قومیں جو تعداد میں رومیوں سے کہیں زیادہ تھیں اور عظیم تر رومی سلطنت میں بستی تھیں۔ وہ سب رومیوں کی غلام تھیں۔!!

قرون وسطیٰ کی جاہلیت ایک بگڑے ہوئے عقیدے کی جاہلیت تھی۔ ایک امریکی مصنف ورنیلر اپنی کتاب "مذہب و سائنس کی کشمکش" میں لکھتا ہے۔

"منافقین کی وجہ سے عیسائیت میں شرک و بت پرستی داخل ہو گئی تھی۔ ان منافقین نے اپنے آپ کو عیسائی ظاہر کر کے (حالانکہ ان کو مذہب سے کوئی واسطہ نہ تھا اور نہ ہی وہ مذہب کے معاملہ میں مخلص تھے) بڑے بڑے مناصب و فضائل لیے تھے اور خود کانسٹینٹائن کا بھی یہی حال تھا۔ اس نے اپنی ساری زندگی ظلم اور گناہوں میں گذار دی اور سوائے آخری چند دنوں کے کبھی کلیسہ کے مذہبی احکام کی

Marfat.com

پابندی نہیں کی ۶۳۷ء"

"اگرچہ کانسٹینٹائن کے بادشاہ بن جانے سے عیسائیوں کو بڑی طاقت ملی لیکن وہ اپنے اندر سے بُت پرستی کی جڑیں نہ نکال سکے۔ بس عیسائیوں کی تمام کوششوں کا نتیجہ صرف یہ نکلا کہ مسیحیت اور بُت پرستی کا آمیزہ تیار ہو کر ایک نیا مذہب وجود میں آگیا اس نقطہ پر اسلام عیسائیت سے قطعی مختلف ہے کہ اس نے بُت پرستی کا بالکل خاتمہ کر کے اپنے عقائد کی اشاعت بغیر کسی میل ملاوٹ کے کی ہے"۔

"اس دنیا کے غلام بادشاہ نے جس کے مذہبی عقائد کوئی حیثیت نہیں رکھتے، اپنی ذاتی مصلحتوں اور عیسائی اور بت پرستوں کی منفعتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ان دونوں جماعتوں کا ایک آمیزہ تیار کر دیا۔ تعجب تو یہ ہے کہ پختہ عقیدہ عیسائیوں نے بھی اس کی مخالفت نہیں کی۔ بلکہ الٹا یہ سمجھنے لگے کہ اگر جدید مذہب کو پرانی بت پرستی سے غذا ملتی رہی تو یہ خوب پھل پھول جائے گا اور آخر کار عیسائی بت پرستی سے چھٹکارہ پالیں گے"۔ [1]

صحیح عقیدے میں جو بگاڑ قرون وسطیٰ میں پیدا ہوا۔ اس کے ثبوت کے لیے مغربی عیسائی کی یہ ایک شہادت ہی کافی ہے۔

ہم چاہتے ہیں کہ بغیر تفصیل میں جائے ہوئے قرون وسطیٰ کی اس جاہلیت کے چند "بگاڑ" واضح کر دیں۔ حالانکہ لوگوں کا خیال ہے کہ اس کی اس وقت کی زندگی مذہب کے زیر سایہ گذر رہی تھی۔ مسیحیت میں بھی اللہ کے تمام ادیان کی طرح عقیدہ بھی تھا اور شریعت بھی۔ انجیل میں زیادہ تفصیلات نہیں تھیں۔ بلکہ تورات کو بنیاد بنا کر بعض احکام میں تھوڑا بہت تغیر و تبدل کر دیا گیا تھا۔

وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَلِأُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ	انجیل تصدیق کرنے والی ہے۔ اپنے سے پہلی کتاب تورات کی اور تاکہ میں حلال کر دوں بعض ان چیزوں کو جو تم پر حرام کر دی گئی تھیں۔

---

[1] "مسلمانوں کے زوال سے دنیا کو کیا نقصان پہنچا"، مولانا ابوالحسن علی الندوی

Marfat.com

بہرکیف مسیحیت نے چند قوانین میں تبدیلی کے بعد تورات ہی کو نافذ کر دیا تھا۔
لیکن جو کچھ درحقیقت ہوا۔ اس میں روح مذہبی قطعاً نہ تھی۔ باوجودیکہ قرون وسطیٰ کے یورپ میں کلیسا کو زبردست اقتدار حاصل تھا۔ پھر بھی قانون الٰہی صرف شخصی احوال ہی میں نافذالعمل تھا۔ رہ گیا زندگی کا بڑا حصہ تو اس میں الٰہی قانون کے بجائے رومی قانون چلتا تھا۔ اگر آپ کا جی چاہے تو کہہ دیجئے کہ قدیم رومی جاہلیت کی حاکمیت تھی۔

لوگوں کے ذہنوں پر مذہب کا غلبہ ہونے کے باوجود، یورپ میں پائی جانے والی یہ دین و دنیا کی آویزش قرون وسطیٰ کی جاہلیت کی سنگین علامت ہے۔

سوسائٹی میں کلیسا کے اثرات بڑے گہرے اور دُور رس تھے اور لوگوں کے ذہن کلیسا کی عظمت سے مرعوب تھے۔ اس کے باوجود بھی زندگی کے سارے معاملات رومی قانون ہی سے طے کیئے جاتے تھے اور اس طرح کلیسا نے اپنے اس غلط طرزِ عمل سے یونانی قانون کے توسع اور ہمہ گیری کے لیئے خاصے مواقع مہیا کر دیئے تھے۔ دین و دنیا کی دوئی ان کے ذہنوں پر اس قدر چھائی ہوئی تھی کہ کاہنوں نے دنیا دوسروں کے حصہ میں چھوڑ کر آسمانوں کی بادشاہت اپنے حصہ میں لگا لی تھی۔ جنت میں وہی داخل ہو سکتا تھا۔ جسے کاہنوں کی خوشنودی حاصل ہو۔ باقی سب محروم خیال کیے جاتے تھے۔

کلیسا کی گرفت معاشرے پر اتنی سخت تھی کہ اس نے دولت کے ساتھ ساتھ لوگوں کی عقل و روح پر بھی ٹیکس لگا رکھے تھے۔ لوگوں سے عشر و تاوان لیا جاتا۔ انہیں مجبور کیا جاتا کہ وہ کلیسا کی زمینوں میں مفت کام کریں اور ان لشکروں میں جبری بھرتی ہو جائیں۔ جو کلیسا کے خلاف بغاوت کرنے والے بادشاہوں سے جنگ کیا کرتے تھے۔ کیا یہ انسانوں پر انسانوں کی حاکمیت نہ تھی؟ جب مقدس کاہن کسی راستے سے گزرتے تو لوگ ان کے سامنے سجدہ ریز ہو جاتے۔ کیا یہ انسانوں پر انسانوں کی بادشاہت نہ تھی۔ کلیسا کے پاس کچھ بے بنیاد علمی مفروضے تھے۔ جنہیں وہ لوگوں کے ذہنوں میں ٹھونسا کرتا تھا اور جس نے ان مفروضات کے خلاف آواز اٹھائی۔ اسے پھانسی پر چڑھا دیا گیا۔ چنانچہ جیروانو۔ برونو۔ کوپرنیکس اور گیلیلیو نے ان بوسیدہ نظریات کو علمی انداز میں غلط ثابت کر دیا تو کلیسا نے ان مفکرین کو انتہائی سخت سزائیں دیں۔

مذہب کے نام پر جو جاہلیت قائم ہوئی تھی۔ اس نے اسی پر بس نہیں کیا۔ بلکہ اپنی جاہلیت میں کافی دُور تک چلی گئی۔ دیر اور خانقاہیں جو رہبانیت اور عبادت کے نام پر قائم کی گئی تھیں وہ بُرائیوں کے اڈے بن کر رہ گئیں جس میں خود راہب اور راہبات ہر قسم کے اخلاقی جرائم کا ارتکاب کرتے تھے۔

وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ إِلَّا ابْتِغَاءَ رِضْوَانِ اللَّهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا

اور رہبانیت جو انہوں نے ایجاد کر لی تھی وہ ہم نے ان پر فرض نہ کی تھی۔ مگر اللہ کی رضامندی کے لیے۔ لیکن انہوں نے اس کی پوری پوری رعایت نہ کی۔ (سورہ حدید۔ ۲۷)

بالآخر تاریخ کے مشہور اور مضحکہ خیز مغفرت کے قصے بھی جاری ہوئے۔ جس نے دین کو ایک مذاق بنا کر رکھ دیا۔

یہ تھے قرون وسطیٰ کی جاہلیت کے چند بگاڑ جو یورپ میں مذہب کے نام پر وجود میں آئی تھی۔ جاہلیت جدیدہ ان سب جاہلیتوں کا مجموعہ ہے۔ بلکہ اس مجموعہ میں مزید اضافہ ہو گیا ہے۔ آنے والے ابواب میں جاہلیت جدیدہ کے نقوش کو اچھی طرح واضح کیا جائے گا۔ یہاں صرف اس کی تاریخی حیثیت پر روشنی ڈالنا مقصود ہے۔

یورپ کی نشاۃ ثانیہ کی بنیادیں، فرض کر لیجئے کہ مذہب دشمن نہ تھیں۔ لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان کا مذہب سے دُور کا بھی واسطہ نہیں تھا!

اور ایسا ہونا دراصل یورپ کے حالات کے مطابق بھی تھا!

قرون وسطیٰ میں یورپ اور اسلام میں صلیبی جنگیں ہوئیں؛

باوجودیکہ اس وقت کا یورپ پوری طرح مسیحی نہ تھا۔ لیکن پھر بھی اسلام کے مقابلہ کے لیے تمام یورپ امڈ پڑا۔ اور ان جنگوں میں انہوں نے اکثر و بیشتر وحشت و بربریت کا ثبوت دیا۔ تعصب بذات خود غلط دینداری کی دلیل ہے۔ کیونکہ صحیح دیندار تعصب کی بجائے اللہ کی دی ہوئی ہدایت پر چلتا ہے۔

خواہ کچھ بھی ہو۔ یورپ کو اسلام سے ٹکراؤ کے وقت اللہ کے دین کے اپنانے کا جو ایک موقع

Marfat.com

انسانیت ہمیشہ سے ہی تغیر پذیر رہی ہے۔ تغیر اس معنی میں بھی ہوا کہ انسان ہمیشہ خوب سے خوب تر کی طرف رواں دواں رہا ہے اور تغیر پذیری کی یہ صورت بھی وجود میں آئی کہ انسان اللہ کی ہدایت سے روگرداں اور اس کی بتائی ہوئی صراط مستقیم سے ہٹتا چلا گیا۔[1] تغیر کی یہ دونوں صورتیں ہمیشہ معاشرے کی علمی اور مادی ترقیات کے مناسب اور سوسائٹی کی اجتماعی اور اقتصادی زندگی سے متوازن اور پیوستہ رہی ہیں۔ لیکن ان تغیرات کے باوجود انسانیت کے سامنے ہمیشہ یہی راستے رہے ہیں —— ہدایت اور گمراہی —— اسلام اور جاہلیت!

بہرکیف بتانا یہ مقصود ہے کہ جاہلیت زمان و مکان کی بندشوں میں جکڑی ہوئی نہیں ہے۔ بلکہ وہ کسی وقت اور کسی بھی جگہ رونما ہو سکتی ہے اور جاہلیت کے وجود کے لیے یہ بھی ضروری نہیں کہ جس معاشرے کی بنیادیں جاہلیت پر استوار ہوں۔ اس معاشرے میں سرے سے علم و فن اور تہذیب و تمدن کا وجود ہی نہ ہو۔

یہ سمجھ لیجئے کہ ہدایت پوری کی پوری ایک جوہر ہے اور جاہلیت پوری کی پوری ایک جوہر ہے۔ یہ ضرور ہے کہ ہدایت اور جاہلیت دونوں ہی انسانوں کے تغیر کے ساتھ تغیر پذیر ہوتی رہتی ہیں اور معاشرتی ارتقاء کے ساتھ ساتھ ارتقاء کی طرف گامزن رہتی ہیں۔

ہدایت نام ہے اللہ کی معرفت اور اس کی اتباع کا۔

جاہلیت نام ہے اللہ کو نہ پہچاننے اور اس کی ہدایت سے دور ہونے کا۔

اقتصادیات، اجتماعیات، سیاسیات اور علم و فن، نیز انسانی عقل اور گرد و پیش کے لحاظ سے ہدایت اور جاہلیت دونوں ہی کی صورتیں نوع بہ نوع ہوتی ہیں۔ ساتھ ہی یہ صورتیں انسانی زندگی کے نظم و نسق اور اس کے مختلف گوشوں سے مرتبط بھی ہوتی ہیں۔

اقتصادیات ہو یا اجتماعیات، سیاسیات ہو یا علم و فن ان میں سے کوئی بھی اپنے ہمیشہ بدلتے ہوئے حالات میں ان دو کیفیتوں سے کبھی خالی نہیں ہوتے۔ ہدایت اور گمراہی —— جاہلیت اور اسلام!

اب یہ بات وضاحت سے سامنے آگئی کہ جاہلیت کا انسان کی کسی خاص معاشرتی

---

[1] "انسانی زندگی میں جمود و ارتقاء"

Marfat.com

کیفیت اور تاریخ کی کسی مخصوص صورت حال سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ جاہلیت تغیر کی ہر شکل اور ارتقاء کے ہر دور میں پائی جا سکتی ہے۔

اس کتاب میں تمام تاریخ کی ورق گردانی تو ناممکن ہے۔ البتہ ہم چند مثالیں بیان کریں گے۔ جس سے وہ حقیقت بھی واضح ہو جائے گی جسے جاہلیت جدیدہ نے جان بوجھ کر اس لئے نظر انداز کر دیا ہے تاکہ انسان کی عملی زندگی کا رشتہ اللہ سے منقطع ہو جائے۔

اللہ کا جو بھی دین اس دنیا میں آیا ہے۔ وہ ضابطۂ حیات بن کر آیا ہے۔ دین نے عقیدہ اور وجدان کے بارے میں بھی گفتگو کی اور عمل کی صراط مستقیم بھی بتائی۔ دین ہمیشہ اجتماعیات اقتصادیات اور سیاسیات، غرض زندگی کے تمام پہلوؤں پر حاوی رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جاہلیت جدیدہ نے اپنا سارا زور دین و دنیا کی دوئی اور تفریق پر خرچ کر دیا، تاکہ دین عملی دنیا میں بے اثر ہو کر رہ جائے۔

تمام ادیان میں صرف ایک عقیدے کا پرچار کیا گیا کہ اللہ ایک ہے اور اللہ ہی معبود ہے — عبادت کے مختلف طریقے تو متعین کیئے جاتے رہے۔ لیکن بنیادی عقیدے میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔

مگر اللہ کی شریعت اور اللہ کا قانون، انسانیت کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ ترقی پذیر رہا۔ یہاں تک کہ اللہ کا قانون اپنی آخر صورت میں مکمل ہو گیا۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ	آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے۔ تمہارے
وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ	اوپر اپنی پوری نعمتیں اتار دی ہیں، اور
وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا	تمہارے لیے اسلام کو دین پسند کر لیا ہے۔
	(سورۂ مائدہ ۔۳)

تاریخ کے تمام ادوار میں ہدایت اور جاہلیت شانہ بشانہ چلتے رہے ہیں جب بھی

Marfat.com

کبھی اللہ نے کوئی رسول بھیجا۔ اور اس پر اللہ کی وحی نازل ہوئی تو ہمیشہ یہی ہوا کہ کچھ لوگوں نے ہدایت کو قبول کر لیا اور جاہلی نظام زندگی کو چھوڑ کر اللہ کی ہدایت کا مقررہ کردہ نظام اپنی زندگیوں میں نافذ کر لیا اور کچھ لوگوں نے اللہ کی ہدایت سے روگردانی کی اور بدستور جاہلی نظام زندگی سے چمٹے رہے۔ ..... اس طرح ہدایت اور جاہلیت دونوں ہی اپنے مخصوص حالات سے بندھے ہوئے اور اپنے خاص ماحول کے مطابق رہے ہیں۔

وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ قَدْ جَاءَتْكُم بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ فَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوعِدُونَ وَتَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِهِ وَتَبْغُونَهَا عِوَجًا وَاذْكُرُوا إِذْ كُنتُمْ قَلِيلًا فَكَثَّرَكُمْ وَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ

اور مدین والوں کی طرف ہم نے ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔ اس نے کہا اے برادران قوم اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی خدا نہیں ہے تمہارے پاس تمہارے رب کی صاف رہنمائی آ گئی ہے۔ لہٰذا وزن اور پیمانے پورے کرو لوگوں کو ان کی چیزوں میں گھاٹا نہ دو اور زمین میں فساد برپا نہ کرو۔ جب کہ اس کی اصلاح ہو چکی ہے۔ اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔ اگر تم واقعی مومن ہو اور (زندگی کے ہر راستے پر) رہزن بن کر نہ بیٹھ جاؤ کہ لوگوں کو خوفزدہ کرنے اور ایمان والوں کو اللہ کے راستے سے روکنے لگو اور سیدھی راہ کو ٹیڑھا کرنے کے درپے ہو جاؤ۔ یاد کرو وہ زمانہ جب کہ تم تھوڑے تھے۔ پھر اللہ نے تمہیں بہت کر دیا اور آنکھیں کھول کر دیکھو کہ دنیا میں مفسدوں کا کیا انجام ہوا ہے۔

(سورۂ اعراف ۸۵-۸۶)

یہ حضرت شعیب کا اپنی قوم کے لئے پیغام ہے جس میں عقیدہ بھی ہے اور شریعت بھی

Marfat.com

عقیدہ بغیر کسی تبدیلی کے اپنی جگہ پر قائم ہے کہ اللہ کی عبادت کرو۔ تمہارا اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے اور شریعت کو تفصیل سے بیان کیا گیا۔ چنانچہ اقتصادی اصول بتاتے ہوئے فرمایا: "وزن اور پیمانے پورے کرو اور لوگوں کو ان کی چیزوں میں گھاٹا نہ دو"۔ اجتماعی اور سیاسی اصول بتاتے ہوئے فرمایا: "اور زمین میں فساد برپا نہ کرو۔ جب کہ اس کی اصلاح ہو چکی ہے۔ اور (زندگی کے ہر راستے پر) رہزن بن کر نہ بیٹھ جاؤ کہ لوگوں کو خوف زدہ کرنے اور ایمان والوں کو اللہ کے راستے سے روکنے لگو"۔

یہ تمام اصول اس اقتصادی، اجتماعی اور سیاسی نظام سے ہم آہنگ تھے جس میں وہ زندگی گزار رہے تھے۔

بعینہٖ اسی نظام اور اسی ماحول میں کچھ اللہ کے بندوں نے اپنی اقتصادی، اجتماعی اور سیاسی زندگی کو اللہ کی شریعت کے مطابق تشکیل کر لیا تھا چنانچہ وہ مومن کہلائے اور اس معنی میں سلطان کہلائے جو لفظ کے حقیقی معنی ہیں۔

اور حضرت شعیبؑ ہی کی قوم کے کچھ افراد نے اللہ کی ہدایت کے مطابق اپنی زندگی کی تشکیلِ نو کرنے سے انکار کر دیا۔ تو وہ بدستور جاہلیت ہی میں رہے۔

گویا اسلام اور جاہلیت دونوں کا نظام زندگی معاشرے اور ماحول کے اس معیار کے مطابق تھا۔ جس میں وہ لوگ زندگی گزار رہے تھے۔

حضرت شعیبؑ کے بعد حضرت موسیٰؑ تشریف لائے۔ حضرت موسیٰؑ کو ہدایت اور نور والی کتاب تورات عطا کی گئی۔ اس میں بھی وہی کبھی نہ تبدیل ہونے والا عقیدہ تھا کہ "اللہ کی عبادت کرو۔ تمہارا اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے"۔ اور ساتھ ہی اس وقت کے انسان کے ارتقاء کے مطابق شریعت بھی تھی کہ کس طرح سوسائٹی اور حکومت کو منظم کیا جائے۔ اقتصادی، اجتماعی اور سیاسی اصول کیا ہونے چاہئیں؟ لین دین، نکاح و طلاق، اور جرم و سزا کے کیا قانون ہیں؟

اسی مخصوص ماحول اور اسی خاص سوسائٹی میں کے کچھ بندے نے اپنی اقتصادی، اجتماعی اور سیاسی زندگی کو اللہ کے قانون کے مطابق بنا کر مؤمن اور مسلمان ہو گئے اور خود موسیٰؑ کی

Marfat.com

ہاتھ آیا تھا۔ اس نے اس سے فائدہ نہ اٹھایا۔ بلکہ اپنی جاہلیت میں سرتا پا ڈوبا رہا۔
اس حد تک آکے بھی بات ختم نہیں ہوتی۔ . . .
کچھ محرکات گاڑی کو دھکیل رہے ہیں۔ لیکن آخر کون سے راستے پر؟
صلیبیوں اور مسلمانوں کا ٹکراؤ درحقیقت مغرب میں بنیادی تبدیلی کی پیش بندی تھا۔ جیسا کہ مغرب اور اندلس میں مسلمانوں اور یورپ کے لوگوں کی آمیزش نے یورپ کی تاریخ میں بنیادی کردار ادا کیا ہے۔

بریولٹ اپنی کتاب انسانیت کی تعمیر میں لکھتا ہے:

"جدید دنیا پر عربی تہذیب (اسلامی تہذیب مراد ہے۔ جیسا کہ مصنف نے آگے چل کر خود وضاحت کی ہے[1]) کا سب سے بڑا احسان علم ہے۔ لیکن اس کے نتائج کافی بعد میں رونما ہوئے۔ جس عظیم جینئس نے اسپین میں عربی تہذیب کو جنم دیا تھا وہ ایک طویل وقت گذارنے کے بعد اپنے شباب کو پہنچی اور تنہا علم ہی نے یورپ کو حیات نو عطا نہیں کی۔ بلکہ اسلامی تہذیب کے اور بھی بہت سے مؤثرات کارفرما تھے۔ جس اسلامی تہذیب نے اپنے افق کی پہلی کرنیں یورپ پر ڈالیں۔ یورپ کی ترقی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے۔ جو اسلامی تہذیب سے متاثر ہوئے بغیر رہ گیا ہو۔ بلکہ اسلامی تہذیب نے تو کچھ ایسے محرکات بھی فراہم کئے ہیں۔ جس نے جدید دنیا کی اصل اور ممتاز ترین قوت عطا کی ہے۔ یعنی علوم طبیعیہ اور علمی بحث کی روح۔"

صلیبی جنگوں میں مسلمانوں سے معاندانہ ٹکراؤ اور اسپین میں مسلمانوں سے مصالحانہ میل جول کا نتیجہ یورپ کی نشاۃ ثانیہ کی شکل میں ظاہر ہوا لیکن بجائے اس کے کہ یہ نشاۃ اللہ کے راستے پر چلتی جو درحقیقت اسلامی تہذیب کی بنیاد تھی —— اس نے نہایت تندہی سے اسلام کا مقابلہ شروع کر دیا اور ساتھ ہی مذہب اور عقیدے کی آمیزش بھی شروع ہو گئی۔

---

[1] تاریخ کسی عربی تہذیب سے واقف نہیں ہے۔ نہ کسی اسلامی تہذیب تو وہ عربی نہ تھی بلکہ یہ ادارت وہ اسلامی تہذیب تھی۔ اس پر اسلام کی مہر تھی۔ عرب کی نشانی نہ تھی۔ زیادہ سے زیادہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسلامی تہذیب میں جہاں اور بہت سی قوموں کا حصہ تھا وہاں عرب بھی حصہ دار تھے۔

اسلام سے جنگ (جو صلیبی جنگوں میں اپنی انتہا کو پہنچ گئی) کی بنیاد ایک احمقانہ تعصب کے سوا کچھ نہ تھی۔ البتہ دین سے جنگ کا جذبہ خود کلیسا کی حماقتوں کا نتیجہ تھا۔

کلیسا چاہتا تھا کہ لوگ جہالت میں مبتلا رہیں۔ اس لئے کہ اگر عوام نے علم حاصل کر لیا، اور انہیں یہ معلوم ہو گیا کہ کلیسا کے پاس صرف دیو مالا اور صنمیات ہیں تو ظاہر ہے کہ لوگ کلیسا کی قیادت تسلیم نہ کریں گے۔ چنانچہ کلیسا عوام کو علم سے دُور رکھنے کی کوششوں میں خود علم سے برسرِ پیکار ہو گیا۔

آزادی ظالم حکمران کے لیے ہمیشہ خطرناک رہی ہے۔ اگر عوام ایک دفعہ آزادی کا مزا چکھ لیں۔ تو وہ کبھی بھی غلامی نہیں برداشت کر سکتے۔ خواہ وہ غلامی مذہب کے نام پر کیوں نہ ہو۔ چنانچہ کلیسا اپنی ظالم حاکمیت برقرار رکھنے کے لیے شجرِ آزادی کو جڑ سے اکھاڑنے کی کوششوں میں لگا رہا۔ کلیسا میں ہر قسم کے گناہ ہوتے تھے۔ لیکن عوام سے وہ زہد و تقویٰ کا مطالبہ کرتے تھے۔

ان سب مظالم اور عوام کو کچلنے والی جاگیرداری کے ساتھ ساتھ عوام پر تاوان اور عشور کا بوجھ بھی تھا۔

ظاہر ہے ایسی صورت میں جو بھی نشاۃ ثانیہ ہو۔ وہ ایسے دین سے دُور رہ کر ہی ہو سکتی ہے اگرچہ دین دشمنی کی بنیادوں پر نہ ہو۔ اور یہی درحقیقت ہُوا بھی۔

نشاۃ ثانیہ غیر دینی (SECULAR) بنیادوں پر ہوئی اور آہستہ آہستہ دین اور عقیدے سے بالکل دور ہوتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ مسیحیت سے پہلے کی یونانی اور رومی میراث کی طرف پلٹ آئی۔ یعنی جاہلیت جدیدہ تاریک دَور سے پہلے کی دو بڑی جاہلیتوں کی طرف پلٹ گئی۔ اور سمجھا یہ گیا کہ ہم تاریکی سے روشنی میں آ گئے۔

اور درحقیقت تھی بھی روشنی جو عالم اسلام سے تاریک یورپ پر چمکی تھی۔ اس روشنی نے ان کی عقلوں کو خرافات سے چھٹکارا دلایا اور وہ کنیسہ کی ذلیل اور ظالم پادشاہت سے نجات پا کر آزادی کی طرف رواں دواں ہو گئے۔

لیکن یورپ نے یہ روشنی صحیح بنیادوں پر حاصل نہیں کی اور نہ ہی صحیح ہدایت سے وابستہ ہوئے۔ اور نہ اس اسلام کے راستے پر چلے جس سے یہ نور حاصل کیا تھا۔

یورپ تو اپنے ان معلمین سے بھی بدل گیا۔ جن سے علم حاصل کیا تھا انہی معلمین کو اندلس سے

نکالنے اور اندلس کو اپنی ظالم بادشاہت میں شامل کرنے کے لیے مسلمانوں کے خلاف تحقیقاتی عدالتیں قائم کی گئیں۔

یورپ نے مسلمانوں سے علم سیکھا۔ تہذیب سیکھی اور نظریۂ آزادی حاصل کیا۔

مسلمانوں سے تجربی علوم حاصل کیے اور ان پر اپنی نشاۃ ثانیہ کی بنیاد رکھی۔

یورپ نے مسلمانوں سے ایک قوم بننا سیکھا۔ جب کہ ان کے یہاں علیحدہ علیحدہ جاگیرداریاں ہوتی تھیں اور ہر جاگیرداری اپنی جگہ پر ایک سرکش اور باغی طاقت ہوتی تھی۔ ہر قسم کے فتوی اور عدالتی فیصلے من مانی ہوتے تھے اور ہر جاگیردار اپنی جاگیر میں غلاموں کا اللہ اور رب الارباب بنا بیٹھا تھا

یورپ نے مسلمانوں سے آزادی کا سبق سیکھ کر انسان کی ذات اور اس کی شخصیت کو دم گھونٹنے والی آزادی سے نجات دلائی۔

لیکن ان سب باتوں کے باوجود رہی جاہلیت ہی! کیونکہ اس نے اللہ کی ہدایت کو نہیں مانا اور جو روشنی اس نے عالم اسلام سے حاصل کی تھی اس کا بھی رشتہ قدیم یونانی اور رومی جاہلیتوں سے ملا دیا — بہر کیف یورپ کے ہاتھ سے اللہ کی ہدایت کو اپنانے کا موقعہ جاتا رہا۔

یورپ نے علم و تمدن اور آزادی حاصل کی اور ایک بلند اور عظیم تہذیب کی بنیاد رکھی لیکن یہ ساری تہذیب انہی ستونوں پر آ رہی جو اسے سہارا دے رہے تھے!

یہ پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے کہ جاہلیت علم، تہذیب و تمدن اور مادی ترقیات کے بالکل خلاف نہیں ہے کیونکہ یہ سب باتیں موجود ہوتی ہیں اور قومیں پھر بھی جاہلیت کے اندھیروں میں بھٹکتی ہوتی ہیں!

یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ جاہلیت میں کچھ فائدہ مند باتیں بھی ہوتی ہیں لیکن بہر حال ان سے جاہلیت کی تاریکی چھٹ نہیں جاتی اور نہ ہی جاہلیت ہلاکت اور تباہی سے بچتی ہے!

ہم بات کو جلد ختم کرنا نہیں چاہتے۔ بلکہ ہم تو تاریخ کے ساتھ ساتھ چلنا چاہتے ہیں۔

Marfat.com

انسانی سرشت ایک ایسی وحدت ہے جسے عقیدہ اور واقعیت میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔
انسانی زندگی بھی ایک ایسی وحدت ہے جو تصوّر اور عمل میں نہیں بٹ سکتی۔
اور اسی طرح اللہ کا نازل کردہ دین بھی ایک وحدت ہے۔ جس میں عقیدہ قانون زندگی سے اور وجدان حیات واقعی سے جُدا نہیں ہو سکتے۔

جس وقت تحریکِ اصلاحِ مذہب کام کر رہی تھی۔ عین اسی وقت سرمایہ داری غیر دینی بنیادوں پر دنیا میں انقلابات برپا کر رہی تھی۔ سرمایہ داری کی بنیادیں سُود، دھوکہ اور فریب تھیں محنت کشوں پر بے انتہا مظالم ہو رہے تھے اور ان کا خون چوسا جا رہا تھا اور دینی مصلحین وجدان کی اصلاح کے چکر میں پڑے ہوئے تھے۔

خیر یہ تو جو کچھ ہُوا سو ہُوا۔ لیکن مذہب اور زندگی کی دوری یورپ میں صدیوں چلتی رہی۔ مگر تاریخ کا مطالعہ کرنے والا اس بات کو محسوس کرنے میں غلطی نہیں کرے گا کہ زندگی کے تمام معاملات میں لادینی رجحانات ہی غالب طاقت تھے اور انہی رجحانات کے ماتحت یورپ آہستہ آہستہ دین سے دُور ہوتا چلا گیا۔

یہ تبدیلی بڑی آہستہ آہستہ آتی رہی۔ حتیٰ کہ انیسویں صدی اپنے دامن میں یورپ کی تاریخ کے عظیم ترین واقعات لیئے ہُوئے آگئی۔

خاص طور پر دو واقعات نے تاریخ کا رُخ موڑ کر رکھ دیا۔

ڈارونیت ——— اور ——— صنعتی انقلاب

کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ڈارونیت اور صنعتی انقلاب میں قرونِ وسطیٰ کی باقی ماندہ عمارت ڈھانے کے بارے میں کوئی سمجھوتہ ہو گیا ہو ——— یا یہ کہہ لیجیے کہ دونوں ہی قرونِ وسطیٰ کی جاہلیت کے آثار مٹا کر ایک نئی بلند و بالا۔ جدید جاہلیت کی تعمیر میں لگ گئے۔

ڈارونیت نے افکار و نظریات کی دنیا میں تہلکہ مچا دیا اور صنعتی انقلاب نے عملی دنیا میں عقیدے کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔

مذہب سے دُوری اچانک رونما نہیں ہوئی۔ کیونکہ یہ انسانی فطرت کے خلاف ہے۔ انسانی نفوس میں تبدیلی بہت ہی آہستہ آہستہ رونما ہوتی ہے۔ اور اگر یہ تبدیلی ایک ایک فرد میں علیحدہ علیحدہ

Marfat.com

آ رہی ہو تو رفتار تبدیلی اور بھی سست ہوتی ہے۔ کیونکہ جماعتی ہم آہنگی افکار و مشاعر کو تیز رفتار گراوٹ سے بچاتی ہے اور ہر نئے خیال کے لیے ایک قسم کی روک ثابت ہوتی ہے۔

اس سے بحث نہیں کہ سوسائٹی کی عمارت خیر پر قائم ہے یا شر پر!؟

یہی وجہ ہے کہ یورپ صدیوں تک مسیحی بھی رہا اور بت پرست بھی!

سا نشاۃ ثانیہ نے یونانی اور رومی جاہلیتوں سے استفادہ کیا اور جو مواد اسلامی تہذیب اور اسلامی علوم سے حاصل ہوا۔ اس کا رُخ بھی انہی جاہلیتوں کی طرف کر دیا۔

سا اگرچہ عقیدہ لوگوں کے دلوں میں پیوست تھا۔ جس کی بنا پر وہ لوگوں کی ذاتی زندگی اور زندگی کے بعض گوشوں میں مؤثر کردار بھی ادا کر رہا تھا لیکن پھر بھی آہستہ آہستہ زندگی کے ایسے معنی و مفہوم چھاتے جا رہے تھے جن کا مذہب سے کوئی تعلق نہ تھا بلکہ اس کے برعکس تھے۔

اسی دوئی کے سائے تلے تحریکِ اصلاح مذہب پروان چڑھی۔ یہ تحریک مذہب کو برائیوں سے پاک کر کے زندگی میں اس کے اثرات زیادہ سے زیادہ بڑھانا چاہتی تھی لیکن ایسا ہونا ممکن نہ تھا اور نہ ہی فی الحقیقت ایسا ہوا۔ کیونکہ مصلحین کا ذہن خود بھی مذہب اور زندگی کی دوئی اور تفریق سے خالی نہ تھا۔ وہ خود بھی یہی سمجھ رہے تھے کہ نماز تو کلیسا کی ہے لیکن زندگی کے معاملات میں اللہ کے قانون کے سوا کسی بھی قانون کی حکمرانی ہو سکتی ہے۔

اور سب سے بڑی وجہ یہ کہ تحریک اصلاح مذہب کا اصلی محرک مذہبی نہ تھا۔ بلکہ قومی تھا۔ سارا مدعا یہ تھا کہ اگر ہمارا کنبہ رومن کنبہ سے علیحدہ ہو جائے تو ہماری جداگانہ قومیت واضح ہو جائے گی اور یہ بات بجائے خود عقیدے کے خلاف ہے۔ کیونکہ عقیدہ تو لوگوں کو اللہ کی وحدت کی بنیاد پر جمع کرتا ہے۔ رنگ و نسل کی بنیاد پر انسانیت کو پارہ پارہ نہیں کرتا۔

ڈارون ۱۸۰۹ء میں پیدا ہوا۔ ۱۸۵۹ء میں اس نے اپنی کتاب 'اصل انواع' اور ۱۸۷۱ء میں 'اصلی انسان' شائع کی۔

اس کے بعد پے در پے عقیدے اور فکر کی دنیا میں حوادث رونما ہونے لگے۔

اور — بوتل میں جو جن بند تھا وہ آزاد ہو گیا اور یہ جن تھا —

فلسفۂ ارتقاء —!!

Marfat.com

ظالم جن جس نے اپنے راستے میں آنے والی ہر شے کو توڑ پھوڑ کر مٹا دیا۔

میں نے اپنی کتاب "جمود و ارتقاء" میں اس ٹکراؤ کا ذکر کیا ہے جو ڈارونیت نے عقیدے کی دنیا بلکہ سارے مغربی فکر میں برپا کر دیا تھا۔ تمام بحث کا تو یہاں دہرانا مشکل ہے صرف مختصر سا تذکرہ کیے دیتا ہوں۔

فلسفۂ ارتقاء جب ڈارون کے دارالمطالعہ سے نکل کر تعلیم یافتہ لوگوں اور عوام تک پہنچا تو ان کو کوئی بھی شئے ثابت نظر نہ آئی حتیٰ کہ اللہ کا وجود بھی فلسفۂ ارتقاء کی زد میں آگیا۔

کلیسا اور ڈارون کے درمیان زبردست جنگ چھڑ گئی۔ کلیسا نے ڈارون کو ملحد گردانا اور ڈارون نے کلیسا کو تنگ نظری اور جہالت کا طعنہ دیا۔ ابتداء میں عوام کلیسا کے ہمنوا رہے کیونکہ ایک تو مذہب کا چھوڑنا ان کے لیے مشکل تھا۔ دوسرے ڈارون نے انہیں ایک گندے کیڑے سے جا ملایا تھا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد عوام ڈارون سے مل گئے۔ کیونکہ اس کی تائید کر کے وہ اپنی گردنیں کلیسا سے چھڑا سکتے تھے۔

اس جنگ کا اختتام فلسفۂ ارتقاء کی فتح اور مذہب کی شکست پر ہوا۔

اسی دوران صنعتی انقلاب نے زمین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور سوسائٹی کی شکل بالکل توڑ کر رکھ دی۔ تاکہ نئی عمارت قائم کی جا سکے۔

ایسی عمارت جس کا عقیدے سے کوئی تعلق نہ ہو۔ جس کی ہر بات دین سے برسرِ پیکار ہو۔

سرمایہ داری نے دین کی وصیتوں کو ذلیل کرنے میں کوئی کسر باقی نہ چھوڑی، اس نے چوری بھی کی، لوٹا بھی اور قتل بھی کیا اور خون بھی بہائے۔ لوگوں کو ان کی سادہ زندگی سے دور لے گئی، تاکہ آسائشات کو فروخت کر کے مزید نفع حاصل کیا جا سکے۔ سرمایہ داری نے عورتوں کو ایک لقمہ کی تلاش میں گھروں سے نکالا اور اس ایک لقمہ کے عوض اس کے اخلاق کو برباد کیا۔ پھر انہیں مزدوروں کی ہڑتالیں ختم کرنے کا ذریعہ بنایا۔ کیونکہ مزدور سرمایہ داری کی غلامی، اور معمولی اُجرت پر اپنا خون پسینہ بہانے پر انتہائی ناخوش تھے۔ سرمایہ داری نے نوجوان مزدوروں کو ان کے گھروں سے دور کام پر لگایا اور ان کے اخلاق کو برباد کیا اور فحاشی کے ذریعے ان کی "مالی مشکل" کا حل پیش کیا۔

اسی طرح سرمایہ داری نے ہر عقیدہ اور ہر قسم کے اخلاق کو شکستہ کر دیا۔

یہ سارا قصہ ڈارونیت اور صنعتی انقلاب پر آکر ختم نہیں ہو گیا۔
کیونکہ پس منظر میں کچھ شیطان بھی موجود تھے۔

بین الاقوامی یہودی تحریک اپنے عظیم خواب کی تعبیر کو پورا کرنے کے لیے تیار تھی اس کا خواب تھا۔ تمام انسانوں پر یہودیوں کی حکومت ۔ ۔ ۔ ۔ غیر یہودیوں پر یہودیوں کی حکومت!

تالمود کہتی ہے کہ "غیر یہودی گدھوں کو اللہ نے اس لئے پیدا کیا ہے تاکہ اللہ کی پسندیدہ قوم ان پر سواری کرے۔"

اور یہودیوں کی خفیہ تعلیم کہتی ہے "غیر یہودیوں کی غفلت کے منتظر رہو اور جونہی ان گدھوں کو غافل دیکھو۔ فوراً دبوچ لو۔"

عالمی یہودی تحریک نے یورپ کی نشاۃ ثانیہ کے لادینی ہونے پر بڑی بغلیں بجائیں۔ کیونکہ نشاۃ ثانیہ کا لادینی بنیادوں پر قائم ہونا۔ درحقیقت مذہب کے خاتمہ کی پیش بندی تھی۔ مذہب ہی دراصل یہودی تحریک کا دشمن ہے۔ مذہب ہی ان شیطانوں کے مکر کا جواب ہے۔ ذرا مذہب کے بندھن ڈھیلے ہوئے اور شیطانوں کو گدھوں پر سواری کا موقع ملا۔!

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْغَاوِیْنَ	میرے بندوں پر تیرا بس نہیں چل سکتا۔ ہاں وہ لوگ جو گمراہی میں پڑ گئے۔ (سورۂ حجر ۴۲)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّهٗ لَیْسَ لَهٗ سُلْطَانٌ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ	شیطان کا ان لوگوں پر بس نہیں چلتا جو ایمان لائے اور جنہوں نے اپنے رب پر بھروسہ کیا (سورۂ نحل: ۱۰۰)

اور اللہ فرماتا ہے:

اِنَّمَا سُلْطَانُهٗ عَلَی الَّذِیْنَ یَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِکُوْنَ	شیطان کا بس ان لوگوں پر چل سکتا ہے، جو اس کو اپنا دوست بناتے ہیں اور جو اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں (سورۂ نحل ۹۹)

شیطان کی مددگار اور شیطان کی دوست عالمی یہودی تحریک موقع کی منتظر رہی حتیٰ کہ دو عظیم تاریخی واقعات نے اس کی مشکل حل کر دی: ڈارونیت اور صنعتی انقلاب۔

ہو سکتا ہے کہ ڈارون شیطان نہ ہو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا ارادہ انسانیت کے ساتھ برائی کرنے کا نہ ہو۔

ہو سکتا ہے کہ اس نے وہی باتیں بیان کی ہوں جن کو وہ صحیح خیال کرتا تھا۔ حالانکہ اس کے نظریئے میں بہت سی غلطیاں تھیں۔ جن سے خود جدید ڈارونیت نے پردہ اٹھایا ہے اگرچہ جدید ڈارونیت بھی انسان کی حیوانیت پر یقین رکھتی ہے اور یہ کہ علم نے انسان کو ایک مخصوص طبیعیاتی شخصیت دی ہے۔

ان تمام غلطیوں کے باوجود ہو سکتا ہے ان خیالات کی پیش کش میں اس کی نیت خراب نہ ہو۔

بہرکیف اس کی سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ اس نے اپنے تمام نظریات کو دین سے علیحدہ کر لیا۔ وہ کہتا ہے کہ "زندگی کے معنی میں اللہ کا دخل ایسا ہے جیسے کسی خالص میکانیکی ڈھانچے میں کوئی خلاف طبیعت عنصر آجائے۔" وہ کہتا ہے: "طبیعت ہر مسئلے کو پیدا کرتی ہے۔ اس کی قدرت کی کوئی حد نہیں ہے۔"

لیکن یہودی شیطانوں میں تمام خباثتیں بھری ہوئی تھیں اور وہ جان بوجھ کر انسان کی تباہی پر آمادہ تھے۔

یہودیوں کے پروٹوکل میں ہے: "ڈارون اگرچہ یہودی نہیں ہے۔ لیکن ہمیں معلوم ہے کہ ہمیں اس کی آراء کی اشاعت کر کے دین کا بھرم کس طرح ختم کرنا چاہیئے۔"

پروٹوکل میں ہے: "ہم نے ڈارون، مارکس اور نٹشے کی کامیابی کا پروگرام بنا لیا ہے کہ ہم کس طرح ان کے خیالات کی اشاعت کریں گے۔ اصل میں ان کے علوم سے غیر یہودی فکر میں جو اخلاقی گراوٹ رونما ہوگی۔ اسے ہم اچھی طرح جانتے ہیں۔"

عالمی یہودیت نے نظریۂ ارتقاء سے خوب اچھی طرح کام لیا اور اگر مغربی جاہلیت میں کوئی خوبی باقی رہ بھی گئی ہے تو وہ مارکس، فرائڈ اور ڈرکایم کے ہاتھوں ختم ہو جائے۔ یہ تینوں دین کا مذاق اڑاتے تھے اور اس کی شکل مسخ کر کے لوگوں کے سامنے پیش کرتے تھے۔

ڈرکایم کہتا ہے کہ مذہب غیر فطری امر ہے۔

مارکس نے کہا مذہب قوموں کی افیون ہے اور مذہب تو چند کہانیوں کا مجموعہ ہے جسے جاگیرداروں

Marfat.com

اور سرمایہ داروں نے عوام پر اپنی گرفت مضبوط رکھنے کے لیے گھڑا ہے اور اس طرح بے چارے عوام کو جنت کا لالچ دے کر انہیں زندگی کی محرومیوں سے غافل بنا دیا۔

فرائڈ کہتا ہے کہ مذہب انسان کی محرومی اور ناکامی کی پیداوار ہے۔ مذہب اس جنسی عشق کی پیداوار ہے جو لڑکا اپنی ماں سے کرتا ہے اور مذہب پیداوار ہے اس خواہش کی، جو لڑکے کو اپنے باپ کے قتل کی ہوتی ہے۔

بہر حال ان تینوں نے اخلاق کی بڑیں کھوکھلی کر دیں۔

ڈرکایم کہتا ہے کہ جرم خیالی چیز ہے اور نکاح فطرت کے خلاف ہے اور اخلاق کے بارے میں کسی نظام کے طور پر تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ ان تمام باتوں کا دارومدار سوسائٹی کی عقل پر ہے۔ جو کسی مقام پر نہیں ٹھہرتی۔

مارکس کہتا ہے کہ اخلاق اقتصادی صورت کا عکس ہے اور یہ صورت حال ہمیشہ بدلتی رہتی ہے۔ جس کی کوئی قیمت نہیں ہے۔

فرائڈ کہتا ہے کہ اخلاق ظلم کی نشانی اور انسانیت کے لیے سخت نقصان دہ ہے۔

یہ سازش اسی مرحلہ پر ختم نہیں ہو جاتی۔ بلکہ اس سازش نے عورت کو بھی گھر سے نکال دیا۔

مارکس نے کہا کہ عورتوں کو بھی کام کرنا پڑے گا

ڈرکایم نے کہا کہ شادی خلاف فطرت ہے۔

فرائڈ نے کہا کہ عورت کو اپنے جنسی وجود کی تکمیل کرنی چاہیے۔

یہودیت نے صرف نظریات میں تہلکہ مچانے پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ عمل کی دنیا میں بھی قدم رکھا۔ یہودیت نے جہاں ڈارون کے فلسفۂ اتفاق کو اس طرح کام میں لگایا کہ خود ڈارون کے بھی خواب خیال میں نہ ہوگا۔ وہاں اس نے صنعتی انقلاب کو بھی فساد کی راہ پر لگا دیا۔

سرمایہ داری خود یہودیوں کی شیطنت ہے۔ جس سے یہودیوں نے اپنے جذبۂ سود خواری کی تسکین کی۔

سرمایہ داری صرف نفع بخش اشیا پیش نہیں کرتی۔ بلکہ اس کا ایک کارنامہ سینما بھی ہے۔ جو دراصل یہودی ذہن کی پیداوار ہے۔ جس کا مقصد جنسی مناظر دکھا کر نئی نسل کو تباہ کرنا ہے۔

Marfat.com

غرض جتنے بھی لباس و زینت کے مراکز ہیں۔ ان کا مقصد یہی ہے کہ جس عورت کو ڈارون نے عمل کے لیے گھروں سے باہر نکالا تھا۔ اسے لوگوں کے لیے فتنہ بنا کر پیش کریں۔ تاکہ لوگوں کے دل اس فریب میں مبتلا ہو جائیں اور ان کے عقائد کے بندھن ڈھیلے پڑ جائیں۔

اور ساری دنیا ایک ایسا فحاشی کا اڈا بن جائے جس میں مرد و عورت گندی خواہشات کے سمندر میں گردنوں تک ڈوبے ہوئے ہوں۔

ٹھیک اسی وقت یہودی گدھوں پر کود سکیں گے اور اپنا عظیم شیطانی خواب پورا کر سکیں گے۔ جس خبیث خواب سے ان کی مقدس کتابیں بھری ہوئی ہیں۔

آخر کار جاہلیت ساری دنیا پر مسلط ہو گئی

یورپ جس میں جاہلیت کی نشو و نما گہری تاریخی بنیادوں پر ہوئی، وہ ہی پوری انسانیت پر حاکم ہے اور اسی کی جاہلی فکر تمام انسانوں پر چھائی ہوئی ہے۔

یونانی جاہلیت، رومی جاہلیت، قرون وسطی کی جاہلیت، ڈارونیت اور صنعتی انقلاب کے زیر سایہ ابھرنے والی مذہب دشمن جاہلیت۔ ان سب جاہلیتوں کے مجموعہ کا نام جاہلیت جدیدہ اور بیسویں صدی کی جاہلیت ہے۔

اور یہ جاہلیت یورپ تک محدود نہیں رہی۔ کیونکہ یورپ نے اپنی سامراجیت کے ساتھ جاہلیت کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچا دیا ہے۔ چنانچہ جاہلیت جدیدہ پوری دنیا پر چھا گئی ہے۔

جاہلیت کی تاریخ بیان کرنے کے بعد اب ہم جاہلیت جدیدہ کی علامات کا ذکر کرتے ہیں۔

Marfat.com

جاہلیّت جدیدہ کی علامات

تاریخ کی ہر جاہلیت میں کچھ ایسی مخصوص علامتیں ہوتی ہیں جو اسے دوسری جاہلیت سے ممتاز کرتی ہیں۔ یہ علامتیں درحقیقت اس سوسائٹی کی ہوتی ہیں جس میں وہ جاہلیت موجود ہوتی ہے یا اس اقتصادی، اجتماعی اور سیاسی صورت حال کی ہوتی ہیں۔ جس میں وہ جاہلیت گھری ہوئی ہوتی ہے اور کچھ ایسی بنیادی خصوصیات بھی ہوتی ہیں۔ جو تمام جاہلیتوں میں بطور قدر مشترک پائی جاتی ہیں اور مجموعی حیثیت سے جاہلیت کے لیے ایک واضح علامت بن جاتی ہیں۔

آنے والی دو فصلوں میں ہم جاہلیت جدیدہ کے اس بگاڑ کو واضح کریں گے۔ جو نظریات اور واقعات کی دنیا میں ظاہر ہوئے ہیں۔ لیکن اس سے پہلے ہم جاہلیت جدیدہ کی چند خصوصیات کا ذکر کریں گے۔ جس طرح ہم نے گزشتہ فصل میں یہ جائزہ لیا کہ جاہلیت جدیدہ کب پیدا ہوئی اور اس کا نمو و ارتقاء کس طرح ہوا۔

کوئی بھی جاہلیت اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتی۔

یہ سب سے بڑی مشترک خصوصیت ہے جو تمام جاہلیتوں میں پائی جاتی ہے بلکہ یہ وہ بنیاد ہے۔ جہاں سے جاہلیت ابھرتی ہے اور جس پر فکر و عمل کے سارے بگاڑ مرتب ہوتے ہیں صحیح عقیدہ وہ ہے جو انسان کو کائنات میں اس کے صحیح مقام عطا کرے۔ اس کی فطرت کو درست کرے۔ اس کی صحیح سمت متعین کرے۔ اس کو طریق مستقیم کی راہنمائی کرے۔ اس کے وجدان و سلوک میں ربط اور اس کے فکر و عمل میں ہم آہنگی پیدا کرے۔ پھر یہ تمام امور ایک مکمل حقیقت میں تو عقیدہ کا وجود ہے اور زندگی کا کوئی دوسرا حصہ عقیدے سے خالی ہے بلکہ فکر و عمل تصورات اور واقعات پر پوری طرح چھایا ہوا ہو۔ اس کے خلاف سوسائٹی کی ہر صورت [illegible]

Marfat.com

عقیدہ پایا جائے یا نہ پایا جائے ـــــ جاہلیت کی ایک شکل ہے اور سوسائٹی جاہلیت کے اس سارے بگاڑ کو بھگت کر رہے گی جو اس کا لازمی نتیجہ ہے۔ کیونکہ یہ اللہ کی سنت ہے۔

جاہل عرب اللہ کو پہچانتے تھے۔ اس کے وجود پر ایمان رکھتے تھے اور اس کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ لیکن یہ توجہ درست اور صحیح توجہ نہ تھی۔

جاہل عربوں کے بارے میں قرآن کریم فرماتا ہے:

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ۔

اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا تو وہ یقیناً کہیں گے کہ اللہ نے۔ (سورہ لقمان ۲۵)

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ

اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ خود انہیں کس نے پیدا کیا تو وہ کہیں گے اللہ نے۔ (سورۂ زخرف ۔ ۸۷)

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ

آپ فرما دیجئے کہ تمہیں آسمان اور زمین سے کون رزق دیتا ہے۔ کیا وہ جو کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے۔ کیا وہ مردہ کو زندہ سے اور زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے، اور کائنات کا انتظام کون کرتا ہے۔ وہ یقیناً کہیں گے کہ "اللہ"! (سورہ یونس ۔ ۳۱)

قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَا

آپ فرما دیجئے۔ زمین اور اس کی تمام اشیاء وحدت بن کر انسان کو صحیح سمت لے کر چلیں۔

اگر اس عقیدے میں ذرا سا بھی انحراف رونما ہوگا تو انسانیت کا ڈھانچہ اس طرح مضطرب ہو جائے گا۔ جیسے مقناطیسی سوئی لرز کے رہ جاتی ہے۔ انسانیت کا ایک ڈھانچہ ٹوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ انسان مضطرب ہو جائے گا اور اس کے فکر و عمل اور وجدان و سلوک میں ہم آہنگی ختم ہو جائے گی۔ پھر انسانیت میں نہ تو وہ وحدت پیدا ہو سکتی ہے اور نہ اسے امن و سکون نصیب

Marfat.com

ہو سکتا ہے۔ وہ امن و سکون جس سے انسان اسی وقت متمتع ہو سکتا ہے جب اس کا عقیدہ بھی صحیح ہو اور راستہ بھی صحیح ہو۔

جب عقیدے سے انحراف ہوا، جاہلیت آموجود ہوئی۔

جاہلیت دراصل اللہ کی عبادت سے انحراف ہے۔ کیونکہ عبادت انسان کے اس عقیدے کی تصویر ہے کہ زندگی کے ہر معاملہ میں اللہ ہی اس کا حاکم ہے۔

اللہ سے انحراف کے بعد انسان اضطراب اور تفریق کا شکار ہو جاتا ہے۔ اضطراب فکر میں بھی ہوتا ہے اور عمل میں بھی۔ اللہ اور بندے کا رشتہ بھی مضطرب ہو جاتا ہے۔ انسان اور کائنات، انسان اور زندگی، انسان اور انسان، غرض سارے ہی رشتے جاہلیت کے ہمہ گیر بگاڑ کا شکار ہو جاتے ہیں۔

جب کبھی تاریخ میں اللہ کی عبادت سے انحراف ہوا۔ اس کے نتیجہ میں ——

انسان کے آپس کے تعلقات اور اس کے فکر و نظر میں اضطراب نے ڈیرے ڈالے۔ عقیدہ ہی ان تمام امور کی تنظیم کرتا ہے۔ خواہ انسان اس بات کو محسوس کرے یا نہ کرے اس کا ارادہ ہو یا نہ ہو۔ اگر عقیدہ صحیح ہو گا تو پوری سوسائٹی کا ڈھانچہ درست اور مستقیم ہو گا اور اگر عقیدہ مضطرب ہو تو یہ اضطراب زندگی کے ہر گوشہ میں سرایت کر جاتے ہیں۔

دوسرے الفاظ میں یہ کہہ لیجئے کہ زمین پر اللہ کی عبادت اور اضطراب و بے چینی ایک ساتھ کبھی رونما نہیں ہوتے۔

بیشک کبھی کبھی عقیدہ پایا جاتا ہے۔ لیکن صرف عقیدے کا پایا جانا ہی کافی نہیں ہے بلکہ اس کا وجود انسانیت کا فعال محرک ہو اور پوری زندگی پر اثر انداز ہو۔ یہ نہیں کہ زندگی کے کسی حصہ میں تو عقیدہ موجود ہے اور [illegible] فکر و عمل تصورات اور واقعات پر پوری طرح چھایا ہوا ہو۔

اس کے خلاف سوسائٹی کی جو صورت [illegible] عقیدہ پایا جاتا ہے

پایا جائے۔ جاہلیت کی ایک شکل ہے اور سوسائٹی جاہلیت کے اس سارے بگاڑ کو بھگت کر کے رہے گی۔ جو اس کا لازمی نتیجہ ہے۔ کیونکہ یہ اللہ کی سنت ہے۔

جاہلی عرب اللہ کو پہچانتے تھے۔ اس کے وجود پر ایمان رکھتے تھے اور اس کی طرف متوجہ ہوتے تھے لیکن یہ توجہ درست اور صحیح توجہ نہ تھی۔

جاہلی عربوں کے بارے میں قرآن کریم فرماتا ہے۔

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ۔

اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمانوں اور زمینوں کو کس نے پیدا کیا۔ تو وہ یقیناً کہیں گے کہ 'اللہ' نے۔

(سورہ لقمان ۲۵)

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ۔

اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ خود انہیں کس پیدا کیا تو وہ کہیں گے 'اللہ' نے۔ (سورہ زخرف ۔ ۸۷)

قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمَّنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَنْ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ، فَسَيَقُولُونَ اللّٰهُ۔

آپ فرما دیجئے کہ تمہیں آسمان اور زمین سے کون رزق دیتا ہے۔ کیا وہ کانوں اور آنکھوں کا مالک ہے۔ کیا وہ جو مردہ کو زندہ سے اور زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور کائنات کا انتظام کون کرتا ہے۔ وہ یقیناً کہیں گے کہ 'اللہ'!

(سورہ یونس ۔ ۳۱)

قُلْ لِمَنِ الْأَرْضُ وَمَنْ فِيهَا

آپ فرما دیجئے۔ زمین اور اس کی تمام اشیاء

Marfat.com

إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ سَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهَ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ سَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهَ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ سَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهَ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ

کس کی ملکیت میں وہ یقیناً کہیں گے اللہ۔ آپ فرما دیجئے پھر تم نصیحت کیوں نہیں حاصل کرتے۔ آپ فرما دیجئے۔ ساتوں آسمان اور عرش عظیم کا مالک کون ہے۔ یقیناً کہیں گے اللہ آپ فرما دیجئے پھر تم کیوں نہیں ڈرتے۔ آپ فرما دیجئے کس کے قبضۂ قدرت میں ہر ایک چیز ہے کہ وہ بدلہ دیتا ہے۔ لیکن اس کو بدلہ نہیں دیا جاتا۔ اگر تم جانتے ہو وہ یقیناً کہیں گے اللہ۔ آپ فرما دیجئے پھر تم کہاں بھٹکتے پھر رہے ہو۔

بہرکیف جاہلی عرب اللہ کو پہچانتے تھے اور اس بات پر ایمان رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہی پیدا کرنے والا ہے اور اس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہی ہے۔

لیکن ان کی جاہلیت یہ تھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کو پوری پوری طرح نہیں پہچانتے تھے نہ اللہ پرستی کے ساتھ ایمان رکھتے تھے اور اس کو تن تنہا اپنے تمام معاملات میں حاکم بناتے تھے۔

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ

"ان لوگوں نے اللہ کا بہت غلط اندازہ لگایا" (سورہ الانعام ۹۱)

یہ لوگ اللہ کو پہچانتے بھی تھے اور ساتھ ہی بتوں کی پوجا بھی کرتے تھے۔ یہ وجدانی اعتقاد کی خرابی تھی۔

اللہ کو پہچانتے بھی تھے اور اس کی شریعت کو نافذ بھی نہ کرتے تھے۔ اور نہ اللہ کو اپنے تمام معاملات میں اپنا حکم بناتے تھے۔ یہ ان کی عملی خرابی تھی۔

اس اعتقادی اور عملی خرابی کی بناء پر وہ کافر تھے اور جاہل تھے۔

اور جس جاہلیت سے قرآن ڈرا رہا ہے وہ اعتقادی اور عملی خرابی دونوں کو شامل ہے عقیدے کے معاملے میں ان کے اس بہانے کو قرآن نے تسلیم نہیں کیا۔

Marfat.com

کہ وہ ان بتوں اور دیوتاؤں کی بذاتِ خود عبادت نہیں کرتے۔ بلکہ یہ تو اللہ تک پہنچانے کا ایک ذریعہ ہیں۔

اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ وَ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖ اَوْلِیَآءَ مَا نَعْبُدُھُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَآ اِلَی اللّٰہِ زُلْفٰی اِنَّ اللّٰہَ یَحْکُمُ بَیْنَھُمْ فِیْ مَا ھُمْ فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِیْ مَنْ ھُوَ کٰذِبٌ کَفَّارٌ

خبردار دین خالص اللہ کے لیئے ہے اور جن لوگوں نے اللہ کے علاوہ اپنے اولیاء بنائے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم ان کی پوجا صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کرنے کا وسیلہ ہیں۔ بیشک اللہ فیصلہ کرے گا کہ وہ کس بات میں جھگڑ رہے ہیں۔ اللہ جھوٹے کافر کو کبھی ہدایت نہیں دیتا۔

(سورۂ زمر ۳)

رہ گیا شریعت کا مسئلہ تو قرآن نے نہایت سختی سے بتایا ہے کہ عقیدہ اور شریعت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اگر شریعت سے انحراف کرتے ہو اور زندگی کے کسی معاملے میں غیر اللہ کو حاکم بناتے ہو تو تمہارا ایمان ہی مقبول نہیں۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰاۃَ فِیْھَا ھُدًی وَّ نُوْرٌ یَحْکُمُ بِھَا النَّبِیُّوْنَ الَّذِیْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِیْنَ ھَادُوْا وَالرَّبّٰنِیُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ کِتٰبِ اللّٰہِ وَکَانُوْا عَلَیْہِ شُھَدَآءَ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ

ہم نے تورات نازل کی جس میں ہدایت اور روشنی تھی۔ سارے نبی جو مسلم تھے اسی کے مطابق ان یہودی بن جانے والوں کے معاملات کا فیصلہ کرتے تھے اور اسی طرح ربانی اور احبار بھی اسی پر فیصلہ کرتے تھے۔ کیونکہ انہیں کتاب اللہ کی حفاظت کا ذمہ دار بنایا گیا تھا اور وہ اس پر گواہ تھے۔ پس اے گروہ یہود تم لوگوں سے نہ ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو۔ اور میری آیات کو ذرا اور اسے معاوضے لے کر بیچنا چھوڑ دو۔ جو لوگ اللہ کے نازل کردہ احکام

Marfat.com

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ وَكَتَبْنَا
عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ
بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ
وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ
بِالسِّنِّ وَالسِّنَّ بِالْجُرُوْحَ
قِصَاصٌ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ
كَفَّارَةٌ لَّهٗ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ
بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ
الظّٰلِمُوْنَ وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ
بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ
يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ
فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا
بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ
وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ
اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ
بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ
بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ
الْفٰسِقُوْنَ ۔ ثُمَّ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ
الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا
بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ
وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ
بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا
تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ
مِنَ الْحَقِّ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ

کے مطابق فیصلے نہ کریں۔ وہ ہی کافر ہیں۔ تورات
میں ہم نے یہودیوں پر حکم لکھ دیا تھا۔ کہ جان کے
بدلے جان آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے
ناک، کان کے بدلے کان۔ دانت کے بدلے
دانت اور تمام زخموں کے لئے برابر کا بدلہ پھر
جو قصاص کا صدقہ کرے تو وہ اس کے لئے
کفارہ ہے اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ
قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ ہی ظالم
ہیں۔ پھر ہم نے ان پیغمبروں کے بعد مریم
کے بیٹے عیسیٰؑ کو بھیجا۔ تورات میں جو کچھ اس
کے سامنے موجود تھا۔ وہ اس کی تصدیق کرنے
والا تھا اور ہم نے اس کو انجیل عطا کی جس میں
رہنمائی اور روشنی تھی اور وہ بھی تورات میں سے
جو کچھ اس وقت موجود تھا۔ اس کی تصدیق کرنے
والی تھی اور خدا ترس لوگوں کے لئے سراسر
ہدایت اور نصیحت تھی۔ ہمارا حکم تھا کہ اہل انجیل
اس قانون کے مطابق جو اللہ نے اس میں نازل
کیا ہے اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے
مطابق فیصلہ نہ کریں۔ وہ ہی فاسق ہیں۔ پھر اے
محمدؐ ہم نے تمہاری طرف یہ کتاب بھیجی جو حق
لے کر آئی ہے اور الکتاب میں سے جو کچھ اس
کے آگے موجود ہے۔ اس کی تصدیق کرنے والی
اور اس کی محافظ و نگہبان ہے۔ لہٰذا تم خدا کے

Marfat.com

شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْمَآ اٰتٰكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ۔

قانون کے مطابق لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرو اور حق تمہارے پاس آیا ہے اس سے منہ موڑ کر ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو۔ ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لئے ایک شریعت اور ایک راہ عمل مقرر کی ہے۔ اگرچہ تمہارا خدا چاہتا تو تم سب کو ایک امت بھی بنا سکتا تھا۔ لیکن اس نے یہ اس لئے کیا کہ جو کچھ اس نے تم لوگوں کو دیا ہے۔ اس میں تمہاری آزمائش کرے۔ لہٰذا بھلائیوں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرو۔ آخر کار تم سب کو خدا کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔ پھر وہ تمہیں اصل حقیقت بتا دے گا۔ جس میں تم اختلاف کرتے رہے ہو۔ پس اے محمدؐ تم اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق ان لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرو اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو۔ ہوشیار رہو کہ یہ لوگ تمہیں فتنہ میں ڈال کر اس ہدایت سے ذرہ برابر منحرف نہ کرنے پائیں۔ جو خدا نے تمہاری طرف نازل کی ہے۔ پھر اگر یہ اس سے منہ موڑیں تو جان لو کہ اللہ نے ان کے بعض گناہوں کی پاداش میں ان کو مبتلائے مصیبت کرنے کا ارادہ ہی کر لیا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ ان لوگوں میں اکثر فاسق ہیں (اگر یہ خدا کے قانون سے منہ موڑتے ہیں) تو کیا پھر جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں۔ حالانکہ جو لوگ اللہ پر یقین رکھتے ہیں ان کے نزدیک اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کوئی نہیں ہے (سورۂ مائدہ ۴۴۔ ۵۰)

وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ

"اور جس جانور کو اللہ کا نام لے کر ذبح نہ کیا

Marfat.com

اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيَآئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ

گیا ہو۔ اس کا گوشت نہ کھاؤ۔ ایسا کرنا فسق ہے شیاطین اپنے ساتھیوں کے دلوں میں شکوک و اعتراضات القا کرتے ہیں۔ تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں۔ لیکن اگر تم نے ان کی اطاعت قبول کر لی تو یقیناً تم مشرک ہو۔" (سورہ الانعام ۱۲۲)

ان آیات کے مطالعہ سے علم ہوا کہ عقیدہ اور شریعت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یا تو اللہ کے نازل کردہ احکام کو عملاً اپنی زندگی میں نافذ کرو، ورنہ تمہاری زندگی شرک اور جاہلیت کی زندگی ہے۔

اس لئے اللہ کی صحیح سچی معرفت اور اس پر صدق دل سے ایمان لانے کا تقاضا ہی یہ ہے کہ زندگی کے ہر معاملہ میں اسی کو حاکم اعلیٰ مانا جائے کیونکہ وہ ہی خالق و مالک ہے۔ اسی کی اطاعت کرنی ہے اور اسی کے قانون کی اتباع کرنی ہے۔

عقیدہ اور شریعت، ایک ہی مبدأ سے پھوٹتے ہیں اور ایک ہی انتہا پر مل جاتے ہیں۔ یہ مبدأ اور انتہا ہیں۔ اللہ پر ایمان ــــ اور اسلام!

جاہلیت کی پہلی علامت یہ ہے کہ یا تو سوسائٹی میں پکا سچا ایمان نہ ہو۔ یا۔ زندگی کے کسی گوشے میں اسلام نہ پایا جاتا ہے۔ اس میں عقیدے اور شریعت کی کوئی تقسیم نہیں ہے۔

ہر زمانے، ہر سوسائٹی اور ہر قوم کی خواہشات مختلف رہی ہیں۔ لیکن وہ ہمیشہ ایک ہی گروہ کی خواہشات ہوتی تھیں۔ جن کے ذریعہ اس گروہ کے لوگ باقی تمام انسانوں پر حکومت کرتے تھے۔

ہمیشہ کسی ایک فرد یا جماعت نے اپنے مفاد کی تکمیل کے لیئے باقی لوگوں کو اپنا غلام بنائے رکھا۔ ایک اللہ کی شریعت خواہشات سے مبرا ہے۔ کیونکہ اللہ کا انسانوں کے کسی گروہ کے ساتھ کوئی مفاد وابستہ نہیں ہے۔

مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ

"نہ میں ان سے رزق چاہتا ہوں اور نہ ہی یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔" (سورہ الذاریات)

تمام انسانوں کو اس نے برابر پیدا کیا۔ کسی کو کسی پر کوئی فضیلت نہیں، سوائے پرہیزگاری کے

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ

"اے انسانوں ہم نے تمہیں مذکر و مونث سے

مِنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ۔

پیدا کیا اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بیشک اللہ کے نزدیک بزرگی کا مستحق وہ ہے۔ جو تم میں زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ جاننے والا خبردار ہے (الحجرات (۳)

اب یا تو اللہ کے قانون کا عملاً زندگی میں نفاذ ہے۔ جس کا نام اسلام ہے یا خواہشات نفس کی پیروی ہے جو ہر جگہ اور ہر زمانے میں جاہلیت کہلائے گی۔

جاہلیت کی تیسری مشترکہ خصوصیت "طاغوت" ہے۔

طاغوت اللہ کے بندوں کو اللہ کی عبادت، اور اس کے قانون کی اتباع سے روک کر اپنی عبادت اور اپنی خواہشات کی بندگی میں لگا دیتے ہیں۔

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ

"جو لوگ ایمان لاتے ہیں۔ ان کا حامی و مددگار اللہ ہے اور وہ ان کو تاریکیوں سے روشنی میں نکال لاتا ہے اور جو لوگ کفر کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ ان کے حامی و مددگار طاغوت ہیں اور وہ انہیں روشنی سے تاریکیوں کی طرف کھینچ لے جاتے ہیں"۔ (سورہ البقرہ ۲۵۷)

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ

جن لوگوں نے ایمان کا راستہ اختیار کیا ہے وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور جنہوں نے کفر کا راستہ اختیار کیا ہے وہ طاغوت کی راہ میں لڑتے ہیں"۔ (سورہ النساء ۷۶)

"طاغوت" ایک ایسی خصوصیت ہے۔ جو اللہ کے راستے سے انحراف کے بعد ضرور رونما ہوتی ہے۔

جب لوگ اللہ کی عبادت سے منحرف ہو جاتے ہیں۔ تو وہ غیر اللہ کی عبادت شروع کر دیتے

Marfat.com

ہیں اور کبھی غیر اللہ کو اللہ کے ساتھ شریک کرتے ہیں۔ اس وقت یہ معبود ان باطل طاغوت بن جاتے ہیں۔ 'طاغوت' خواہ ایک فرد ہو، یا ایک جماعت، عرف ہو یا تقلید، غرض جس قوت کے سامنے لوگ جھک جائیں اور اس کے احکام کی اتباع کے لیئے بغیر انہیں کوئی چارہ کار نہ ہو، ایسی قوت طاغوت کہلائے گی۔

'طاغوت' خواہ کوئی بھی ہو۔ وہ نہیں چاہتا کہ لوگ اللہ پر ایمان لائیں اور اس کی پوری پوری عبادت کریں۔ کیونکہ جہاں وفاداری صرف اللہ سے ہو۔ وہاں طاغوت نہیں پنپ سکتا۔ وہ تو اسی وقت اپنا وجود برقرار رکھ سکتا ہے کہ لوگوں کو اللہ کی عبادت سے منحرف کر کے ان پہ اپنی خواہشات کی اتباع مسلط کر دے۔

اسی لئے طاغوت ہمیشہ صحیح عقیدے کا دشمن ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے وجود اور اپنی مصلحتوں سے وفاداری چاہتا ہے اور صحیح عقیدے کے ساتھ تمام تر وفاداری اللہ ہی کے لئے ہو جاتی ہے۔

جاہلیت کی چوتھی مشترکہ خصوصیت، لوگوں کا نفسانی شہوتوں کے سیلاب میں بہہ جانا ہے یہ نفسانی شہوتیں اگرچہ فطرت میں پوشیدہ ہیں۔ لیکن یہ خصوصیت بھی اللہ کے راستے سے منحرف ہونے کے بعد رونما ہوتی ہے۔

انسان نفسانی شہوتوں کی طرف مائل ہے۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ	"لوگوں کے لیئے مرغوبات نفس عورتیں اولاد سونے چاندی کے ڈھیر، چیدہ گھوڑے مویشی اور زرعی زمینیں، بڑی خوش آئند بنا دی گئی ہیں۔ مگر یہ سب دنیا کی چند روزہ زندگی کے سامان ہیں۔"

ان تمام امور میں سے کچھ نہ کچھ تو بہر حال حیات انسانی کے لیئے ضروری ہے۔ اس خلافت کے فرض منصبی کے لیے بھی ضروری ہے۔ جس کو انسان انجام دے رہا ہے۔

انسانی زندگی کے سارے محرکات، کھانا، پینا، رہنا، پیشہ اور جنس اس لئے ہیں، تاکہ

Marfat.com

انسان کو زندگی سے وابستہ رکھیں۔

لیکن جب یہی محرکات اپنی معقول مقدار سے بڑھ کر انسانی زندگی پر حکومت کرنے والی شہوت بن جائے۔ تو ظاہر ہے کہ اس وقت یہ اپنا فطری عمل سرانجام نہیں دے سکتی۔ بلکہ انسانیت کے لیے تباہ کن اور اس کی طاقتوں کو پراگندہ کرنے والی بن جائے گی۔ ان کو خلافت کی ذمہ داری اور اور انسانیت کے بلند مقام سے گرا کر جانوروں اور شیطانوں کے مقام پر پہنچا دے گی۔

اللہ پر عقیدہ اور اس کی شریعت کے زیر سایہ قائم ہونے والا نظام زندگی ہی شہوات کو اپنی حدود میں محدود کر سکتے ہیں اور انہیں انسان پر مسلط ہو جانے سے باز رکھ سکتے ہیں۔[1]

انسانی زندگی کے صدیوں کے تجربات اس کی تائید کرتے ہیں کہ یا تو اللہ کی ہدایت کو اپنا لینا ہے۔ یا پھر شہوات کے سیلاب میں بہہ جانا ہے۔

اور شہوات میں پیش پیش جنسی شہوت ہوتی ہے!

اللہ کی ہدایت اور اس کے خوف کے بغیر انسان کبھی بھی شہوات سے نہیں بچ سکتا۔

اگر انسان قانون سے ڈرتا ہے ... تو جرم چھپا کر کر لیا جائے گا۔

اور اگر لوگوں سے ڈرتا ہے .... تو اپنے گناہ کو لوگوں سے چھپا کر کرے گا۔

لیکن جب تک کوئی شخص اللہ سے نہ ڈرے وہ جرم سے باز نہیں آسکتا۔ کیونکہ اسے معلوم ہے کہ وہ اپنا گناہ اللہ سے پوشیدہ نہیں رکھ سکتا۔

ویسے تاریخی مطالعہ یہ بتلاتا ہے کہ جاہلیتیں خواہشات کو پوری طرح حرام نہیں گردانتیں —— اس میں تمام جاہلیتیں برابر ہیں۔ خواہ وہ جاہلیت عربیہ ہو، یا ایرانی جاہلیت، ہندوستانی جاہلیت ہو، یونانی اور رومی فراعنۂ مصر کی جاہلیت ہو، یا بیسویں صدی کی جاہلیت، ان میں سے کوئی بھی جاہلیت فاحشات کو پوری پوری طرح حرام نہیں قرار دیتی۔ اس کے اسباب مختلف ہیں ....

کبھی تو یہ ہوتا ہے کہ طاغوت۔ اور جو اللہ کے نازل کردہ احکام کے فیصلہ کرے وہ طاغوت ہے —— اپنے مفادات کی تکمیل میں اتنا منہمک ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کے جنسی بگاڑ کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتا اور نہ اس بگاڑ کو درست کرنے کی کوئی فکر کرتا ہے۔

کبھی خود طاغوت فاحشات کی اشاعت کرتا ہے۔ تاکہ وہ خود لذت حرام سے لطف اندوز

---

[1] "نفسِ انسانی کا مطالعہ" میں محرکات کی فصل دیکھئے۔

Marfat.com

ہو سکے، یا عوام کو ان کے اوپر ہونے والے ظلم سے غافل رکھنا مقصود ہوتا ہے ـــ اور اللہ کے حکم کے خلاف ہر حکم ظلم ہے ـــــ تاکہ انہیں جنسی لذتوں میں پھنس کر طاغوت کے محاکمہ کی فرصت نہ رہے۔

کچھ بھی ہو، جاہلیت اور شہوتوں کا سیلاب ایک دوسرے کے ساتھ لازم ہیں۔

یہ تمام خصوصیات تاریخ کی ہر جاہلیت میں پائی گئی ہیں۔

اور ان سب کی بنیاد اور اصل ایک ہی ہے۔ ۔ ۔ اور وہ ہے ـــ اللہ کی عبادت سے انحراف۔!

یہ سب جاہلیت کی مشترکہ خصوصیات ہیں اور کوئی بھی جاہلیت ان سے خالی نہیں ہے۔

عربی، ایرانی، یونانی، رومی اور فرعونی سب ہی جاہلیتوں میں یہ خصوصیات موجود تھیں۔

جیسا کہ وہ جاہلیت جدیدہ میں بھی موجود ہیں ـ سوائے اس کے کہ صورتیں مختلف ہیں، اور کبھی کبھی تو صورتوں میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہوتا۔

جاہلیت عربیہ میں ایک اللہ کی عبادت سے انحراف تھا ـــ عقیدے میں بھی اور شریعت میں بھی ـــ

ـــ کیونکہ اللہ کے ساتھ ساتھ بتوں کی بھی پوجا ہوتی تھی اور اللہ کے قانون کی جگہ جاہلی قانون روایات کی حاکمیت تھی۔ لوگوں پر خواہشات مسلط تھیں۔ طاقت ور کمزور کا حق مارتا تھا۔ انصاف بھی اس کے لیے تھا جس کے پاس طاقت تھی اور قریش کے طاغوت کاہن اور پرانی بگڑی ہوئی روایتوں کے زندہ کرنے والے جس بات کو چاہتے حرام کر دیتے اور جس کو چاہتے حلال کر دیتے یہی نہیں۔ بلکہ ایک سال حلال رکھتے تھے تو دوسرے سال حرام کر دیتے تھے۔ باطل احکام کے ذریعے لوگوں کو ذلیل کر کے ان کی گردنوں کے مالک بنے بیٹھے تھے اور شراب، عورتیں، جوا، قتل، لوٹ مار بدلہ، سرکشی پر فخر اور ہمہ قسم کی شہوات اپنے شباب پر تھیں۔

آج چودہ صدیوں بعد جاہلیت جدیدہ بھی انہی بنیادوں پر قائم ہے۔

عقیدے اور شریعت میں اللہ کی عبادت سے انحراف اتنا نمایاں ہے کہ اس کے بیان کی بھی ضرورت نہیں۔ زندگی کے بہت سے حقائق میں عقیدے سے انحراف اور زندگی

Marfat.com

کے سارے مظاہر میں اللہ کے قانون سے انحراف ہے، انحراف ہی نہیں بلکہ ایک ایسا ہمہ گیر الحاد ہے۔ جو طاغوتوں نے زندگی پر مسلط کر دیا ہے اور شیطانوں نے زندگی کے تمام حالات میں اس الحاد کو نمایاں کر دیا۔

رہ گئی خواہشات کی پیروی ..... تو تاریخ میں کبھی اتنی نہیں کی گئی ہوگی۔ جتنی آج کی جا رہی ہے۔ ہر شعبے میں خواہشات کی پیروی ہے۔ خواہشات کی پیروی مشرق میں ہے۔ خواہشات کی پیروی مغرب ہے۔

ہر جگہ عقائد پارہ پارہ ہیں۔ ہر جگہ مقدسات کا مذاق اڑایا جا رہا ہے، انسانی تصرف کے سارے ضابطے اور اصول ٹوٹ کر رہ گئے ہیں اور وہم و گمان سے ماوراء عبث باتیں ایجاد کر لی گئیں .....!

رہ گئے طاغوت .... تو ان کی بھی کثرت کی کوئی انتہا نہیں۔ سرمایہ داری، پرولتاریہ، فاسد روایات، پائمال اقدار ... کیا یہ سب طاغوت نہیں ہیں؟

اور .... رہ گئیں .... شہوات .... تو ان کے بارے میں تو کچھ نہ کہنا ہی بہتر ہے!

ان علامات و خصوصیات سے تاریخ کی کوئی بھی جاہلیت خالی نہیں ہے۔

تمام جاہلیتوں کی قدر مشترک معلوم ہو جانے کے بعد اب ہم جاہلیت جدیدہ کی خصوصیات کا ایک مختصر سا جائزہ لیں گے۔ تاکہ ہمارے ذہن میں اس جاہلیت کی مکمل شکل میں آجائے۔

درحقیقت جاہلیت جدیدہ کی یہ خصوصیات بھی اسی ایک بنیادی خصوصیت سے اُبھری ہیں۔ یعنی اللہ کی عبادت سے انحراف! لیکن سوسائٹی، حالات اور علمی، سیاسی، اجتماعی اور فکری اقتصادی ترقیات (جو اللہ کے راستے سے ہٹ کر اور اللہ کے راستے سے دشمنی اختیار کر کے کی گئی ہیں [1]) کی بنا پر جاہلیت جدیدہ کی صورت اپنی مخصوص نوعیت اور جداگانہ طرز کی حامل ہے۔ ہر جاہلیت میں مشترکہ خصوصیات کے ساتھ ساتھ کچھ جداگانہ اور انفرادی خصوصیات ہی ہوتی ہیں۔

جیسے جاہلیت عربیہ میں لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا، بیت اللہ کا برہنہ طواف کرنا، بعض کھیتوں اور جانوروں کو بلا سبب حرام قرار دے دینا۔

---

[1] گذشتہ فصل "تاریخ کا ایک صفحہ" ملاحظہ فرمائیے۔

Marfat.com

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا۔

"ان لوگوں نے اللہ کے لیے خود اسی کی پیدا کی ہوئی کھیتیوں اور مویشیوں میں سے ایک حصّہ مقرر کیا ہے اور کہتے ہیں یہ اللہ کے لیے ہے۔ بزعم خود، اور یہ ہمارے ٹھہرائے ہوئے شریکوں کے لیے ہے۔ وہ تو اللہ کو نہیں پہنچتا۔ مگر جو اللہ کے لیے ہے وہ ان کے شریکوں کو پہنچ جاتا ہے۔ کیسے بُرے فیصلے کرتے ہیں یہ لوگ۔ اور اسی طرح بہت سے مشرکوں کے لیے ان کے شریکوں نے اپنی اولاد کے قتل کو خوش نما بنا دیا ہے۔ تاکہ ان کو ہلاکت میں مبتلا کریں اور ان پر ان کے دین کو مشتبہ بنا دیں۔ اگر اللہ چاہتا تو یہ ایسا نہ کرتے۔ لہٰذا انہیں چھوڑ دو کہ اپنی افترا پردازیوں میں لگے رہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ کھیت اور یہ جانور محفوظ ہیں۔ انہیں صرف وہی لوگ کھا سکتے ہیں۔ جنہیں ہم کھلانا چاہیں۔ حالانکہ یہ پابندی ان کی خود ساختہ ہے۔ پھر کچھ جانور ہیں۔ جن پر سواری اور بار برداری حرام کر دی گئی ہے اور کچھ جانور ہیں۔ جن پر اللہ کا نام نہیں لیتے اور یہ سب کچھ انہوں نے اللہ پر افترا کیا ہے۔ عنقریب اللہ انہیں ان افترا پردازیوں کا بدلہ دے گا اور کہتے ہیں کہ جو کچھ ان جانوروں کے پیٹ میں ہے یہ ہمارے مردوں کے لیے مخصوص ہے اور ہماری عورتوں پر حرام لیکن اگر وہ مردہ ہو تو دونوں اس کے کھانے میں شریک ہو سکتے ہیں۔" (سورہ الانعام (۱۳۶، ۱۳۹)

یونانی جاہلیت کا امتیاز عقل و جسم کی عبادت تھا۔ رومی جاہلیت کی امتیازی خصوصیت

Marfat.com

وحشیانہ مار دھاڑ کے کھیل کود تھے۔ ہندوستانی جاہلیت کی خصوصیت تھی۔ نو ذین کا نظام اور فاحشہ عورتوں کا اپنی عزّت لٹا کر عبادت گاہوں کی خدمت کرنا اور اس فحاشی کو مذہبی کام خیال کیا جاتا تھا۔ مصری جاہلیت کی خصوصیت، فرعون کی عبادت، اور اس کی خدمت میں قوم کا ذلّت سے ہمکنار ہو جانا ہے۔ اور قرون وسطیٰ کی جاہلیت کی خصوصیت، کینہ کی سرکشی دیر کی اخلاقی بے راہ روی اور مغفرت کے رقعے جاری کرنا ہے۔

اسی طرح جاہلیت جدید کچھ مشترک خصوصیات رکھنے کے ساتھ ساتھ کچھ امتیازی خصوصیات بھی اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے، یہ خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں۔

- وہ بلند علمی ترقیات جو انسانیت کو اللہ کی ہدایت سے گمراہ کرنے، اور اللہ کی ہدایت سے گمراہ کرنے، اور اللہ کی مخلوقات کو شر اور اذیت میں مبتلا کرنے کے کام میں لائی جا رہی ہیں۔
- سائنسی ایجادات اور مادی ترقیات کے نشہ میں سرشار ہو کر انسان کا اللہ کے مقابلے پر اُتر آنا۔ اور یہ خیال کرنا کہ اب انسانیت کو اس ترقی یافتہ دور میں اللہ کی ضرورت نہیں رہی، یا خود انسان ہی اللہ بن گیا ہے۔
- وہ علمی نظریات جنہوں نے اجتماعیات، اقتصادیات اور نفسیات، غرض زندگی کے ہر شعبہ میں انسانی زندگی کو بگاڑ سے ہمکنار کر دیا ہے۔
- فلسفۂ ارتقاء
- عورت کی آزادی

اس فصل میں ہم جاہلیت جدیدہ کی امتیازی خصوصیات یا اس کی دیگر مشترکہ خصوصیات پر تفصیلی بحث نہیں کر رہے ہیں، کیونکہ آئندہ فصلوں میں یہ تفصیل آ رہی ہے۔ لیکن اس فصل کے خاتمہ پر ہم جاہلیت جدیدہ کا فتنہ بیان کرتے ہیں۔

اس جاہلیت کا عظیم ترین فتنہ یہ ہے کہ اس کی تائید کے لئے بے پناہ علم اور اس کے پاس لامحدود مادی طاقت موجود ہے اور اس جاہلیت نے انسان کے لیئے کچھ تہذیبی اور مادی سہولتیں اور آسائشیں فراہم کر دی ہیں۔ جو اپنی ظاہری شکل میں بڑی سُود مند معلوم ہوتی ہیں۔

Marfat.com

اسی وجہ سے ہم نے مقدمہ کتاب میں کہا تھا کہ جاہلیت جدیدہ زیادہ دلدل والی، زیادہ خبیث اور ہر اس جاہلیت سے زیادہ سخت گیر ہے جس کا کوئی تاریخی وجود رہا ہو۔

تمام قدیم جاہلیتوں میں باطل کا باطل ہونا صاف اور ظاہر ہوتا تھا۔

باوجودیکہ قدیم جاہلیتوں میں لوگوں کی عقل وضمیر پر جہالت کی حکمرانی ہوتی تھی اور ان کو باطل کا اندازہ نہیں ہوتا تھا اور وہ یہ سمجھتے رہتے تھے کہ جس سچائی اور حق کی ان کو دعوت دی جا رہی ہے وہ سراسر نقصان اور گھاٹے کا سودا ہے۔

اس کے باوجود بھی ان جاہلیتوں میں نادانی، شر اور باطل کی مقدار کم ہی تھی اور جاہلیت سے ایک سخت جنگ اور کش مکش کے بعد آخری کامیابی ہدایت کو ہو جاتی تھی اور پھر لوگوں کو حق کے حق ہونے میں کوئی تردد نہ رہتا تھا۔

لیکن آج باطل نے علم کا سہارا لے لیا ہے اور علم ہی کو گمراہی کا ذریعہ بنا لیا ہے۔

اسی وجہ سے حق و باطل گڈمڈ ہو کے رہ گئے اور لوگوں کو امتیاز کرنا مشکل ہو گیا۔

مادی طاقت بھی فتنہ کے اسباب میں سے ایک سبب ہے۔

باوجودیکہ ہر جاہلیت کسی نہ کسی رنگ میں مادی طاقت کا سہارا لیتی ہے، جس کے ذریعے طاغوت اپنے احکامات لوگوں پر مسلط کرتا ہے اور لوگ طاغوت کے ہر فرمان کو برضا و رغبت یا بہ جبر و اکراہ ماننے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور کسی کو یہ جرأت نہیں ہوتی کہ وہ ان احکامات کے خلاف زبان بھی ہلا سکے۔ بلکہ فضا اتنی مسموم ہو جاتی کہ ان طاغوتوں کے خلاف سوچنا تک مشکل ہو جاتا ہے۔

ان سب باتوں کے باوجود قدیم جاہلیتوں میں مادی طاقت کا ڈر، انتقام اور اس کی تنظیم آج کے ڈر، آج کے انتقام اور آج کی تنظیم سے بہرحال کم تھے۔

آج صرف دولت کی کثرت ہی نہیں ہے۔ آج صرف ہلاکت خیز اسلحہ ہی نہیں ہیں!

آج ان کے ساتھ خبر رسانی کے وسیع ترین ذرائع بھی موجود ہیں۔

اخبار، ریڈیو، سینما اور ٹیلیویژن یہ سب ذرائع مل کر انسانی ذہن اور ضمیر کو ایک خاص رُخ پر موڑنے کے لئے لگے ہوئے ہیں۔ حتیٰ کہ لوگ سمجھنے لگے ہیں کہ باطل ہی حق ہے۔ اور حق ایک طائر عنقا ہے۔ جس کا واقعیاتی دنیا سے کوئی تعلق نہیں۔

Marfat.com

اسی طرح اس جاہلیت کے کچھ ظاہری فائدے بھی ہیں

گذشتہ جاہلیتوں میں بھی کوئی نہ کوئی بھلائی تو ضرور ہی ہے اور کوئی بھی جاہلیت بھلائی سے بالکلیہ خالی نہیں پائی گئی۔ کیونکہ ایسا ہونا اشیاء کی فطرت کے خلاف ہے۔

انسانی سوسائٹی خواہ کتنے ہی فساد کا شکار کیوں نہ ہو جائے۔ لیکن اس میں تمام کا تمام شر نہیں ہو سکتا کہ خیر کا نام و نشان ہی نہ ہو۔ البتہ بعض افراد پر شر اس طرح غالب آجاتا ہے کہ ان میں خیر باقی نہیں رہتی۔

پوری سوسائٹی ہی اس قدر شر کی شکار ہو جائے کہ اس میں خیر کا کوئی عنصر ہی باقی نہ رہے ایسا نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ ہر صورت میں اس میں کوئی نہ کوئی اچھی قدر ضرور موجود رہتی ہے۔ اور انسانی نفس کی اسی ایک باقی ماندہ خوبی کی بناء پر بدترین حالات میں بھی ہر جاہلیت میں کوئی ظاہری خوبی یقیناً ہوتی ہے۔ ظاہری اس وجہ سے ہوتی ہے کہ وہ حق کا سہارا نہیں لیتی۔ نہ ہی صحیح راستے سے ابھرتی ہے۔ اسی لئے یہ ظاہری خوبی بھی عملی زندگی میں آکر غیر مؤثر ہو جاتی ہے لیکن یہ ظاہری خوبی ہی لوگوں کی نگاہوں کو خیرہ کر دیتی ہے اور وہ سمجھنے لگتے ہیں کہ وہ جاہلیت میں نہیں ہیں۔

"اور یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ ہدایت پر ہیں" [1]

جاہلیت جدیدہ کی یہ عظیم سرکشی، اللہ کی ہدایت سے زیادہ سے زیادہ انحراف سے پیدا ہوئی ہے۔ جتنا لوگ اللہ کی ہدایت سے دُور ہوتے جائیں گے۔ طاغوتی طاقتوں میں اضافہ ہوتا جائے گا ... اور لوگ آج کی ہدایت سے اتنے دُور نکل گئے ہیں کہ کبھی تاریخ میں انسان اللہ کی ہدایت سے اتنا دُور نہیں ہوا تھا۔ اسی وجہ سے طاغوتی طاقتیں بھی تاریخ کی طاقت ور ترین طاقتیں ہیں۔

علم، قوت اور تنظیم اس زمانے کی خصوصیات اور عبقریات ہیں۔ ان آلات سے آج کے طاغوت کام لے رہے ہیں۔ یہ طاقتیں اسی کے کام میں آسکتی ہیں۔ جو ان کو اپنا محکوم بنا لے۔

مستقبل قریب میں انسانیت اللہ کی ہدایت کو اپنا کر انہی طاقتوں سے بھلائی کا کام لے گی۔ تمام انسانیت کی فلاح و بہبود کا کام!

---

[1] سورۃ الاعراف

جو لوگ جاہلیت جدیدہ پر فریفتہ ہیں۔ وہ ذرا یہ غور کریں کہ اس جاہلیت نے ان کے حالات اور مشاعر کو کس طرح برباد کر دیا ہے اور کس طرح بھلائی کے ہر موقعہ کو کھو دیا ہے کہ آج جاہلیت نے ان کو جو منافع پیش کیے ہیں ـــــ مثلاً آسائشات زندگی، طبی، اجتماعی اور عدالتی سہولتیں ـــــ یہ سب تانبے کے چند سکے ہیں جنہیں طاغوت نے انسانیت کے راستے میں اس لئے بکھیر دیا ہے۔ تاکہ وہ خود اپنا وجود برقرار رکھ سکے اور تاکہ جمہور عوام اس کی طرف متوجہ رہیں اور وہ تن تنہا ہیبت ناک پادشاہی کے ساتھ لوگوں کی گردنوں کا حاکم بنا رہے۔

اس وقت لوگ محسوس کریں گے کہ وہ جاہلیت میں ہیں اور اس جاہلیت کو ختم ہو جانا چاہیے

آئندہ دو فصلوں میں ہم اس جاہلیت کے درج ذیل فساد کا ذکر کریں گے۔

- فکر کا فساد
- عمل کا فساد

Marfat.com

فکر کا فساد

فکر کی دنیا کا کوئی گوشہ جاہلیت جدیدہ نے ایسا نہیں چھوڑا۔ جس میں فساد نہ برپا کر دیا ہو؛ انسان کے تمام تصوّرات میں فساد برپا کر کے، اللہ، کائنات، زندگی اور خود انسان سے ان کا رشتہ منقطع کر دیا۔

ایک بہت بڑا بگاڑ ہے۔ اللہ کے تصوّر میں، اور انسان اور اس کے خدا کے درمیان تعلق میں۔ کائنات کے تصور میں بگاڑ ہے۔ کائنات اور اللہ کے تعلق میں بگاڑ ہے۔ کائنات اور انسان زندگی کا تصوّر اور زندگی کے تمام مقاصد بگاڑ کا شکار ہیں۔

نفس انسانی کے تصوّر میں بگاڑ ہے۔ انسان اور انسان کے تعلق میں بگاڑ ہے۔ خواہ یہ تعلق افراد کا ہو یا جماعت کا، یا دو جنسوں کا۔

مختصر یہ کہ پوری انسانی زندگی ایک ہمہ گیر بگاڑ کا شکار ہے۔

جاہلیت جدیدہ جیسا کہ ہم پہلے بھی بتا چکے ہیں۔ یورپ کی تمام قدیم جاہلیتوں کا مجموعہ ہے اور اس مجموعہ میں بھی کچھ اضافہ ہو گیا ہے۔

اس میں میراث شامل ہے۔ یونانی جاہلیت کی، رومی جاہلیت کی اور قرون وسطیٰ کی جاہلیت کی — اور اس میں اضافہ ہے۔ یہودی اور اس کے متبع غیر یہودی مفکرین کی کاوشوں کا بھی۔

یورپ اللہ کی حقیقت کے تصوّر میں بہت بھٹکتا پھرا ہے۔

فلسفہ، علم اور حیات واقعی سب ہی میں ٹھوکریں کھائی ہیں۔ ذاتِ الٰہی اور اس کی واحدانیت

Marfat.com

کے بارے میں یورپ کے عقیدے کا انحراف ہم زیادہ تفصیل سے بیان نہیں کریں گے۔ کیونکہ ہم پہلے ہی اس سلسلہ میں دریبر امریکی کی کتاب "سائنس اور مذہب کی کش مکش" کا اقتباس نقل کر آئے ہیں۔ جس میں اس نے کہا ہے کہ کانسٹینٹائن نے بُت پرستوں کو خوش کرنے کے لیئے نئے مذہب میں بہت سی باتیں بُت پرستی کی شامل کر دی تھیں اور اس کا خیال یہ تھا کہ اس طرح یہ لوگ بھی نئے مذہب میں داخل ہو جائیں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ قرونِ وسطیٰ کا مسیحی یورپ اور آج کا ملحد یورپ دونوں ہی اس شبہ میں مبتلا رہے ہیں کہ مذہب خدا اور بندہ کے درمیان ہے۔ زندگی سے مذہب کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان کا خیال تھا کہ عقیدہ انسانی قلب و شعور کی گہرائیوں میں کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن عملی زندگی عقیدے سے قطعاً متاثر نہیں ہوتی۔

اسے جاہلیت کا وہم ہی کہا جا سکتا ہے۔

عقیدہ ہی زندگی ہے! خواہ عقیدہ صحیح ہو یا غلط وہ بہرحال تمام انسانی زندگی پہ اثر انداز ہوتا ہے۔ کوئی بھی شعور و عمل عقیدے کی گرفت سے باہر نہیں ہو سکتا۔

مذہب و زندگی۔ فکر و عمل اور عقیدے و شریعت کی یہ دوئی قرون وسطیٰ کے یورپ کی ایک بڑی جاہلیت تھی۔ لیکن کیا فی الواقع مذہب زندگی سے جدا ہو گیا۔؟ ہرگز نہیں!

جو بات فی الواقع وجود میں آئی ہے اور جس کا وجود پذیر ہونا ضروری تھا۔ وہ یہ ہے۔ فاسد عقیدہ یورپ کی تمام زندگی پر اثر انداز ہوا۔ اور آہستہ آہستہ ساری زندگی فساد کا شکار ہوتی گئی۔ حتیٰ کہ زندگی فساد سے لبریز ہو گئی!

زندگی عقیدے سے جُدا ہو ہی نہیں سکتی۔

لیکن عقیدہ کسے کہتے ہیں؟

عقیدہ صرف ضمیر کے وجدان کا نام نہیں ہے۔

بلکہ عقیدہ تو وہ ستون ہے۔ جس پر پُوری زندگی کی عمارت قائم ہے۔ عقیدہ ہی انسان و کائنات کا مرکز ہے۔ عقیدہ ہی انسان کے وجود کا مرکز ہے۔

سیدھے سادھے عام لوگوں کو مذہب صرف ضمیر کا وجدان محسوس ہوتا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ـــــ خود یہ عام لوگ جو اپنی عقلوں کو کم استعمال کرتے ہیں اور جو زندگی کی زیادہ گہرائی

ہیں نہیں جاتے۔ وہ بھی اپنے مذہبی رجحانات کے لحاظ سے زندگی میں ایک واضح مؤقف رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بعض باتوں کو قبول کر لیتے ہیں اور کچھ امور سے انکار کر دیتے ہیں، اور اس کے ساتھ ہی یہ لوگ چیزوں کے باہمی ربط و تعلق کو کچھ اس انداز سے بیان کرتے ہیں۔ جو سراسر وجدان سے متعلق ہوتا ہے۔

اس لئے مذہب ان سیدھے سادے لوگوں کے دلوں میں بھی ایک واضح نصب العین ہوا۔ جاہلیت کے دور میں لوگ جب یہ دیکھتے ہیں کہ مذہب لوگوں کی زندگی میں بہت کمزور سا ہے تو وہ دھوکہ میں پڑ جاتے ہیں اور یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ مذہب کا زندگی سے تعلق کمزور سا ہے اور یہ کہ زندگی عقیدے سے جدا اور مستقل ایسے اسباب کے ماتحت چل رہی ہے۔ جن کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے!

اس قسم کا تصور خود جاہلیت کی نشانی ہے!

جب مذہب کا اثر عملی زندگی میں کمزور پڑ جاتا ہے تو اس کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے، کہ عقیدے میں فساد سرایت کر چکا ہے اور زندگی کی گاڑی طبعی رفتار پر نہیں چل رہی ہے اور یہ کہ زندگی ایک ایسے بگاڑ کا شکار ہو چکی ہے۔ جس کے نتائج عنقریب رونما ہو کر رہیں گے۔

جب مذہب کا اثر عملی زندگی میں کمزور پڑ جاتا ہے، تو اس کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ لوگ اللہ کی عبادت نہیں کر رہے ہیں۔ یا عبادت کا حق ادا نہیں کر رہے۔ یا بجائے ایک اللہ کی عبادت کے اور بھی اللہ عبادت کے لیے چن لیے گئے ہیں۔ اور بجائے اس کے کہ صرف اللہ کے احکام کی پیروی کی جائے عملی زندگی میں انہی الٰہوں کے احکامات نافذ ہیں۔

یہ عقیدے کی سب سے پہلی خرابی ہے۔

تعدد الٰہہ کی اس خرابی کا تمام جاہلیتیں شکار رہی ہیں۔

تعدد الٰہہ جاہلیت کی ایک ایسی خصوصیت ہے کہ اس کی وجہ سے عملی زندگی میں عقیدہ غیر مؤثر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ تعدد الٰہہ کی بناء پر عقیدے میں وحدت و یگانگت نہیں رہتی۔ اس لئے اس کی سمت میں بھی وحدت نہیں رہتی اور اس خصوصیت کی بناء پر جاہلیت اپنے حتمی اور یقینی نتائج کو پہنچ جاتی ہے۔ اگرچہ یہ نتائج بڑے آہستہ آہستہ رونما ہوتے ہیں اور لوگوں کو کافی وقت

Marfat.com

گذرنے کے بعد ان نتائج کا احساس ہوتا ہے۔

تعدد الٰہ کا سب سے پہلا نتیجہ تو یہی ہوتا ہے کہ انسانی زندگی دو علیحدہ علیحدہ راستوں میں بٹ جاتی ہے۔ ایک راستہ اللہ کی طرف جاتا ہے اور دوسرا اللہ کے راستے سے ہٹی ہوئی عملی زندگی کی جانب! اور دوسرا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسانی ضمیر میں اقدار کی کشاکش شروع ہو جاتی ہے۔ ایک قدر اللہ کے قانون کے مطابق تو بلند مرتبہ ہے۔ لیکن عملی زندگی میں وہ بالکل نکمی اور بوسیدہ ہے۔ دوسری طرف دوسری قدر ہے۔ جو اللہ کے دین میں حرام و ممنوع ہے لیکن عملی زندگی میں اس کے بغیر چارہ کار نہیں ہے۔

انسانی فکر و شعور اس تفریق و پراگندی سے اوجھل ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کا احساس بہت وقت گذرنے کے بعد ہوتا ہے۔

عملی زندگی عقیدے کی روشنی سے دور ہوتی چلی جاتی ہے۔ یا یہ کہہ لیجئے کہ اللہ کے راستے سے ہٹ کر نئے الٰہ رونما ہو جاتے ہیں اور وہ زمین میں فساد برپا کرتے ہیں۔

عملی زندگی خواہشات، طاغوت اور شہوتوں کے سامنے سرنگوں ہو جاتی ہے۔ اور فساد بڑھتے بڑھتے ہلاکت کے گڑھے میں دھکیل دیتا ہے۔ جب کہ اللہ کی عبادت ثانوی حیثیت اختیار کر لیتی ہے اور تمام زندگی پر الٰہ غالب آجاتے ہیں۔

یہ یورپ کا قصہ ہے۔

لیئے زندگی پر اس کا کچھ اثر بھی تھا۔

لیکن نشاۃ ثانیہ کے بعد تو ناپ تول کے پیمانے ہی بدل گئے۔ اب عقیدے میں کوئی کشش باقی نہ رہی۔ کیونکہ جدید تحریک نے اپنے فکر و تصور کا معیار قدیم ایلسینی تہذیب کو بنایا تھا۔

چنانچہ اب کشش اللہ میں نہیں رہی، بلکہ فرکز کشش الٰہ بن گئے۔

اس کے دو بڑے سبب تھے۔ ایک واضح اور دوسرا پوشیدہ۔

واضح سبب تو کنیسہ کی علم اور اہل علم سے جنگ ہے۔ کیونکہ کنیسہ کو ڈر تھا کہ علم کی وجہ سے اس کا اقتدار خطرے میں پڑ جائے گا۔ جب علمی تحریک رونما ہوئی تو اسے لازمی طور پر دشمن

Marfat.com

ہونا چاہیئے تھا۔ اسی طرح فکری و تہذیبی نشاۃ ثانیہ بھی کنیسہ دشمن تھی۔ کیونکہ اس میں حرکت تھی۔ اس میں انقلاب تھا اور یہ سب کچھ کنیسہ کی مرضی کے خلاف تھا۔

فطری طور پر نشاۃ ثانیہ کو زندگی پر غالب آنا چاہیئے تھا۔ کیونکہ اس کا زندگی سے گہرا تعلق تھا۔ چونکہ کنیسہ نے نشاۃ ثانیہ میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ اسی لیئے منطقی طور پر عملی زندگی اور مذہب میں بُعد پیدا ہوتا چلا گیا۔

درحقیقت یہ وقت ایسا تھا کہ یورپ اگر چاہتا تو تمام خرابیاں دُور کر کے اللہ کے راستے پر چل سکتا تھا۔ لیکن صلیبی تعصب کا شکار ہو کر یورپ نے اس موقعہ کو کھو دیا۔ چنانچہ مسلمانوں سے ان کے علوم اور ان کے تجربات حاصل کیئے اور ان کی تہذیب سے استفادہ کیا۔ لیکن جس اللہ کے راستے پر مسلمانوں کے سارے علم و فن کی بنیاد تھی۔ اسی کے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ گویا یورپ کی نشاۃ ثانیہ کی بنیاد ہی اللہ کے راستے سے انحراف پر رکھی گئی۔

یہ تو ظاہری سبب تھا۔

رہ گیا پوشیدہ سبب تو وہ قدیم یونانی جاہلیت کو اپنی تہذیب کا ماخذ بنانا ہے۔

مقدس آگ کا چرانے والا پرومیتھیس یورپ کے جدید انسان کے لیئے نمونہ ہے۔

اسی قسم کی تمام یونانی صنمیات نے یورپ کے ذہن پر یہ اثر چھوڑا ہے کہ وہ حصولِ علم کو خدا دشمنی پر محمول سمجھتے ہیں۔

اور اس قصے کے پورا ہونے میں صدیاں لگی ہیں۔

یہ قصہ مذہب و زندگی کی دوئی سے شروع ہوتا ہے۔

(نشاۃ ثانیہ نے مذہب و زندگی کے فاصلے میں مزید اضافہ کر دیا۔)

قرون وسطیٰ کی جاہلیت میں یورپ والے حضرت عیسیٰؑ کے اس قول کو نہیں سمجھ سکے کہ

"جو قیصر کا ہے وہ قیصر کو دے دو اور جو اللہ کا وہ اللہ کو دے دو۔"

اور نہ ہی حضرت عیسیٰؑ کے اس قول کو سُنا:

وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَلِأُحِلَّ لَكُم بَعْضَ	"اور میں اس تعلیم و ہدایت کی تصدیق کرنے والا بن کر آیا ہوں جو تورات میں سے اس وقت

Marfat.com

الَّذِیْ حُرِّمَ عَلَیْکُمْ — میرے زمانے میں موجود ہے۔ اور اس لیئے آیا ہوں کہ تمہارے لئے بعض ان چیزوں کو حلال کر دوں، جو تم پر حرام کر دی گئی ہیں:

(سورہ آل عمران ۵۰)

اللہ کی ہدایت سے اس انحراف کے کچھ تاریخی اسباب بھی ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ ایک مستشرق لیوپولڈ فایس — جو اسلام لے آیا تھا اور اپنا نام محمد اسد رکھا تھا۔ اپنی کتاب "اسلام چوراہے پر" میں لکھتا ہے کہ "مسیحیت کو اُس عظیم سلطنت پر کوئی اقتدار حاصل نہ تھا۔ جو اول قانون پر چل رہی تھی اور جس میں مذہب برائے نام ہی تھا۔ جب تیسری صدی میں کانسٹینٹائن نے مسیحیت کو سرکاری مذہب کی حیثیت سے تسلیم کر لیا تھا۔ اس وقت بھی مسیحیت کا قبول کرنا صرف عقیدے کی حد تک تھا۔ رہ گیا قانون مسیحی تو اس کا کوئی سوال نہ تھا۔ بلکہ بسا اوقات عقیدہ بھی رومی بُت پرستی سے ملوث ہو جاتا تھا۔ چہ جائیکہ قانون مسیحی!؟

ان سب باتوں کے باوجود بھی لوگوں میں اپنے عقیدے کی کچھ نہ کچھ حمیت تھی۔ اس ان کے ذہنوں میں یہ بات رچ بس گئی ہے کہ اللہ — یا آلہ — انسان کی بھلائی کے خواہاں نہیں ہیں اور یہ نہیں چاہتے کہ انسان کو معرفت حاصل ہو۔ بلکہ انسان کو یہ معرفت اللہ — یا الٰہ — سے زبردستی چھیننی پڑتی ہے۔

جولیان ہکسلے اپنی کتاب "جدید دنیا کا انسان" میں کہتا ہے کہ

"جہالت اور عاجزی ہی انسان کو اللہ کے سامنے جھکاتے ہیں۔ انسان کے علم و معرفت میں اضافہ ہونے کے بعد اس کو اس بات کی کوئی ضرورت نہیں رہی کہ وہ خدا کے بارے میں سوچتا پھرے۔ اب تو انسان اپنا خدا آپ ہے"

اس مرحلہ تک لوگ اچانک نہیں پہنچ گئے۔ کیونکہ انسانی طبیعت بڑی آہستہ آہستہ کسی تبدیلی کو قبول کرتی ہے اور بالخصوص عقیدے کی تبدیلی کئی کئی صدیاں گذرنے کے بعد رونما ہوتی ہے۔

یورپ کے درمیانی دور میں طبیعت نے اللہ کی عبادت کی جگہ لے لی۔

اصل میں "طبیعت" کی پرستش کنیسہ کے الٰہ سے بچاؤ کا ایک راستہ تھا۔ کیونکہ کنیسہ

Marfat.com

نے الٰہ کے نام پر ٹیکس، اور تاوان لگا رکھے تھے۔ کنیسہ لوگوں کو مجبور کرتا تھا کہ وہ کنیسہ کی زمین پر مفت کام کریں اور کنیسہ کے لشکروں میں بھرتی ہو جائیں۔

لیکن طبیعت کے نام پر جو نیا الٰہ تراشا گیا۔ اس کا نہ کوئی کنیسہ تھا نہ اس کے حقوق و فرائض یہ نیا الٰہ لوگوں کے اس فطری جذبہ کی بھی تسکین کرتا تھا کہ وہ اپنے کسی نہ کسی خالق کے سامنے جھکنا چاہتے ہیں اور ان کے اس مقصد کی بھی تکمیل کرتا تھا کہ وہ کنیسہ کے اس مذہب سے جان چھڑانا چاہتے تھے جو صدیوں سے ان پر مسلّط چلا آ رہا تھا۔

جس زمانے میں طبیعت کے دیوتا کی پوجا ہو رہی تھی۔ اسی زمانے میں یورپ کے لوگوں کے دلوں میں اللہ بھی موجود تھا۔ جس کی طرف وہ اپنی خلوت میں لَو لگاتے، اور کنیسہ میں اسی کی عبادت کرتے اور تھوڑے بہت اپنے مذہبی اخلاق، و روایات پر بھی قائم تھے۔ لیکن یہ سب کچھ بطور عادت تھا۔ قوت ایمانی نہ تھی۔

اس طرح الٰہہ چند در چند ہوتے گئے اور ان کے درمیان پیچیدگیاں بڑھتی گئیں۔

جب کنیسہ میں نماز پڑھی جائے تو اللہ کی ذات محبوب سمجھی جائے اور اس سے ڈرا جائے۔ یا نماز کے علاوہ زندگی کے کسی اور لمحہ میں اللہ کو مالک سمجھ لیا جائے۔

اور جب فنی شعور کا مسئلہ ہو تو طبیعت محبوب ہو اور اس سے خوف زدہ ہُوا جائے کیونکہ تحریک رومانیت نے طبیعت کو بڑی اہمیت دے دی تھی اور ساری شاعری کو طبیعت کے گرد گھما دیا تھا۔

علمی ترقیات میں بھی مرکز فکر طبیعت قرار پائی۔ سائنس دانوں نے وہ قوانین طبیعت معلوم کیئے جن کے سہارے ساری کائنات چل رہی ہے۔ ان قوانین طبیعت میں نہ تو عقلی لحاظ سے اختلاف کی گنجائش تھی اور نہ خود اس علمی منطق کے لحاظ سے جس نے ان نظریات کو جنم دیا۔!

حکومت اور اس کے قوانین تیسرا الٰہ تھے۔ جس کی عوام برضا و رغبت یا بجبر و اکراہ اطاعت کر رہے تھے۔

ایک دین تین الٰہوں میں بٹ گیا۔ جب کہ قرون وسطیٰ میں دو ہی الٰہ تھے۔ ایک عقیدے

کا حاکم تھا اور دوسرا قانون کا !

اس کے بعد آہستہ آہستہ یہ تبدیلی رونما ہوئی کہ اللہ کو بھلا دیا گیا اور فکر و عمل پر اللہ کے عقیدے کا اثر کم ہوتا گیا اور اللہ کی جگہ خود انسان نے لے لی۔

جاگیرداری ختم ہو گئی۔ کلیں ایجاد ہوئیں اور صنعتی انقلاب آ گیا۔ صنعتی انقلاب کے ساتھ تصورات و افکار میں بھی انقلاب برپا ہو گیا۔

صنعتی انقلاب ایسی جاہلیت میں رونما ہوا۔ جس میں اللہ کی عبادت صرف ظاہری طور پر ہوتی تھی۔ چنانچہ اس انقلاب نے نہ صرف یہ کہ جاہلیت کے اثرات کو خود قبول کیا۔ بلکہ جاہلیت کو مزید توانائی اور حرکت بخشی۔

ایک طرف اگر دیہاتیوں کے جذبات اللہ کے ساتھ وابستہ تھے ـــــ دوسرے الٰہ کے شرک کے ساتھ ـــــ کیونکہ وہ غلہ اگانے والا۔ درختوں پر پھل لانے والا اور زمین کو آفات سے محفوظ رکھنے والا اللہ ہی کو سمجھتے تھے۔

دوسری جانب جاہلیت کی حکمرانی میں رہنے والے لوگوں کا اللہ سے کوئی رابطہ ہی نہ تھا۔

صنعتی انقلاب میں ان لوگوں کا جاہلی خیال یہ تھا کہ اللہ صنعتی پیداوار نہیں کرتا بلکہ انسان کرتا ہے۔ کیونکہ انسان نے اپنے علم کی بنیاد پر مادے کے خواص معلوم کیے ہیں۔ انسان ہی نے اپنے علم کے ذریعے پیداوار کرنے والی کلیں ایجاد کی ہیں۔ انسان ہی مشین کو حرکت دیتا ہے اور جب چاہتا ہے روک دیتا ہے۔ انسان ہی خام مواد کو مصنوعات کی شکل میں تبدیل کرتا ہے۔

جب سب کچھ انسان ہی کرتا ہے تو بجائے اللہ کے عبادت بھی اسی صنعتی انسان کی ہونی چاہیے۔!

اس دوران میں طبیعت کی سادگی میں بھی پہلا سا اثر نہ رہا اور اس کی الوہیت بھی آہستہ آہستہ ختم ہو گئی۔!

کیونکہ ایک طرف تو فنی نقطۂ نگاہ سے طبیعت مرکز خیال نہ رہی جیسے دور رومانویت میں تھی۔ بلکہ اس عملی زندگی میں انسان ہی الٰہ جدید تسلیم کر لیا گیا!

دوسری طرف علمی نقطۂ نگاہ سے جب انسان نے طبیعت کے رازوں پر پردہ چاک

کر دیا تو خود طبیعت کے رازوں کا پردہ چاک کر دیا تو خود طبیعت پر انسان کی بالادستی قائم ہو گئی۔

اس طرح الوہیت، اللہ سے طبیعت میں آئی اور طبیعت سے انسان میں آ گئی۔

اس دَور میں انسان نے کہا:

"اللہ کی عبادت انسان کے لئے ذلّت و رسوائی ہے!

ایک سی غیبی طاقت کی عبادت کرنا جو حواس سے محسوس نہیں کی جا سکتی۔ انسان کیلئے ذلّت باعث ہے . . . . . کہ وہ اپنے افکار اور اپنے اخلاق کا مرجع ایسی ہستی کو بنائے جس کو وہ دیکھ نہیں سکتا! انسان کے لئے ذلّت کا سبب ہے کہ انسان اساطیری قوانین کی اتباع کرے۔ جب کہ ان اساطیر کا حقیقت کی دنیا سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بھلا انسان کس طرح اندھا بن کر ان اساطیری قوانین کی اتباع کر سکتا ہے۔ جب کہ اس کو یہ حق بھی نہیں ہے کہ وہ ان پر تنقید کر سکے یا اپنی رائے کا اظہار بھی کر سکے!

انسان اب اس بندھن سے آزاد ہو چکا ہے!

اب انسان ان خداؤں کی پرستش نہیں کر سکتا۔ جن کی کمزوری و جہالت کے زمانے میں کرتا تھا۔ کیونکہ اُس وقت انسان کو کائنات کی حقیقت کا علم نہ تھا۔ نہ ہی ماحول اور طبیعت پر اس کی حکمرانی تھی!

اب انسان کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کرتا پھرے۔ یا اللہ کے احکام سُن کر ان کو بجا لائے!

اب تو ضروری ہے کہ عقل انسانی ہر شے پر تنقید کرے!

جو بات عقل میں آ جائے وہ صحیح و درست ہے اور جو بات عقل میں نہ آئے۔ وہ باطل ہے اور گھڑی ہوئی کہانی ہے!

انسان اپنی زندگی کا خود ہی قانون ساز ہے۔ کیونکہ انسان اپنی ضرورتوں اور اپنے بدلتے ہوئے حالات قرونِ وسطیٰ کے اس خدا سے زیادہ جانتا ہے۔ جس کے نزدیک حالات ابھی تک جوں کے توں ہیں۔

[illegible] یہی ہے کہ انسان اپنی زندگی خود ہی تعمیر کرے اور اس تعمیر میں کوئی اور [illegible]

Marfat.com

اس بگاڑ میں جب مزید اضافہ ہوا۔ تو وہ اپنے ساتھ انسان کی عبادت کو بھی بہا لے گیا!!
موجودہ جاہلیت کے اس آخری مرحلہ کو بیان کرنے سے پہلے مناسب ہے کہ ہم ان جاہلیتوں کے بچے کھچے آثار کی نشاندہی کریں۔ جن کی بنا پر حقیقت الوہیت میں یہ تمام بگاڑ رونما ہوتے ہیں۔ یونانی جاہلیت کا اثر یہ ہے کہ اس نے انسان اور اللہ کے درمیان نفرت کی دیوار کھڑی کردی تھی، وہ آج بھی قائم ہے!

رومی جاہلیت کا اثر یہ ہے کہ آج بھی انہی حقائق کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ جو حواس خمسہ کے ذریعے محسوس ہوسکیں۔ چونکہ اللہ کا حواس کے ذریعے ادراک ہو نہیں سکتا۔ اس لئے اس پر ایمان لانا بھی غیر ضروری ہے!

رومی جاہلیت ایک نئی شکل میں بھی سامنے آتی ہے۔ وہ یہ کہ آج بھی عقل انسانی کو اتنا بلند مقام حاصل ہے کہ وہ اللہ کی وحی کا تنقیدی جائزہ لے اور چاہے تو خود اللہ کے وجود پر بھی تنقید کرے۔

آج بھی رومی جاہلیت کا یہ اثر موجود ہے کہ اللہ اور انسان میں بدستور جنگ جاری ہے۔

نشاۃ ثانیہ کے ابتدائی دور میں تو یہ جنگ کھلم کھلا تھی۔ جاہل و کمزور انسان اللہ کے سامنے جھکتا تھا۔ جب وہ علم و طاقت حاصل کرلیتا۔ تو اس کا مقام خدا سے بھی بڑھ جاتا اور خدا کا مقام اس کے مقابلے میں گر جاتا۔ پھر جوں جوں انسان علم حاصل کرتا گیا۔ اس کا مقام بڑھتا رہا۔ اور خدا کا مقام گرتا گیا۔ یہاں تک کہ انسان خود اپنی زندگی کا خالق بن گیا اور خود ہی اللہ بھی بن گیا۔ اور جب اللہ کے ساتھ طبیعت کی بھی عبادت شروع ہوگئی تو یہ کش مکش اللہ سے ہٹ کر طبیعت اور انسان میں شروع ہوگئی۔ کیونکہ انسان طبیعت پر غالب آنا چاہتا تھا اور انسان طبیعت کے راز چھیننا چاہتا تھا۔۔۔۔ جیسا کہ پرومیتھیس نے مقدس آگ چرائی تھی!

جب انسان خود ہی معبود بن بیٹھا۔ تو انسان اور انسان کے درمیان ایک سخت کش مکش شروع ہوگئی! یہ کش مکش تھی انسان عابد اور انسان معبود کے درمیان۔! یہ کش مکش تھی فرد کی جماعت کے ساتھ۔ فرد کی حکومت کے ساتھ۔ فرد کی سوسائٹی میں پائی جانے والی اقدار کے ساتھ اور فرد کی خود انسانیت ہی کے دوسرے فرد کے ساتھ!!

Marfat.com

انسان اور انسان کی ان ہی کش مکشوں نے انسان کی عبادت کا خاتمہ کر دیا۔

اس انسان نے یہ انکشاف کیا ہے کہ انسان اس زمین کا حقیقی اللہ نہیں، بلکہ اور بھی بہت سے اللہ ہیں، جن کا انکشاف مباحث علمیہ نے کیا اور یہ مباحث انسانوں کی کش مکش کا نتیجہ ہیں۔

کچھ اقتصادی، اجتماعی، اور تاریخی "حتمیات" وجود میں آگئی ہیں جو انسان کی حاکم بن گئی ہیں!! یہ حتمیات ایسی تقدیریں ہیں۔ جو انسانی زندگی پر غالب ہیں اور انسان کا ان میں کوئی دخل نہیں ہے!

مارکس کہتا ہے:

"اجتماعی نتائج جو انسان کو بھگتنے پڑتے ہیں۔ محدود قسم کے تعلقات ہیں۔ جن کے بغیر چارۂ کار نہیں اور جن میں انسان کا کوئی دخل نہیں۔ مادی زندگی میں نتائج کا طریقۂ کار ہی زندگی کی اجتماعی، سیاسی اور معنوی شکلیں متعین کرتا ہے۔ انسانی شعور ان شکلوں کو متعین نہیں کرتا، بلکہ یہ شکلیں انسانی شعور کا رُخ متعین کرتی ہیں"۔

انجلز کہتا ہے:

"مادی نظریہ کی ابتدا یہ ہے کہ پیداوار ہی ہر اجتماعی نظام کی بنیاد ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو بھی بنیادی تغیر رونما ہوتا ہے۔ اس کا سبب پیداوار کا طریقۂ کار ہی ہوتا ہے۔ نہ کہ لوگوں کی عقل یا حق و عدل کی تلاش و جستجو"

حتمیات کے یہ دیوتا انسانوں کے فکر و تخیل اور ان کے حق و انصاف کی طرف سبقت کی فطری صلاحیت کا خیال کئے بغیر ان کی زندگی کو اپنے رنگ میں رنگ لیتے ہیں۔ یہ ایسے دیوتا ہیں۔ جو انسانوں کے ضمیر پر لبیک نہیں کہتے اور نہ ان کے نفس کے ساتھ چلتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ ان کے ضمیر کی آواز کو سنتا، اور ان کے نفوس کی رعایت رکھتا ہے۔ بلکہ اتنی رعایت تو جاہلیت اولیٰ کے دیوتا بھی کرتے تھے۔ باوجودیکہ اس جاہلیت میں بہت بڑا بگاڑ پایا جاتا تھا اور انسان اور دیوتا کی وحشیانہ کش مکش بھی تھی۔ یہ دیوتا تو اپنی جبریت میں انسان کو ایک مشین کا پرزہ بنا دیتے ہیں۔ جو مشین کے ساتھ اپنی مقررہ حرکت کرنے پر مجبور ہے۔

اس طرح انسان اپنی عبادت میں پستیوں کی طرف گرتا چلا گیا۔ پہلے اللہ کی عبادت میں کچھ اور الٰہ کو شریک کیا، اس کے بعد نیچر پرستی کی۔ پھر انسان نے انسان کی پرستش کی جس کے نتیجے میں مہلک کش مکش برپا ہوئی جس نے انسان کو ان ظالم، بے روح اور انسان کو ذلیل کرنے والے دیوتاؤں کی پرستش پر مجبور کر دیا۔ جن کے دامن میں "احتمیت" کی سختی اور ذلت کے کچھ نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ بیسویں صدی کی جاہلیت بہت ہی بُری جاہلیت ہے !!
اس سارے تنزل کے پس منظر میں نہ کوئی منطق ہے، نہ کوئی بصیرت ہے، اور نہ کوئی سند !! کیونکہ جب اللہ کے ساتھ شرک کے بگاڑ کی ابتداء ہوئی تو اس کے لئے بھی نہ کوئی سند تھی اور نہ کوئی تائید !!

جو اللہ کو پوری پوری طرح پہچانتا ہو، وہ کبھی بھی شرک گوارا نہیں کر سکتا۔ یورپ میں جب عقیدہ پہنچا تو کانسٹینٹائن کے ہاتھوں اس میں رومی وثنیت کی آمیزش ہو چکی تھی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یورپ نے اللہ کی حقیقت کو نہیں سمجھا، بلکہ دن بہ دن جاہلیت میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔

بعض مورخین کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ پر نازل کردہ شریعت چونکہ رومی سلطنت کے مختصر حصے میں ظہور پذیر ہوئی تھی۔ اس لئے اتنی وسیع سلطنت میں اس کو نافذ نہیں کیا جا سکتا تھا۔

یہ عذر ایک رُخ سے تو پردہ اٹھاتا ہے، لیکن اس حقیقت سے غفلت برتی ہے کہ یہی تصور میں خود عقیدہ بھی صحیح نہ تھا۔ اگر عقیدہ صحیح ہوتا تو رومی سلطنت اس کا راستہ نہیں روک سکتی تھی جیسا کہ اسلام کے سامنے نہ عرب کی اندرونی طاقتیں ٹھہر سکیں اور نہ بیرونی۔ جب کہ بیرونی طاقتوں میں تمام رومی اور ایرانی سلطنتیں بھی شامل تھیں۔

کچھ بھی ہو، یہ سارے اسباب تفسیر تو کر سکتے ہیں لیکن تائید نہیں کر سکتے۔ بلکہ دنیا کی کوئی شے بھی اللہ کے راستے سے انحراف کی تائید نہیں کر سکتی !

اصل میں یہ بنیادی بگاڑ ہی ہر قسم کے بگاڑ کا پیش خیمہ ہے۔ اگر نفس میں شرک کو قبول کرنے کی گنجائش موجود ہے تو شرک کے بعد تو سب کچھ آسان ہے اور جب یہ بگاڑ پیدا ہو

Marfat.com

جائے تو یہ زیادہ سے زیادہ گہرائی میں دھکیلتا اور مزید فساد کا موجب بنتا ہے۔

یورپ کی ابتداء ہی غلط ہوئی۔ پھر آہستہ آہستہ وہ اللہ کی ہدایت سے دُور ہی ہوتا چلا گیا!

جب کنیسہ نے اپنی حماقتوں سے بُرائیوں اور خرابیوں میں اضافہ کر دیا تو یہ یورپ کے عقیدے میں ایک نئے بگاڑ کا سبب بنا۔ جس نے بتدریج اس بگاڑ کو بیسویں صدی کی جاہلیت سے لا ملایا!!

یہ بھی تفسیر تو ہے۔ لیکن تائید نہیں ہے۔ کیونکہ یورپ والے پہلے ہی سمجھتے تھے کہ کنیسہ جو کچھ پیش کر رہا ہے۔ وہ حقیقی دین نہیں ہے۔ بلکہ کاہنوں اور مذہبی لوگوں کی اپنی ہی تخلیق ہے۔ جس میں ایسے عقائد ہیں۔ جو ان کی سمجھ سے بالاتر ہیں اور جن کے قبول کرنے سے ان کی عقلیں انکار کرتی ہیں۔ لیکن بجائے اس کے کہ وہ کنیسہ کے اس مسخ شدہ دین کا جُوا اتار کر، اللہ کے نازل کردہ صاف سچے دین کی طرف پلٹ آتے۔ انہوں نے سارے "دین" ہی سے یہ کہتے ہُوئے ہاتھ جھٹک دیئے کہ "مذہب ہے ہی خرافات"!

بہر کیف یورپ کتنے ہی عذر پیش کرے۔ لیکن کسی سے بھی بچاؤ نہیں ہو سکتا۔

جب یورپ نے تاریک دَور کے شرک میں نیچر پرستی کا اضافہ کر لیا۔۔۔ تو اس بگاڑ کی کون تائید کرے۔ بلکہ یورپ کے روشن دماغ لوگوں نے شرک کی جو نئی شکل اختیار کی ہے۔ اس کا مفہوم کون سمجھائے۔

ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ نیچر پرستی دراصل کنیسہ کے ظالم اقتدار سے بچاؤ کا ایک طریقہ تھا۔ لیکن خود نیچر کیا چیز ہے۔؟

کوئی عقلمند آدمی اس تعقل پسندی کے دَور میں وُہ یہ بات کیسے کہہ سکتا ہے۔ جو ڈارون نے کہی ہے کہ: "نیچر ہر شئے کی خالق ہے اور اس کی قدرت کی کوئی حد نہیں ہے"

کسی عقل و سمجھ رکھنے والے انسان کے لئے کیسے ممکن ہے کہ وہ نیچر کو ایک ایسی ہستی خیال کرلے۔ جو پوری کائنات پر حاکم اور اس کی تقدیر کی مالک ہے[1]!؟

---

[1] ڈارون کہتا ہے کہ "نیچر تو اندھے کی لاٹھی ہے"

Marfat.com

آخر یہ عقلمند اپنے آپ سے یہ سوالات کیوں نہیں کرتے کہ یہ نیچر جس کی وہ پرستش کر رہے ہیں آخر ہے کیا ؟ مخلوق ہے۔ یا خالق ؟ عاقل ہے یا غیر عاقل ؟ اس نیچر نے اپنے آپ کو کیسے پیدا کر لیا؟ وہ قوانین کیسے پیدا کیئے جن پر کائنات چل رہی ہے ؟ یہ قوانین کائنات کو اپنی منشا کے مطابق کس طرح چلاتے ہیں ؟ ان قوانین کو یہ "حتمیت" کہاں سے حاصل ہوئی کہ کائنات انہی لگے بندھے اصولوں پر چلتی رہے ؟

پھر بتائیے کہ اس نئے معبود میں۔ جس کو ہر قسم کی قوت و طاقت کا سرچشمہ قرار دے دیا گیا ہے اور اس اللہ میں۔ جس کو غیر معقول سمجھ کر چھوڑ دیا گیا۔ کیا فرق ہے ؟

جب یہ کسی غیبی قوت کے سامنے سرنگوں ہونے سے انکار کرتے ہیں۔ تو یہ اپنے آپ سے سوال کیوں نہیں کرتے کہ نیچر غیب ہے یا مشاہدہ ؟! اگر نیچر کے مظاہر آسمان، زمین، مادہ اور شعاع کی شکل میں نظر آتے ہیں۔ تو خود نیچر کیا ہے ؟ نیچر کی اپنی حقیقت کیا ہے ؟ وہ نیچر جس نے آسمان کو آسمان، زمین کو زمین اور مادے کو مادہ بنا دیا ہے۔ کیا یہ نیچر ایسا غیب نہیں ہے جس کو حواس محسوس نہ کر سکیں ؟

اور کیا اللہ بھی اسی طرح غیب نہیں ہے ؟

ایسا غیب جو محسوس تو نہیں ہوتا لیکن اس کے مظاہر آسمان، زمین، مادہ اور شعاع کی شکل میں ہمیں نظر آتے ہیں ؟ ؟ !

یہ وہ عظیم ترین حماقت تھی جس میں یورپ کے روشن دماغ لوگ مبتلا ہوئے !

پھر جب نیچر کی پرستش ختم ہو گئی اور اس کی جگہ خود انسان کی پرستش ہونے لگی تو یہ انسان کی پرستش آخر کیوں ہوئی ؟

کیا اس لئے کہ انسان نے علم حاصل کر لیا اور اس کی قوت میں اضافہ ہو گیا۔ !

اس بدترین جاہلیت سے ذرا چشم پوشی کیجئے۔ ! اس جاہلیت کی برائی کا یہ عالم ہے کہ یہ اپنے اُس خالق کو بھی پہچاننے سے انکار کرتی ہے۔ جس نے اسے علم عطا کیا۔ سبب صرف یہ کہ سرمایۂ علم ہاتھ آگیا ! بجائے اس کے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی اس عظیم عطا و بخشش پر اس کی جناب میں سجدۂ شکر بجا لائے۔ انسان نے خود نعمت ہی کو اپنے لئے کفر و نفرت کا سبب بنا لیا۔

Marfat.com

تھوڑی دیر کے لیئے اس جاہلیت سے درگذر کیجیئے کہ جو قدیم یونانی جاہلیت کے اس بگاڑ سے زہر آلود ہے کہ انسان اور اللہ میں کش مکش ہے اور جب بھی انسان دیوتاؤں سے کچھ علم "غصب" کر لیتا ہے تو اس طاقت کے بل بوتے پر سرکشی اور نافرمانی میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔

تھوڑی دیر کے لیے ان سب باتوں سے درگذر کیجیئے۔ ذرا دیکھیئے آخر اس علم کی مقدار کیا ہے جس نے انسان کو سرکشی اور نافرمانی پر مجبور کر دیا۔

ایک امریکی سائنس دان ماریت اسٹینلے کونگڈن اپنے مضمون "گلاب کے پودے کا مطالعہ" میں کہتا ہے :-

"اگرچہ سائنس مشاہداتی حقیقتوں کا نام ہے۔ لیکن یہ بھی انسانی تخیل، مطالعے اور نتیجہ اخذ کرنے کے مختلف طریقوں سے ضرور متاثر ہوتی ہے۔ سائنٹیفک مشاہدات اس حد تک تو قابل قبول ہیں۔ لیکن کمیت کے میدان میں یہ بڑے محدود ہیں۔ ان کی ابتدا بھی احتمالات ہیں اور انتہا بھی احتمالات ہیں۔ یقین کا کوئی واسطہ نہیں بلکہ تمام سائنٹیفک نتائج غلطی کے متحمل ہیں اور یہ کہ ان میں کسی بھی وقت تغیر و تبدل ہو سکتا ہے۔ وہ کوئی ہمیشہ رہنے والے ٹھوس اصول نہیں ہیں"[1]

یہ کسی مذہبی آدمی کا نہیں۔ بلکہ ایک سائنس دان کا قول ہے۔! تمام انسانی علم احتمالات ہی کا مجموعہ ہے۔ یقین تو کہیں بھی نہیں۔ خواہ تجربات اور آلات کی دنیا میں کتنی ہی باریک بینی سے کام کیوں نہ لیا جائے۔!

ذرا علم کا میدان بھی دیکھیئے!

ایک زمانہ ہوا کہ علم اس بات پر مجبور ہو چکا ہے کہ اشیاء کی اصل حقیقت اور کنہہ معلوم کرنے کے بجائے صرف اشیاء کی ظاہری ہیئت ہی معلوم کر لی جائے اور اشیاء کی اس ظاہری ہیئت کے بارے میں بھی یہ سائنس دان کہتا ہے کہ یقینی نہیں ہے بلکہ اس کی ابتداء اور انتہا سب ہی احتمالات ہیں! اصل علم کی بنسبت اس علم کی حقیقت ہی کیا ہے اور انسان اس علم کی بدولت کس فریب کا شکار ہو گیا ہے۔؟!

---

[1] "اللہ اور سائنسی دور" ڈاکٹر دمرداش عبدالمجید سرحان

Marfat.com

پھر اس علم کی کیا حقیقت ہے۔ اس مقدار علم کے بالمقابل جو انسان حاصل کرنا چاہتا ہے، وہ علم غیب آخر کہاں ہے۔ جس کی تلاش میں انسان ابتدائے آفرینش سے ہے اور ہزارہا برس سے اس کی یہی خواہش چلی آرہی ہے۔

بتائیے! انسان کو تو ابھی آنے والے لمحہ کا بھی علم نہیں ہے۔ ہر آنے والا لمحہ اور ثانیہ ایک ہزار پردوں کے پیچھے پوشیدہ ہے!!

یہ ہے انسانی علم کی پونجی!!

ہاں انسانی قوت وطاقت میں کافی اضافہ ہوا ہے۔ انسان نے اپنے ماحول پر غلبہ پالیا ہے۔ انسان نے نیچر پر قدرت حاصل کرلی ہے۔ ایٹم ایجاد کیا۔ فضائے بسیط میں راکٹ چھوڑے اب چاند تک پہنچنے کی کوششیں ہو رہی ہیں۔

لیکن انسان جو قوت چاہتا تھا۔ وہ اس کو کہاں حاصل ہوئی؟

انسان تو موت سے بچاؤ، اور دائمی زندگی چاہتا تھا۔ یہی تو خواہش تھی جس پر شیطان نے آدم کو بہکایا تھا۔۔۔ اور یہی خواہش آدم کی اولاد میں آج تک موجود ہے۔

وَقَالَ مَا نَهَاكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ	تمہارے رب نے جو تمہیں اس درخت سے
الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ	روکا ہے۔ اس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے
اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخَالِدِيْنَ وَقَاسَمَهُمَا	کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ۔ یا تمہیں ہمیشگی
اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ	کی زندگی حاصل نہ ہو جائے اور اس نے قسم کھا کر
(سورۃ اعراف ۲۰)	ان سے کہا کہ میں تمہارا سچا خیر خواہ ہوں۔

بلکہ انسان تو بیماریوں سے بھی بچاؤ نہ کر سکا۔ آج بھی ایک ادنیٰ سا جرثومہ جو صرف خوردبین سے دیکھا جا سکتا ہے۔ بڑے بڑے لاعلاج امراض کا سبب بن جاتا ہے!

جولیان ہکسلے جس کے ذہن پر بیسویں صدی کی جاہلیت کی حکمرانی ہے۔ کہتا ہے کہ اللہ کی عبادت کے دو اسباب ہیں۔ جہالت اور عاجزی۔

ہو سکتا ہے۔ ایسا ہو۔ لیکن اس علم وطاقت کے دور میں کون سی شئے ایسی ہے۔ جو اللہ کی عبادت کے چھوڑنے پر اکساتی اور اس کی تائید کرتی ہے۔

Marfat.com

ہم اس جاہلیت کی طرف دوبارہ آتے ہیں۔ جس کے سارے پیمانے اُلٹے ہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ نے انسان کو تعلیم حاصل کرنے کی استطاعت اور کائنات کی بعض طاقتوں کی تسخیر کی قوت اس لئے عطا کی تھی کہ انسان میں غرور و تکبر پیدا ہو اور وہ اللہ کی عبادت سے نکل جائے۔!

یہ لعنت مغربی فکر میں پرومیتھیس کی کہانی سے آئی ہے!

اس انسان کو دیکھئے۔ جس نے اللہ کے بالمقابل ہو کر کہا کہ مجھے کسی الٰہ کی ضرورت نہیں؟!

اس انسان نے کون سے گناہ نہیں کیے!؟

اس نے کہا میں اپنا قانون خود بناؤں گا۔ کیونکہ اب انسان غلامی سے آزاد ہو چکا ہے۔

اس نے کہا کہ میں اپنے عقائد اور مراسم خود ہی وضع کروں گا!

اس نے کہا کہ میں اپنا حاضر اور اپنا مستقبل اللہ کی راہنمائی سے بے پرواہ ہو کر خود ہی تراشوں گا!

یہ سب شیطانی دھوکا و فریب تھا۔

اگر یہ شیطان کے کرتوت نہ ہوتے، تو انسان یہ کارنامے کیسے سرانجام دیتا؟ ساری زمین میں بُرائی کس طرح پھیل جاتی؟ ہر جگہ یہ ظلم و ستم کیوں ہوتے؟

ساری دنیا میں یہ ذلیل غلامی کیوں ہوتی۔ . . . ؟

کبھی سرمایہ کی غلامی! کبھی حکومت کی غلامی! کبھی فرد کی غلامی اور کبھی ہلاکت خیز شہوتوں کی غلامی!

ہر صورت میں غلامی اور ہر شکل میں ذلّت ہے!

دنیا میں بُرائیاں اس قدر پھیل گئیں کہ ساری دنیا بُرائیوں کا ایک ایسا گڑھا بن گئی جس میں نوجوان آتے ہیں اور گرتے جاتے ہیں!

بھلا بتائیے۔ یہ جو متمدّن اقوام کے شفاخانے مجنونوں اور پاگلوں سے بھرے ہُوئے ہیں۔ آخر اس کا سبب کیا ہے اور اس اختلال اور بے راہ روی کا آخر کیا انجام ہوگا۔ کیا فیشن پرستی سینما، ٹیلی ویژن کا جنون مہلک حد تک نہیں پہنچ چکا ہے؟ یہ سارے ہی بگاڑ اس انسان کے لئے مہلک ہیں۔ جس نے اللہ تعالیٰ کے سامنے تکبّر کیا!!

انسان کتنا بدبخت تھا۔ جب اس نے اپنے بارے میں سوچا کہ وہ "الٰہ" ہے۔ اور اب وہ اللہ کی راہنمائی اور اس کی غلامی سے آزاد ہو چکا ہے!!

Marfat.com

یہودی فکر نے انیسویں صدی میں جو الٰہ پیدا کیے اور جن سے غیر یہودیوں کے افکار مسموم ہو رہے ہیں۔۔۔ وہ ہیں اقتصادی، اجتماعی اور تاریخی حتمیات کے الٰہ۔ اور یہ الٰہ تاریخ کی مادی تعبیر میں ہر مقام پر موجود نظر آتے ہیں۔

آخر یہ حتمیات کیا ہیں؟

تاریخ کی مادی تعبیر پہلے تو یہ کہتی ہے کہ انسان کی تاریخ دراصل دو روٹی کی تلاش و جستجو کا نام ہے۔۔۔۔ اور یہ تاریخ کی پہلی حتمیت ہے۔

روٹی کی تلاش میں انسان نے کچھ اوزار بنا لیے۔ جو اس کی زندگی کو کشاں کشاں ایک دور سے دوسرے دور کی طرف دھکیلتے لے گئے۔!

پہلے شیوعیت تھی، اور انفرادی ملکیت کا کوئی وجود نہ تھا۔ پھر زراعت ایجاد ہوئی تو زمین اور ذرائع پیداوار کی ملکیت رونما ہوئی۔ اس کے بعد زمین کے حصول کے لالچ میں ایک قوم دوسری پر حملہ آور ہوئی اور فاتح قوم نے مفتوح کو غلام بنا کر اپنی زمین میں جبری طور پر کام لیا۔ جس سے جاگیرداری وجود میں آئی۔ پھر مشین وجود میں آئی تو اس کے ساتھ سرمایہ داری آئی اور جاگیرداری ختم ہو گئی۔ پھر لازمی طور پر سرمایہ دار اور مزدور میں جنگ شروع ہو گئی۔ پھر حتمی طریقہ پر تاریخ کی دوسری اور آخری شیوعیت رونما ہوئی اور انفرادی ملکیت پھر ختم ہو گئی۔

یہ ہے حتمیات کی مقرر کردہ انسانی تاریخ کا خلاصہ!

اور یہ طرز فکر صرف جاہلیت ہی کا ہو سکتا ہے۔!

تاریخ کی یہ مادی تعبیر جو اللہ سے بیگانہ اور کائنات اور حیات انسانی میں اللہ کی تدبیر سے بیگانہ ہو کر کی گئی ہے۔ یہ تو ایسی تعبیر ہے کہ جس کو آج کا روشن خیال اور آج کے جاہلی علوم کا جاننے والا بھی اپنے ضمیر کے اطمینان کے ساتھ قبول نہیں کر سکتا۔

اگر مان بھی لیا جائے کہ زندگی کی یہ ساری مادی تعبیر صحیح ہے۔ (حالانکہ آپ کو ابھی معلوم ہو جائے گا کہ یہ تعبیر درست نہیں ہے) پھر بھی انسان کے ارادے اور اس کے حالات سے بیگانہ تو نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ مارکس کہتا ہے۔

کیا انسان ہی زمین اور ذرائع پیداوار کا مالک نہیں بنا۔ جب کہ وہ پہلے مالک نہیں تھا۔ کیا

Marfat.com

زمین نے انسان سے کہا تھا کہ وہ اس کا مالک ہو جائے۔ ! کیا زمین نے انسان کا گلا دبایا تھا اور کہا تھا کہ اسے زمین کا مالک ہوئے بغیر چارۂ کار نہیں ہے۔ یا انسان زمین کا اس وجہ سے مالک ہوا تھا کہ ملکیت اس کی فطرت میں شامل ہے۔

کیا مشین انسان نے اپنے ارادے سے ایجاد نہیں کی ؟

یا مشین نے انسان کی گردن دبوچ کر کہا تھا کہ مجھے ایجاد کر۔ ؟ ! کیا انسان کی اس فطری خواہش نے کہ وہ اپنی پیداوار کو بہتر سے بہتر بنائے۔ اس رغبت و خواہش نے انسان کو سرگرم عمل کر دیا۔ حتیٰ کہ انسان نے مشین ایجاد کر لی ؟ !

اگر یہ بات بھی لی جائے کہ مشین نے انسانی تاریخ لکھی ہے۔ پھر بھی کیا اس میں انسانی ارادے کا کوئی حصّہ نہیں ہے ؟

تو انسانی زندگی کے حالات کس طرح انسانی ارادے سے باہر ہو سکتے ہیں۔

پھر جب سرمایہ داری آئی۔ تو کیا اس میں انسان کی یہ فطری خواہش کارفرما نہیں تھی کہ انسان ملکیت چاہتا ہے اور یہ بھی چاہتا ہے کہ اس کی ملکیت میں اضافہ ہوتا رہے اور انسان ہی میں یہ فطری استعداد بھی ہے کہ جب وہ راستے سے منحرف ہوتا ہے تو بغاوت و سرکشی پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

پھر جب شیوعیت آئی۔ تو کیا انسان نے یہ نہیں سوچا کہ حق و انصاف کا راستہ یہی ہے اور جس کا فریڈریک اینگلز نے مذاق اڑاتے ہوئے کہا کہ

" انسان دنیاوی معاملات میں تصرّف کا کوئی اختیار نہیں رکھتا "

یہ تو پہلی بات تھی اور دوسری بات جو حقیقت سے زیادہ قریب ہے یہ ہے کہ ان حتمیات کی صحت کو اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تو آخر یہ حتمیات کس کی مقرر کردہ ہیں۔

پوری انسانی زندگی پر ان حتمیات کو کس نے مسلّط کر دیا ہے ؟

کیا زندگی کی یہ مادی تعبیر ہی زندگی کی ممکنہ شکل تھی ؟

کیا ایسا ممکن نہ تھا کہ انسان ہمیشہ ہی اپنی ابتدائی شیوعیت کی زندگی گزارتا رہتا ؟

کیا یہ ممکن نہیں تھا کہ انسان ہمیشہ غلامی کی زندگی گذارتا رہتا ؟ یا ہمیشہ جاگیرداری نظام رہتا ؟ یا ہمیشہ سرمایہ داری رہتی ؟

Marfat.com

مشین کی ایجاد نے انسانی زندگی کو ایک نئے رُخ پر موڑ دیا،
جی ہاں! لیکن کیا مشین کی ایجاد بھی انسان پر مسلط کردہ کوئی حتمیت تھی؟ اس حتمیت کو کس نے مسلط کیا؟
آخر یہ اللہ کی ہدایت سے بیزاری کیوں؟
کیا اللہ کا اس سارے معاملے میں کوئی حصہ نہیں ہے (بیشک اللہ کی ذات پاک ہے ان تمام باتوں سے جو وہ کہتے ہیں)
کیا اللہ نے انسان کو پیدا نہیں کیا؟
کیا مشین ایجاد کرنے کی قوت اسے اللہ نے نہیں دی ہے؟
کیا انسان کو یہ قدرت و قوت حاصل ہو جانا حتمی تھا۔ لیکن یہ حتمیت کس کی پیدا کردہ ہے؟
بلکہ کیا انسان کا اپنا وجود اس زمین پر حتمی ہے؟
بلکہ کیا زمین کا وجود بھی حتمی ہو سکتا ہے؟
بلکہ کیا کائنات کا وجود ہی حتمی خیال کیا جا سکتا ہے؟
آخر کس نے انہیں یہ حتمیت دے دی ہے؟
آخر یہ اللہ کی ہدایت سے روگردانی کس لئے ہے؟
کیا ہی اچھا ہوتا کہ انسان سچائی کا راستہ اختیار کرتا!
کیا اللہ تعالیٰ نے کائنات کو بغیر کسی مجبوری کے پیدا نہیں کیا ہے۔

کیا اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا نہیں کیا۔ کیا اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا نہیں کیا۔ حالانکہ اللہ کے لیئے یہ بھی ممکن تھا کہ وہ زمین اور انسان کو نہ پیدا کرتا۔ یا ایسے حالات ہی نہ پیدا کرتا جو انسانی حیات کے لیئے ضروری ہیں۔
اگر یہ سب کچھ اللہ کی بنائی ہوئی تقدیر کے مطابق ہو رہا ہے تو ہم کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ یہ تقدیر نہیں، بلکہ یہ تاریخی حتمیت ہے۔ یا اقتصادی اور اجتماعی حتمیت ہے۔ یا اس کے علاوہ دیگر الٰہ کارفرما ہیں!؟

Marfat.com

یورپی فکر کے اس جاہلیت میں تراشے ہوئے سارے الٰہ نہایت سخت گیر، کھوکھلے اور بے رحم ہیں۔ یہ الٰہ انسانی ارادے کا کوئی دخل برداشت نہیں کرتے اور نہ ہی اس کے دن اور رات میں اس کی کسی استدعا پر لبیک کہتے ہیں!

یہ الٰہ اپنی احمقانہ حتمیت میں انسان کو بالکل ہی نظر انداز کر گئے ہیں۔ انہیں اس کے فکر و عمل سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ انہیں اس سے کوئی بحث نہیں کہ انسانی عمل صحیح ہے یا غلط، انسان کو ترقی حاصل ہوئی یا قعر مذلت میں گر گیا۔ یہ ایمان لایا یا کفر پہ قائم رہا۔

ان الٰہ کا انسان کے ساتھ برتاؤ ایسا ہے۔ جیسے کوئی بے جان شئے ہو اور انسان ان کی حتمیت کے سامنے ہیچ ہے۔ یا ان الٰہ کا برتاؤ انسان سے ایسا ہے۔ جیسے انسان نہ ہو، بلکہ بھیڑوں کا ایک گلہ ہو، جسے کسی نامعلوم راستے پر ہنکایا جا رہا ہو۔

اس سے بڑھ کر انسانیت کی ذلت و رسوائی اور کیا ہو سکتی ہے کہ انسانی فکر و عمل کی کوئی قیمت ہی باقی نہ رہے۔ حالانکہ فکر و عمل کی اسی قیمت کا نام انسان ہے۔

کیا انسان اللہ کی راہنمائی سے کنارہ کش ہو کر اسی عزت کا خواہاں تھا۔ جو اسے ملی ہے کہ وہ ایسے الٰہ کا بندہ بن کر رہ گیا جو نہ اس پر رحم کرتے ہیں اور نہ اس کی بات سنتے ہیں۔!! بیسویں صدی کی جاہلیت میں بے چارہ انسان کتنا قابل رحم ہو گیا ہے۔!

انسان کی جاہلیت اس مرحلہ پر بھی ختم نہیں ہوئی اور نہ ختم ہونا ممکن ہے۔ اگر اللہ کے تصور میں ایک دفعہ بگاڑ رونما ہو جائے۔ تو وہ یقینی طور پر انسان کے سارے فکر و عمل پر چھا جاتا ہے۔ کیونکہ پہلے ہی سمت سفر غلط متعین ہوئی ہے تو راہ کا ہر قدم غلط ہی اٹھے گا۔

کائنات کے تصور، کائنات اور اللہ کے تصور اور کائنات اور انسان کے بارے میں مغربی جاہلیت جدیدہ میں بہت سے بگاڑ رونما ہوئے ہیں۔

کبھی قوانین فطرت کی حتمیت پر ایمان لا کر اللہ کی قدرت سے انکار کر بیٹھتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ کائنات خود بخود وجود میں آگئی۔ کیونکہ کائنات میں زندگی موجود تھی۔ مقصد یہ کہ اس اللہ پر ایمان نہ لانا پڑے جس نے کائنات اور زندگی کو پیدا کیا۔

کبھی کہتے ہیں کہ کائنات کے حالات زندگی کے مناسب نہ تھے۔ بلکہ ایک اتفاقی حادثے

Marfat.com

کے طور پر زندگی وجود میں آگئی۔ اور یہی حادثہ آخر کار انسان کے ظہور کا سبب بن گیا۔

کبھی کہتے ہیں کہ کائنات اور انسان بغیر کسی مقصد کے وجود میں آگئے ہیں غرض ہر قسم کی گمراہیاں انسان کے فکر و عمل پر چھا گئی ہیں۔ اور بنیاد سب کی وہی اللہ کے تصور میں بگاڑ کا رونما ہو جانا ہے۔

ہم پہلے حتمیات کے بارے میں گفتگو کر چکے ہیں۔ قوانین طبیعت بھی ان بیان کردہ حتمیات سے مختلف نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ سب ہی انسان کو ایک اور حقیقی حتمیت سے بیگانہ بناتی ہیں۔ اور وہ ایک حتمیت ہے۔ اللہ کا ارادہ اور اس کی مشیئت!

اللہ کی مشیئت آزاد ہے۔ مقید نہیں ہے۔ اللہ کے ارادے کے بالمقابل ہر قید غلط ہے۔ کون ہے۔ جو اللہ کے ارادے پر بندش لگائے۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہی اپنے ارادے سے ہر شئے کا پیدا کرنے والا ہے۔

فتنہ کی بنیاد یہ ہے کہ اللہ کی سنت کو کائنات کے لیئے ناقابل تبدیلی اور دائمی سمجھ لیا گیا ہے۔

حالانکہ اللہ کی سنت کا ناقابل تبدیلی اور دائمی ہونا، اللہ کی مشیئت کے مطابق ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے ارادے میں مختار ہے۔ مقید نہیں ہے اور اللہ کی مشیئت کائنات اور انسان کے لیئے رحمت ہے۔ نہ اللہ کا ارادہ مقید ہے اور نہ اسے کائنات میں تصرف کرنے میں کوئی رکاوٹ ہے۔

اللہ کی مشیئت چاہتی تھی کہ کائنات اللہ کی مقرر کردہ سنت پر چلے جس کا نام جاہلیت جدیدہ نے قوانین طبیعت رکھا ہے۔ تاکہ اس کے حقیقی نام سنت اللہ سے بچا جا سکے۔

لیکن اگر کسی وقت اللہ تعالیٰ خود چاہے کہ اپنی مقررہ کردہ سنت کے خلاف کوئی کام کرے تو کون ہے جو اسے یہ کہہ سکے کہ قوانین طبیعت ناقابل تغیر ہیں۔

جب کبھی اللہ تعالیٰ دائمی سنت سے ہٹ کر کوئی کام کرتا ہے۔ اسی کا نام معجزہ ہے لیکن یہ معجزہ بذات خود اللہ کی سنت ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ کی سنت اور اس کا طریقہ کار ہی کائنات کی واحد حتمیت ہے۔ معجزے پر ایمان علم کے مقررہ قوانین کے قیام، اور عقیدے

کے سائے میں علم کے قیام سے نہیں روکتا۔ جیسا کہ جاہل لوگ خیال کرتے ہیں۔ بلکہ معجزے پر ایمان تو علم کے تقدم کا باعث ہے۔ ان دونوں باتوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

سارا اسلامی علم جو درحقیقت ایک بہت بڑی میراث ہے۔ ایسی میراث جو مسلمانوں کی عظمت کی نشاندہی کرتی ہے اور جس اسلامی علم کی یورپ کی جدید علمی ترقیات مرہونِ منت ہیں۔ خاص طور پر تجرباتی اسکول میں تو یورپ نے نہایت عظیم فائدے اٹھائے۔

—— یہ سارا اسلامی علم عقیدے اور معجزے پر ایمان کے سائے تلے پروان چڑھا ہے۔

مسلمانوں کے فکر و نظر میں اس بات میں کوئی تعارض نہ تھا کہ وہ معجزے پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور اللہ کی دائمی سنت اور کائنات کے مقررہ قوانین پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ جب کہ علمی مباحث کا دار و مدار تمام تر اسی دائمی سنت پر تھا۔ کیونکہ معجزہ ایک علیحدہ حقیقت ہے اور اللہ کی دائمی سنت ایک علیحدہ حقیقت اور حقائق میں کوئی تعارض نہیں ہوا کرتا۔ ہاں —— ہاں جن لوگوں کی چھوٹی چھوٹی عقلوں میں بڑے بڑے امور نہ سما سکیں تو وہ ضرور تعارض محسوس کرتے ہیں۔

مغرب کے تنگ ذہن کی ساری مشکل یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ اگر کسی وقت معجزہ رونما ہو جائے تو ساری کائنات کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ کیونکہ کائنات کے سارے قوانین باہم ایک دوسرے سے پیوستہ ہیں۔ اس لئے ہر واقعے کے معین نتائج رونما ہونے ضروری ہیں۔

ان قوانین کو باہم مربوط کس نے کیا ہے۔ کیا وہ ان قوانین کا خالق نہیں ہے۔ کیا خالق کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ اگر وہ کسی عظیم مقصد کے لیئے کسی وقت کسی واقعے کے وہ نتائج مرتب نہ ہونے دے۔ جو اس واقعے کے لئے ضروری ہیں .... اور اس عظیم مقصد کے حصول کے بعد اللہ کی سنت پھر اپنے فطری تقاضوں کے مطابق رواں دواں ہو جائے۔

اس کے باوجود بھی علم اور تمام حتمی قوانین طبیعت سب کے سب احتمالات ہی تو ہیں۔

ایک طبیعیات اور ریاضیات کا ماہر انگریز سائنس دان جو پہلے ملحد تھا اور آخر میں اللہ کے وجود کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو گیا تھا کہتا ہے۔

"قدیم علم میں یہ بات طے شدہ تھی کہ طبیعت صرف ایک ہی راستے پر چل

سکتی ہے اور وہ راستہ ہے جو علت و معلول کی شکل میں اس کے لیے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے لازم کر دیا گیا ہے۔ اس کے سوا کوئی شکل ہو ہی نہیں سکتی کہ جب بھی حالت "ا" وجود میں آئے تو اس کے بعد "ب" وجود پذیر ہو۔ لیکن جدید سائنس کے لحاظ سے "ا" کے بعد "ب" بھی آسکتی ہے "ج" بھی آسکتی ہے۔ اور "د" بھی البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ "ب" کے وجود میں آنے کا زیادہ احتمال ہے۔ بہ نسبت "ج" کے۔ اور "ج" کے وجود پذیر ہونا زیادہ متحمل ہے بہ نسبت "د" کے۔ بلکہ "ب" "ج" اور "د" تینوں کا درجہ احتمال بھی متعین کیا جا سکتا ہے لیکن یہ بات یقین سے نہیں کہی جا سکتی کہ کون سی حالت کس حالت کے بعد رونما ہوگی۔ کیونکہ علم جدید کی بنیاد ہی احتمالات ہیں۔ رہ گئی یہ بات کہ کس بات کا وجود پذیر ہونا ضروری ہے تو یہ تقدیر کا مسئلہ ہے ... جو بھی کچھ تقدیر کی حقیقت ہو۔

انیسویں صدی اور بیسویں صدی کی جاہلیت جدیدہ کی جاہلیتوں میں ایک تعجب خیز جاہلیت یہ ہے کہ کائنات از خود وجود پذیر ہو گئی ہے۔

ڈارون نے زندگی کے مختلف ادوار کا مطالعہ کر کے، زندگی کی ابتدائی اور موجودہ شکلوں کی درمیانی کڑیاں مرتب کیں۔ لیکن وہ کینہ کے الٰہ کو نہیں تسلیم کر سکتا۔ کیونکہ اس کی کنیسہ سے جنگ جاری تھی، اور کنیسہ بھی اسی الٰہ کے نام پر اس سے لڑ رہا تھا۔

ڈارون نہیں چاہتا تھا کہ اس کھلم کھلا اور بدیہی بات کو تسلیم کرے کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے، نتیجہ یہ نکلا کہ یہ کہا جانے لگا کہ کائنات خود بخود وجود میں آگئی اور یہ نقش ایسا ہے جس کا کوئی نقاش نہیں ہے:

بیسویں صدی کے علماء نے اس نظریہ کے بودے پن کو محسوس کر کے خود بخود اسے چھوڑ دیا۔

رسل چارلس ارنسٹ — جو جامعہ فرینکفرٹ۔ جرمنی میں حیاتیات اور نباتیات کے پروفیسر ہیں — کہتے ہیں:

Marfat.com

"جمادات سے زندگی کے وجود میں آنے کے بارے میں مختلف نظریات پیش کئے گئے ہیں۔ بعض محققین نے کہا کہ زندگی، پروٹوچین، یا فیروس یا بعض بڑے پروٹونی اجزا کے جمع ہو جانے سے وجود میں آئی ہے۔ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان نظریات سے عالم حیات اور جمادات کا درمیانی خلا پُر ہو گیا ہے۔ لیکن جو حقیقت ہم تسلیم کرنے پر مجبور ہیں، وہ یہ ہے کہ زندہ مادے کو غیر زندہ مادے سے علیحدہ کرنے کی تمام کوششیں انتہائی ناکامی کا شکار ہو گئی ہیں۔ اس کے علاوہ جو لوگ اللہ کے وجود سے انکار کرتے ہیں۔ ان کے پاس بھی اس کی کوئی دلیل نہیں ہے کہ صرف ذرّات اور اجزا کے اچانک جمع ہو جانے سے بھی زندگی رونما ہو سکتی ہے اور وہ شکل اختیار کر سکتی ہے۔ جو ہم زندہ خلیوں میں دیکھتے ہیں۔ ہر شخص کو پوری پوری آزادی ہے کہ اگر وہ چاہے۔ تو زندگی کی اس تعبیر کو قبول کر لے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس نظریہ کو قبول کرنے کے بعد تو عقل کو اتنی مشکلات پیش آتی ہیں کہ اتنی تو خود اللہ کا وجود تسلیم کر لینے میں نہیں ہیں۔

میرا خیال یہ ہے کہ زندہ خلیوں میں سے ہر خلیہ اتنا پیچیدہ ہے کہ ہم اس کو نہیں سمجھ سکتے اور زمین پر بکھرے ہوئے لاکھوں کروڑوں خلیے اس کی قدرت کی شہادت دے رہے ہیں۔ ایسی شہادت جس کی بنیاد عقل اور منطق پر ہے۔ اسی لئے میں اس اللہ پر پکا سچا ایمان لاتا ہوں۔"

رہ گیا یہ خیال کہ کائنات اتفاقی طور پر وجود میں آ گئی ہے تو اس خیال کے بودے پن کو واضح کرنے کے لئے بھی گذشتہ پیراگراف میں جو سائنس دان کا قول نقل کیا گیا ہے وہ کافی ہے۔

پھر بھی اگر ہم علم و سائنس کو ایک طرف رہنے دیں اور صرف کھلی ہوئی آنکھوں اور بصیرت افروز دل سے غور کریں تو بھی یہ بات آسانی سے سمجھ میں آ سکتی ہے کہ آسمانوں کی گردش اور کائنات کی ہر شئے کا انتہائی دقیق نظام اچانک اور اتفاقی طور پر وجود میں نہیں آ سکتا۔ بلکہ یہ کسی مدبّر خالق کی تخلیق ہی ہو سکتا ہے۔

Marfat.com

اگرچہ یہ نظریہ قطعی غیر علمی ہے۔ پھر بھی اگر مان لیا جائے تو بھی کوئی ایسی چیز جو اتفاقیہ رونما ہوگئی ہو۔ اس کے نظام میں اتنی باریکی پیدا نہیں ہو سکتی کہ کروڑ ہا سال گذرتے چلے جا رہے ہیں اور آج تک کبھی بھی اور کہیں بھی اس نظام میں کوئی معمولی سا نقص رونما نہیں ہوا۔

اس گمراہ کن نظریہ کی بنا پر کہ کائنات اتفاقیہ وجود میں آگئی ہے۔ ایک اور گمراہی رُونما ہوگئی۔ وہ یہ کہ کائنات اور انسان کی تخلیق بے مقصد ہے۔ ہر گمراہی کی اصل و بنیاد ایک ہی گمراہی ہے۔ اور وہ ہے اللہ کی ہدایت سے دُور ہونا۔ کیونکہ جس کا دل اللہ کی قدرت تخلیق پر ایمان رکھتا ہو۔ اس پر اس گمراہی کا غلبہ نہیں ہو سکتا۔

کائنات کی تعمیر میں یہ معجز نما باریک بینی خواہ مخواہ نہیں ہو سکتی۔ بلکہ ضرور اس کا کوئی نہ کوئی مقصد ہے۔ کائنات کا ذرّہ ذرّہ اس بات کی شہادت دے رہا ہے کہ اس تخلیق کوئی نہ کوئی منشا و مقصد ضرور ہے۔

ہو سکتا ہے انسان اس مقصد کو نہ پا سکے۔ کیونکہ انسان کائنات سے باہر نہیں ہے۔ بلکہ خود بھی کائنات کا ایک جزء ہے۔ اور جزء کل کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ لیکن پھر بھی اگر انسان کھلی آنکھوں سے دیکھے تو یہ بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ اس معجز نما باریکی کا۔ جس کا انسانی عقل اندازہ بھی نہیں کر سکتی۔ کوئی مقصد تو آخر ہوگا ہی۔

یہ خیال کہ کائنات اور انسان کا وجود بے مقصد ہے۔ ایک ایسی گمراہی ہے جس سے زندگی کے تصور و عمل میں بڑے بگاڑ رونما ہوئے ہیں۔

ظاہر ہے۔ جو زندگی بغیر کسی صاحب تدبیر خالق کے وجود میں آگئی ہو اور انسان بھی اتفاقیہ پیدا ہوگیا ہو۔ اس زندگی میں نہ تو کوئی ربط و ہم آہنگی ہو سکتی ہے اور نہ کوئی مقصد سامنے ہو سکتا ہے!

ڈارون کہتا ہے۔ کہ "زندگی تو بس اندھے کی لاٹھی ہے"۔ ... اس خیال میں انسان کی پیدائش اور ارتقاء بھی شامل ہیں۔!

یہی تصور ہے۔ جہاں سے گمراہی انسان کے ذہن پر اور اس کی زندگی کے مقاصد پر اپنے اثرات مرتسم کرتی ہے۔

Marfat.com

یہ بیشک ایک نقصان عظیم ہے!

یہ انتہائی بدبختی ہے!

یہ حسرت و آرزو ہے ـــــ یہ لذت پرستی ہے!

یہ اس ناامید کی کش مکش ہے۔ جو ہر تائید سے محروم ہے۔ جو مہربان اللہ کی نوازش سے محروم ہو چکا ہے۔ اسی لئے یہ کش مکش وحشیانہ اور مجنونانہ ہو گئی ہے۔

ہم آنے والی فصل میں ان تمام آثار کا ذکر کریں گے۔ جو اس تصور نے انسانیت اور اس کے عمل میں چھوڑے ہیں۔ خواہ انسان فرد کی حیثیت میں ہو یا جماعت اور قوم کی۔ یہاں تو ہمیں صرف فکر کا فساد بیان کرنا ہے۔

جب انسان کا رشتہ اللہ سے ٹوٹ گیا اور تمام علائق منقطع ہو گئے۔ انسان زمین میں بھٹکتا پھرنے لگا اور کوئی اس کا راہنما نہ تھا۔

انسان بھٹکتا رہا اور اسے اپنے وجود کے مقصد کا علم نہ ہو سکا نہ ہی انسان کو یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا کیا مقام ہے اور اسے اس کائنات میں کیا کردار ادا کرنا ہے .... حتیٰ کہ اس نے اللہ کے بالمقابل اپنے آپ کو الٰہ بنا لیا لیکن جونہی انسان اللہ کی ہدایت و راہنمائی سے باہر آیا شیاطین نے اسے اچک لیا۔ اسے جنیات کے الٰہ نے اچک لیا اور ان الٰہ نے انسان کی ناک مٹی میں رگڑ کر اسے ایسا ذلیل و خوار کیا کہ انسان انہی کے سامنے سربسجود ہو گیا ـــ انسان نہ اپنی حقیقت کا اندازہ کر سکا اور اپنے مقصد وجود کا پتہ چلا سکا۔!

کیونکہ ڈارون کی نظر میں انسان بھی دوسرے جانوروں کی طرح ایک جانور ہے اسی لیے انسانی زندگی کے بارے میں اور انسانیت کے بلند مقام کے بارے میں اس کی رائے کو کوئی اہمیت نہیں دی جا سکتی۔ کیونکہ انسان کی حیثیت کائنات میں ایک حقیر کیڑے سے زیادہ نہیں ہے۔ بقاء ہی دراصل فلسفۂ ارتقاء میں کامیابی کی علامت ہے۔ اس لیے کائنات کی ہر شئے کی قیمت برابر ہے۔ آگے بڑھنے کا تخیل صرف انسانی تخیل ہے۔ یہ بات اگرچہ تسلیم شدہ ہے کہ اس وقت انسان سید المخلوقات ہے۔ لیکن یہ مقام اپنے ارتقائی مراحل میں ایک چیونٹی بھی

Marfat.com

حاصل کر سکتی ہے"۔[1]

یہیں سے انسان اپنی ذات اور اپنے مقصد کے حیوانی تصور میں الجھ گیا اور حقیقتاً اس کا مقام ایک چیونٹی سے آگے نہ بڑھ سکا۔

انسان یہ اندازہ نہیں کر سکا کہ زندگی کا اس زمین پر اس مختصر سے وقفہ میں ختم ہو جانا ناممکن ہے۔ اگر زندگی اسی دنیا میں ختم ہو جاتی تو یہ تصویر کا ایک نامکمل رُخ ہے۔ کیونکہ دنیاوی زندگی اپنی اس تمام کش مکش حیات اور اپنے گوناگوں مظالم کے اگر صرف اتنی ہی ہے۔ جتنی دنیا میں ہے تو یہ بالکل ہی بیکار ہے۔ یہ تو ایسا جھوٹ ہے جس میں سچائی کا نام و نشان نہیں۔ یہ تو اتنی بیکار ہے کہ انسان بھی اس کے بارے میں نہیں سوچ سکتا۔ چہ جائیکہ اللہ تعالیٰ!!

(جب ان کی رسّی اللہ سے منقطع ہو گئی اور جب انہوں نے اپنی نظریں صرف دنیا ہی کے محدود دائرے میں مرکوز کر لیں تو دنیاوی زندگی ان کے سامنے بدنما بھدی اور بیکار شکل میں سامنے آگئی۔ جس زندگی کے نہ کوئی معنی ہیں اور نہ مطلب! جب انہوں نے یہ دیکھا کہ اس باطل زندگی میں سوائے بے چینی اور اضطراب کے کچھ بھی نہیں ہے تو جو لذتیں انہیں مل سکتی تھیں۔ ان کی طرف مجنونانہ دوڑ پڑے۔ کیونکہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ زندگی کے جو لمحات وہ لذت اندوزی اور عیش پرستی میں گذار سکتے ہیں ان کو ضائع کر دیں۔ کیونکہ اس زندگی کے بعد تو زندگی ہی نہیں ہے۔ جانوروں کی طرح بے مقصد جدھر مُنہ اُٹھا چل دیئے۔۔۔۔ پھر اس بے پناہ جنون میں نہ کوئی اطمینان ہے۔ نہ سعادت ہے اور نہ کوئی راحت ہے۔)

جاہلیتِ جدیدہ۔ انسان اور انسانوں کے آپس کے تعلقات کے بارے میں جو نظریہ رکھتی ہے۔ وہ ہی درحقیقت اس دور کی سب سے بڑی گمراہی ہے اور یہ عظیم ترین گمراہی بھی بھی اسی ایک بنیادی گمراہی یعنی اللہ کی ہدایت سے انحراف سے پیدا شدہ ہے۔

انسان کے اوپر جاہلیت کے جتنے بھی ادوار گذرے ہیں، وہ ہر دور میں یہی سمجھتا رہا کہ وہ انسان ہے۔ لیکن دورِ جدیدہ کی جاہلیت میں ڈارون نے آکر بتایا کہ انسان دراصل حیوان ہے! جب سے انسان عالم وجود میں آیا ہے۔ اس وقت سے لے کر آخری نبی حضرت محمد

---

[1] جدید دنیا کا انسان - جولیان ہکسلے

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم ـــــ تک اللہ کے بھیجے ہوئے انبیاء انسان کی انسانیت کا پرچار کرتے رہے اور اس بات کی کوشش کرتے رہے کہ انسان اپنے اس بلند ترین مقام کو حاصل کرلے جو اس کی انسانیت کا تقاضا ہے۔ چنانچہ انہوں نے لوگوں کو اللہ کی روشنی میں راستہ دکھایا اور معجزات لے کر اس دنیا میں تشریف لائے۔

لیکن انیسویں صدی کا علم و سائنس کا پیغمبر جب دنیا میں آیا تو اس نے بتایا کہ انسان حیوان ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے یہ انیسویں صدی کا پیغمبر شیطان کا بھیجا ہوا ہو۔

ڈارون کے افکار و نظریات نے اس جاہلیت جدیدہ میں انسانیت کو وہ عظیم ترین نقصان پہنچائے ہیں۔ جو ہزاروں برس میں شیطان بھی نہ پہنچا سکا۔

کیونکہ اب تو انسان حیوان بن چکا ہے۔۔۔۔ حیوان سے آپ کیا توقع کر سکتے ہیں۔

ڈارونیت کے زہریلے اثرات پورے مغربی فکر پر بُری طرح اثر انداز ہوئے ہیں، سیاست ہو، یا اقتصاد، اجتماعیت، و نفسیات ہو، یا اخلاق و فن۔ زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جس کی شکل نہ بگڑ گئی ہو۔ جب انسان جانور ہی بن گیا تو ظاہر ہے کہ اس کے لازمی نتائج ضرور رونما ہو کر رہیں گے۔

فکر کے اس جاہلانہ بگاڑ اور انسان کی اس حیوانی تعبیر کے نتائج یہ ہیں کہ انسانی فکر کے تمام زاویئے اور انسانی اخلاق کے تمام گوشے زوال پذیر ہو گئے اور انسان اپنے بلند مقام سے گر کر بالکلیہ حیوانیت کی آغوش میں آگیا۔

ڈارون نے جب انسان کی جسمانی ساخت کا مطالعہ کر کے یہ محسوس کیا کہ انسانی اور حیوانی جسم میں کافی کچھ مشابہت ہے تو اسے یہ دھوکہ ہو گیا کہ انسانی درحقیقت حیوان ہی ہے۔

ظاہر ہے ڈارون کے اس نظریہ کو کوئی سائنٹیفک حقیقت نہیں کہا جا سکتا!

جدید ڈارونیت فلسفہ ارتقاء پر ایمان رکھنے کے باوجود ڈارون کے اس نظریہ کو علمی حیثیت غلط ٹھہراتی ہے۔ اس اسکول کا لیڈر لادین جولیان ہکسلے صاف الفاظ میں کہتا ہے کہ انسان حیوان نہیں ہے۔ نظریۂ ڈارون کے بعد انسان اپنی حیوانیت سے انکار تو نہ کر سکتا لیکن بہر حال یہ سمجھنے پر ضرور مجبور ہو گیا کہ وہ کوئی علیحدہ نوعیت کا جانور ہے۔ بلکہ بعض صورتوں میں اس میں انفرادیت

Marfat.com

بھی پائی جاتی ہے۔ جبکہ انسان کی حیاتیاتی تحقیق ابھی تک نامکمل ہے[1]۔

جس حیاتیاتی مشابہت کی بناء پر ڈارون یہ سمجھ بیٹھا کہ انسان حیوان ہے۔ اب وہ ہی انسانی حیاتیات اپنی ساخت اور ترکیب کے لحاظ منفرد ثابت ہو چکی ہے۔

ہکسلے کہتا ہے: کہ تمام جانوروں کے بھیجوں میں دو قسم کے اعصاب آکر مل جاتے ہیں۔ ایک عضلات قابضہ اور دوسرے عضلات باسطہ۔ ایک لمحہ میں ایک حیوان ایک ہی قسم کے عضلات کو حکم دے سکتا ہے یا عضلات قابضہ کو یا عضلات باسطہ کو۔ مثال کے طور پر کتا یا تو دوڑ سکتا ہے یا پھاڑ سکتا ہے۔ ایک وقت میں دونوں کام نہیں کر سکتا۔ صرف انسان ہی تمام مخلوقات میں ایک ایسا جانور ہے جو ایک لمحہ ہی میں متعارض کام سرانجام دے سکتا ہے۔ کیونکہ انسانی بھیجہ متعارض امور کو بیک وقت ترتیب دے سکتا ہے"[2]

ہکسلے انسان کی حیاتیاتی خصوصیات بیان کرتے ہوئے کہتا ہے۔

"انسان کی سب سے بڑی اور بہترین خوبی یہ ہے کہ وہ فکر تصویری پر قادر ہے اگر آپ اصطلاحی عبارت استعمال کرنا چاہتے ہیں تو کہہ لیجئے کہ انسان واضح گفتگو کر سکتا ہے۔

انسان کی اسی خصوصیت کی بناء پر رسم و روایات پیدا ہوئیں اور رسم و روایات کی زیادتی سے انسان کے سامانِ آرائش و آسائش میں حسن و خوبی پیدا ہوئی۔ جس کی بناء پر انسان کو کائنات میں یہ ممتاز مقام حاصل ہوا۔ جس پر وہ فائز ہے۔

موجودہ دور میں انسان کی یہ حیاتیاتی اہمیت بھی انسان کی ایک ممتاز خصوصیت ہے۔ کیونکہ انسان کی ترقی اور باقی دنیا پر اس کی حکمرانی میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ اور انسانی زندگی کا تنوع بڑھتا چلا گیا ہے۔

غرض جس طرح تمام مذاہب نے انسان کو اشرف المخلوقات بتایا ہے کچھ اسی قسم کا تصادم انسان کو علم حیاتیات بھی دیتا ہے۔

قوت گویائی، رسم و روایت اور عددی کثرت نے انسان کے کچھ ایسی خوبیاں پیدا کر دی ہیں جو کسی اور مخلوق میں نہیں پائی جاتیں۔ چونکہ یہ خوبیاں واضح طور پر سامنے ہیں۔ اس لئے

---

[1] نئے دور کا انسان۔ جولیان ہکسلے۔ ص ۳ [2] ایضاً ص ۲۷ - ۲۹

Marfat.com

میں ان کا تذکرہ کرنے کے بجائے ایسی خصوصیات کا تذکرہ کرتا ہوں۔ کیونکہ انسان اپنی حیاتیاتی بناوٹ کے لحاظ سے بالکل ایک علیحدہ نوع ہے۔ پھر یہ خصوصیت جن کا میں تذکرہ کرنے والا ہوں۔ ایسی خصوصیات ہیں۔ جن کی طرف نہ تو علم حیوان نے توجہ دی اور نہ ہی اجتماعیات نے۔

"تمام ارتقاء پذیر حیوانات میں انسان اپنی انفرادی حیثیت رکھتا ہے"!

جدید ڈارونیت نے ان الفاظ میں انسان کی انفرادیت کا اعلان کیا ہے۔ لیکن یہ اعلان اللہ پر ایمان لانے کی وجہ سے نہیں ہے۔ کیونکہ یہ تو ملحد ہے اور اپنے الحاد میں بہت ہی بے باک واقع ہوا ہے۔ بلکہ یہ اعلان خالص علمی اور سائنٹیفک تجربات پر مبنی ہے۔

ڈارون نے جلد بازی سے کام لیتے ہوئے بغیر کسی سائنٹیفک دلیل کے انسان کو حیوان بتا دیا۔ حالانکہ اس کو مزید غور و فکر کرنا چاہیئے تھا۔ تاکہ اسے بھی انسان کی انسانیت کا علم ہو جاتا۔ جیسا کہ جدید ڈارونیت کو ہو گیا ہے۔

ڈارون کی یہ "حیوانی تعبیر" ایک سرکش جن بن کر تمام افکار و تصورات پر چھا گئی اور اتنا عظیم بگاڑ پیدا کر دیا کہ تاریخ کی کسی بھی جاہلیت میں نہ ہوا تھا۔

انسانی زندگی مسخ ہو کر رہ گئی۔ انسان حیوان بن گیا۔ بلکہ حیوان سے بھی زیادہ گمراہ!

تاریخ کی مادی تعبیر!

عمل کی جنسی تعبیر!

شعور کی جسمانی تعبیر!

غرض انسانی تعبیر کے علاوہ ہر تعبیر!

تاریخ کی مادی تعبیر کا ہیرو کارل مارکس ہے جس نے پوری انسانی زندگی کی مادی تعبیر کی ہے اور بتایا ہے کہ انسان کی تاریخ دراصل دو روٹی کی تلاش کی تاریخ ہے اور بھوک ہی انسانی زندگی پر مسلط ہے۔

خالص مادیت انسانی وجود اور اس کے شعور کی راہیں متعین کرتی ہے اور معنوی اقدار زوال پذیر اعراض ہیں، جوہر نہیں ہے۔ جو صرف ہر انسانی زندگی کا مادی ڈھانچہ ہے۔

صرف انسان کی مادی تعبیر ہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ڈارون کا فلسفہ ارتقاء بھی

Marfat.com

ہے۔ جس نے خاص طور پر تمام اقدار کو زک پہنچائی ہے۔

ڈارون کے نزدیک چونکہ معنوی اقدار ہمیشہ تغیّر پذیر رہی ہیں۔ اس لئے دنیا میں کسی ازلی حق و انصاف کا وجود تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ جو بات آج کسی مادی اور اقتصادی اسباب کی بنا پر آج کسی مادی اور اقتصادی اسباب کی بناء پر بُرائی سمجھی جائے گی۔ اور یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے ——!!

جاگیرداری نظام میں مذہب پرستی خوبی تھی۔ لیکن یہی دینداری صنعتی دور میں جمود و رجعیت سمجھی جانے لگی اور الحاد اس دور کی اچھائی بن گیا۔ جنسی پاکبازی جاگیرداری دور میں اچھائی خیال کی جاتی تھی۔ اب ایک ترقی یافتہ صنعتی سوسائٹی میں اس کی حیثیت ایک مذاق سے زیادہ نہیں ہے۔ کیونکہ عورت اقتصادی طور پر مرد کی گرفت سے آزاد ہو چکی ہے!! اب عورت کی اقتصادی زندگی کا مالک مرد نہیں ہے کہ وہ اس کے بدلے میں عورت سے پاکدامنی اور پاکبازی کا مطالبہ کر سکے!! خود مرد بھی اخلاقی قیود سے آزاد ہو گیا۔ اسے بھی فکر و عمل میں پاکبازی کی ضرورت نہیں رہی۔ کیونکہ انسان کا نیا دیوتا —— خواہ وہ مغرب کا سرمایہ ہو۔ یا مشرق کی حکومت —— انسان سے یہ مطالبہ نہیں کرتا کہ وہ پاکباز ہے۔ بلکہ اس کی دلچسپی تو کسی اور ہی بات سے متعلق ہے

یہ تعبیر انسان کی صرف مادی اور حیوانی زندگی کو مدِنظر رکھتی ہے اور روح کا مذاق اڑاتی ہے۔ کیونکہ جاہلیت جدیدہ اللہ پر ایمان نہیں رکھتی اور اس پر بھی ایمان نہیں رکھتی کہ انسانی ڈھانچہ میں روح اللہ کی ودیعت کردہ ہے۔

جنسی تعبیر کی بھیانک گمراہی کا بیرو فرائڈ ہے۔

فرائڈ انسان کو حیوان بنانے پر بس نہیں کرتا۔ بلکہ وہ حیوان بھی بگڑا ہوا بدشکل بنا کر پیش کرتا ہے اور یہ بتاتا ہے کہ انسان کے سارے اعمال کا سرچشمہ جنس ہے۔

حیوان کو جب لذّت اکل محسوس ہوتی ہے۔ تو وہ کھاتا ہے۔ جب پینے کی خواہش ہوتی ہے تو پیتا ہے۔ جب دوڑنے کا جذبہ ابھرتا ہے تو دوڑنے لگتا اور جب جنسی جذبات سے مجبور ہوتا ہے تو جنسی عمل بھی انجام دیتا ہے۔ لیکن ... فرائڈ کا بگڑا ہوا بدنما و بدشکل انسان!!

جب ماں کا دودھ پیتا ہے۔ تو جنسی لذت کی بنا پر!

Marfat.com

جب انگوٹھا چوستا ہے تو اس میں بھی جنسی لذت کارفرما ہوتی ہے۔ جب پیشاب پاخانہ کرتا ہے تو یہاں بھی محرک جنسی ہوتا ہے !

جب اپنے عضلات کو حرکت دیتا ہے تو اس حرکت کا سبب بھی جنس ہوتی ہے

پھر یہ انسان جب اپنی ماں سے محبت کرتا ہے تو اس یہ محبت بھی جنسی ہوتی ہے !

اسی پر بس نہیں، بلکہ مذہب، اخلاق، رسوم و روایات سب جنس کے اسی گندے گھورے پر اُگتے ہیں !!

فکر کا برگاڑ

Marfat.com

فکر کا بگاڑ

نفسیات کے "تجرباتی اسکول" کے ارباب تمام انسانی زندگی اور اس کے جملہ مشاعر کی حیوانات کے مانند جسمانی تعبیر کرتے ہیں۔

چنانچہ ان کے نزدیک انسانی شعور اور افکار انسان کے بدن میں ہونے والے غدودی اور کیمیائی عمل کا نتیجہ ہیں۔

"جنسی غدود سے "جنسی شعور" ابھرتا ہے۔

"غدہ امومہ" "مادری شعور" پیدا کرتا ہے۔

"غدۂ کظر" سے بہادری یا بزدلی پیدا ہوتی ہے۔

اور... "غدۂ درقیہ" سے عصبی، معتدل یا بارد مزاج بنتا ہے۔

ولیم جیمز اپنی کتاب "نظریۂ میلانات" میں کہتے ہیں۔ (ص - ۶۰)

"عواطف اور میلانات کے بارے میں لوگوں کا عام طور پر یہ نظریہ ہے کہ کسی چیز کا ایسا "عقلی ادراک" جس سے "حالتِ وجدانی" میں ہیجان پیدا ہو۔ میرا اپنا نظریہ یہ ہے کہ کسی مؤثر کے ادراک کے فوراً بعد جسم میں تغیرات واقع ہوتے ہیں اور جو احساس ہمارے اندر ابھرتا ہے۔ وہ انہی تغیرات کا نتیجہ ہوتا ہے، اور اسی کا نام میلان ہے"۔[1]

حاصل کلام یہ کہ "نفس" جسم کی پیداوار ہے اور "انسانی تشخص" میں کوئی بنیادی اور جوہری اہمیت نہیں رکھتا۔!

---

[1] ولیم جیمز۔ "نفسیات کے تجربی اسکول" کے پیش رو ہیں۔

Marfat.com

میں انسانی زندگی کی ان تمام تعبیرات پر پہلے بھی اپنی کئی کتابوں[1] پر تنقید کر چکا ہوں۔ یہاں زیادہ تفصیلی تنقید کی ضرورت نہیں ہے کہ انسانی زندگی کے جس پہلو کو یہ تعبیرات واضح کرتی ہیں۔ وہ کتنا گمراہ کن ہے۔ البتہ رہنمائی کے لئے چند امور کا تذکرہ ضروری ہے۔

انسانی زندگی کی یہ تمام تعبیریں ایک ہی گمراہی کا شکار ہیں کہ انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں پر ایک کمتر پہلو کو فوقیت دے دی گئی ہے۔ انسانیت کا یہ کمتر پہلو جسم اور اس کی ضروریات ہیں۔ پھر ان تمام تعبیرات کا رشتہ ایک ہی بنیادی نظریہ سے جا ملتا ہے۔ جس میں انسان کو قطعی طور پر حیوان سمجھ لیا گیا ہے۔!

انسانیت کے بارے میں ہر جزئی نظریہ غلط ہوتا ہے۔ کیونکہ اس میں انسانیت کے بقیہ پہلوؤں کو نظر انداز کر کے انسانیت کو ایسی گھناؤنی شکل میں پیش کیا جاتا ہے۔ جس سے حقیقت کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا اور اس شکل کے گھناؤنے پن میں اس وقت تو کوئی کسر باقی نہیں رہتی جب ساری انسانیت کو اسی یک طرفہ نظریہ کے گرد گھما دیا جاتا ہے۔ اور انسان کو اسی ایک خاص عینک سے دیکھا جانے لگتا ہے۔

پھر لطف کی بات یہ کہ انسانیت کے جس گوشے کو یہ تمام تعبیریں نظر انداز کر چکی ہیں۔ وہ ہی درحقیقت انسانیت کا وہ عظیم پہلو ہے۔ جس کی بنا پر انسان، انسان کہلایا اور حیوانات سے ممتاز ہو گیا ——— یعنی ———

ان تمام تعبیرات نے روح کو نظر انداز کر دیا ہے۔

چنانچہ تاریخ کی "مادی تعبیر" نے دو روٹی کی تلاش ہی کو انسانی فکر کا راہنما قرار دے دیا۔

اعمال انسانی کی "جنسی تعبیر" نے پوری انسانیت کو جنس کے اندھیارے میں دھکیل دیا۔

شعور کی "جسمانی تعبیر" نے جسم کو نفسیات انسانی کا سرچشمہ بنا دیا۔

غرض انسانی زندگی کی یہ تمام تعبیرات انسانی زندگی میں روح کو کوئی اہمیت نہیں دیتیں۔

---

[1] "انسان مادیت اور اسلام کے درمیان"، "جنگ روایات"، "نفسیات انسانی کا مطالعہ"، "انسانی زندگی میں جمود و انقلاب"

Marfat.com

بلکہ ان تمام تصوّرات کا مرکزی فکر صرف انسان کی حیوانیت ہے۔ لیکن یہ نہیں دیکھتے کہ انسان اور دیگر حیوانات میں اس ظاہری مشابہت کے باوجود بھی بہت بڑا اختلاف موجود ہے !!

حیوانات کھانے کی تلاش و جستجو کرتے ہیں۔

اور... حیوانات جنسی اختلاط بھی کرتے ہیں اور... اُن کے اِن تمام تصرفات کا سرچشمہ بھی اُن کا جسم ہی ہوتا ہے۔

پھر... آخر... انسان حیوانات سے مختلف کیوں ہے اور انسان اور حیوانات کی زندگی کی راہیں جُدا جُدا کیوں ہیں ؟

جی ہاں ! ان تمام جدید تعبیرات نے انسانی زندگی کی حقیقت واقعیہ کو قطعاً نظر انداز کر دیا ہے —— یا —— اپنے خبیث شیطانی جذبات کے ماتحت بالارادہ انسان کی تصویر کشی جانور کی شکل میں کی ہے[1]

کچھ بھی ہو... بہرکیف... یہ رذیل تصوّرات انسانیت کی صحیح تعبیر سے عاجز رہے۔ یہ اس گتھی کو نہیں سلجھا سکتے —— کہ ——

انسانیت اپنے ابتدائی دَور میں تو دو روٹی، جنس، رہائش اور لباس کی تلاش میں رہی۔ پھر اچانک انسان نے اپنی اس تگ و دو کے لیے باقاعدہ اجتماعی، معاشی اور سیاسی نظام مرتب کر لیے۔ اور ان تنظیمات کو چلانے کے لیے کچھ اقدار، چند عقائد اور بعض افکار بھی ترتیب دے لیے —— کیوں اور کس طرح ؟

کیا انسان ہر قسم کی اقدار سے کنارہ کش ہو کر اپنے اعمال کو سرانجام دے سکتا تھا ؟

انسان بھوک کو اس طرح بھی مٹا سکتا ہے۔ جس طرح جانور مٹاتے ہیں۔ لیکن انسان اسی بھُوک کے دفعیہ کے لیئے معاشی، اجتماعی اور سیاسی نظام ترتیب دیتا ہے (خواہ یہ نظام اپنی جگہ پر صحیح اصولوں پر قائم ہوں یا غلط ؟) پھر ان تنظیمات کے ذریعے ہر انسان کو اس کا حصّہ پہنچتا ہے —— یہ ہی نہیں —— بلکہ اس حصّہ رسانی اور اس کے طریقوں کے لازمی نتیجہ میں حکومت، معاشرت اور لوگوں کے آپس کے تعلقات ایک خاص نہج پر ڈھلتے چلے جاتے ہیں۔

---

[1] "جمود و انقلاب" میں باب "تین یہودی" دیکھئے۔

Marfat.com

آخر ۔۔۔ انسان اپنی جنسی بھوک صرف جنسی جذبات کے ماتحت کیوں نہیں مٹاتا ۔۔۔
انسان اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے بھی اقتصادی، اجتماعی اور سیاسی تنظیمات بناتا ہے اور ان تنظیمات کے ذریعے انسان اپنی جنسی بھوک کی تکمیل کرتا ہے اور یہ تنظیمات انسان کے لیے اس مقصد خاص کے حصول کی راہیں متعین کرتی ہیں اور اس طریقۂ کار کے کچھ لازمی نتائج بھی ہوتے ہیں۔

بہرکیف! انسان کی دلچسپی کا کوئی بھی گوشہ ہو ـــــ اور انسان چاہے یا نہ چاہے ـــــ اس دلچسپی کے روبہ عمل لانے کے لئے چند تنظیمات وجود میں آجاتی ہیں۔ جن کے لیے کچھ افراد، چند افکار اور بعض عقائد کا سہارا لے لیا جاتا ہے ـــــ خواہ یہ فکری بنیادیں صحیح ہوں یا غلط ـــــ لیکن ہوتی ضرور ہیں ـــــ

یہ سب باتیں اصل میں ایک ہی حقیقت کا لازمہ ہیں کہ انسان 'جسم' اور 'روح' کا امتزاج ہے ـــ اور انسان کے ان دونوں اجزاء کو کسی طرح بھی علیحدہ نہیں کیا جا سکتا ہے۔
جیسا کہ افکار جدیدہ نے صرف انسانی جسم کو مدنظر رکھا ـــ اور روح کو قطعاً نظر انداز کر دیا! [1]

زندگی کی یہ تمام تفسیریں کھوٹی، نکمی اور بیکار ہیں۔
یہ سب جاہلیتیں ہیں اور ایک ہی بھیانک جاہلیت سے پھوٹی ہیں جس نے اللہ کی ہدایت کو ٹھکرا دیا ـــ اور جان بوجھ کر زندگی کی ہر تفسیر اللہ سے ہٹ کر کرتی ہے ـــ اور اسی خدا بیزاری کے نتیجے میں بکواس اور جہالت میں الجھ کر رہ گئی۔

انسانی نفسیات کی تحلیل کے بارے میں جاہلیت جدیدہ کا ہی "انحراف" یہ ہے کہ اُس نے انسان کے 'جسم' اور 'روح' کو علیحدہ علیحدہ کر کے جسم کو تو اہمیت دی لیکن روح کو کچل کر رکھ دیا ـــ کیونکہ روح کا براہِ راست اللہ سے تعلق ہے جس سے جاہلیت نہ صرف اپنا بچاؤ کرتی ہے بلکہ اس کی نشانیوں کو بھی مٹانے سے دریغ نہیں کرتی ـــ اور انسان کے جسمانی پہلو ابھار کر ساری زندگی کی تفسیر اسی کے مطابق کر دی حالانکہ زندگی کی اس یکطرفہ تفسیر کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

---

[1] "انسانی نفسیات کا مطالعہ" میں "مرکب طبیعت" کا باب دیکھئے۔

Marfat.com

درحقیقت جاہلیت جدیدہ کا یہ ایک ہی "انحراف" نہیں ہے۔ بلکہ اس ایک انحراف سے کئی اور انحرافات نے جنم لیا ہے۔ کیونکہ جاہلیت جب اللہ کے راستے سے منحرف ہو جاتی ہے تو اس کے تمام تصورات و افکار میں اعتدال ختم ہو جاتا ہے اور لوگ انتہا پسندی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اعتدال کی راہ تو انسان جب ہی اپنا سکتا ہے۔ جب وہ اللہ کی بتائی ہوئی صراطِ مستقیم پر چلے اور کائنات و زندگی کی تفسیر و تعبیر اللہ کی ہدایت کی روشنی میں کرے۔

چنانچہ جب جاہلیت جدیدہ اعتدال کی راہ سے منحرف ہو گئی۔ تو اس کی فکر انسان کی 'فردیت' اور 'اجتماعیت' کی ظاہری شکلوں پر مرتکز ہو کر رہ گئی!

کچھ 'جاہلیت زدہ' اشخاص نے "فرد" کے پہلو پر زور دیا اور کچھ نرے "اجتماعیت پسند" بن گئے — اور ہر گروہ نے دوسرے پہلو کو یا تو بالکل نظر انداز کر دیا۔ یا زیادہ قابل توجہ خیال نہیں کیا۔

اگر انسانی معاشرہ میں حقیقی اہمیت 'فرد' کو حاصل ہے تو "اجتماعیت" فرد کی شخصیت کو کچل کر اس کے وجود کو پامال کر رہی ہے۔

اور — اگر حقیقت 'اجتماعیت' میں پنہاں ہے۔ تو فرد کی انفرادیت معاشرے کے خلاف ظلم و بغاوت ہے اور فرد اپنی 'ایگو' (انا) کے اثبات کے لیے 'اجتماعیت' پر زیادتیاں کر رہا ہے!

Ego

'فرد اور جماعت' کے بارے میں یہ دونوں تصورات جاہلیت جدیدہ کے ہیں اور دونوں تصورات اعتدال و توازن سے یکسر خالی ہیں۔

پھر انہی اعتدال سے خالی تصورات پر سیاسی، اجتماعی اور اقتصادی نظام کھڑے کر لیے گئے[1] اور جاہلیت جدیدہ کے پرستاروں نے اس حقیقت پر غور نہیں کیا۔ کہ "انسانیت" 'فرد' اور 'جماعت' کا ایک متوازن اور معتدل مجموعہ ہے۔ ایک انسان ایک ہی وقت میں مستقل فرد بھی ہے اور اسی وقت وہ معاشرے کا ایک حصہ بھی ہے — انسان اپنے ذاتی شعور کے ساتھ اپنے تشخص کو بھی نکھارتا ہے — اور ساتھ ہی وہ دوسرے انسانوں کے

---

[1] ہم اگلے باب میں ان تمام امور پر تنقید کریں گے۔

Marfat.com

ساتھ مل جل کر رہتا ہے، اپنے ہم جنسوں میں مل بیٹھنے کا خواہاں ہوتا ہے اور اپنے آپ کو ان میں پا کر خوش بھی ہوتا ہے۔

اگرچہ یہ صحیح ہے کہ "فردیت" اور "اجتماعیت" میں کبھی کبھی کش مکش پیدا ہو جاتی ہے لیکن یہ بھی ماننا پڑے گا کہ اس کش مکش سے بچنے کے لیے فردیت اور اجتماعیت کے حقیقت واقعیہ اور ایک نفسیاتی امر ہونے سے انکار ممکن نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس بات سے انکار کیا جا سکتا ہے کہ اگر انسانیت زندگی کا صحیح راستہ اختیار کرے تو اسے فردیت اور اجتماعیت کی اس کش مکش سے کافی حد تک چھٹکارا مل سکتا ہے اور انسانی معاشرہ اعتدال کی راہ پر گامزن ہو سکتا ہے۔

لیکن چونکہ ہر جاہلیت راہ حق سے روگردانی کرتی ہے اور اللہ کی بتائی ہوئی صراط مستقیم پر نہیں چلتی، اس لئے اس کے سارے نظام میں فکر و عمل کی بے پناہ خرابیاں ابھر آتی ہیں۔ چنانچہ نفس انسانی کے تصور میں جاہلیت جدیدہ نے انحراف کیا ہے اور درحقیقت یہ انحراف بھی اللہ کی عبادت سے روگردانی ہی کا نتیجہ ہے۔

جاہلیت جدیدہ نے انسانوں کے آپس کے انفرادی، اجتماعی، جنسی اور قومی تعلقات کو ملیا میٹ کر کے رکھ دیا ہے۔

فرد انسانی اور اس کے نفس کی تصویر کشی کچھ اس انداز سے کی گئی ہے کہ وہ ایک مسلسل کش مکش کا شکار ہے۔ جو کسی وقت بھی کم نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ کش مکش اس کی ترقی اور قوت کارکردگی میں اضافہ کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے اور اطمینان و سکون تو متعدی بیماریاں ہیں جن سے انسان کو بچنا ہی چاہیئے اور قلق و بے چینی ہی زندگی کو رواں دواں رکھتی ہے ....!

بے شک اس قلق و بے چینی نے زندگی کو رواں دواں رکھا۔ لیکن حیرت انگیز طور پر جنون، بلڈ پریشر، عصبی اور نفسیاتی اختلال کی طرف! اب حالت یہ ہے کہ ہسپتال دماغی اور نفسیاتی مریضوں سے بھرے پڑے ہیں۔ حد یہ کہ پاگل پن ایک متمدن مرض اور اختلال علامات تہذیب میں سے خیال کیا جانے لگا ہے۔

Marfat.com

درحقیقت یہ سب جاہلیت کے شاخسانے ہیں ۔ کیونکہ "زندگی سے بھرپور حرکت" اور قلق و بے چینی میں بہت بڑا فرق ہے ۔!

دورِ اوّل کے مسلمان تاریخ کی سب سے زیادہ متحرک اور زندگی سے بھرپور جماعت تھی ۔۔۔ ایک طرف مسلمانوں نے آدھی صدی سے بھی کم وقت میں سمندر پار تک کے علاقے فتح کر ڈالے ۔ تو دوسری طرف مسلمان ایک بلند ترین علمی تحریک کے علم بردار بھی بن گئے ۔۔۔ ان کے پاس سیاسی، اجتماعی اور اقتصادی تنظیمات بھی تھیں وہ قرآن کریم کو سمجھنے کے لیے چند در چند فکری مذاہب بھی رکھتے تھے ۔ پھر ان فکری مذاہب کو معاشرے کی واقعی صورتِ حال پر منطبق بھی کرتے تھے ۔ جس کی بنا پر فقہی مذاہب وجود میں آئے ۔۔۔ جن میں زندگی تھی ۔ حرکت تھی اور نشاط تھا ۔! پھر یہ سارے کارنامے اپنے تمام کاموں میں اللہ کی طرف متوجہ تھے اور اللہ کے ذکر سے ان کے قلب مطمئن تھے ؛

رہ گیا فرد کا معاشرے کے ساتھ تعلق ۔ تو اس کے بارے میں جاہلیت جدیدہ بتاتی ہے کہ فرد اور معاشرے میں ایک نہ ختم ہونے والے جنگ جاری ہے ۔۔۔ پھر اس فکر کو سامنے رکھ کر انسانی زندگی کی تفسیریں کی گئیں ۔۔۔ جس میں ممتاز ترین تاریخ کی مادی تعبیر ہے ۔ جس کے تحت نا توانسان کو کبھی اس جنگ سے چھٹکارا مل سکتا ہے اور نہ ہی اس کش مکش میں کوئی کمی واقع ہو سکتی ہے ۔

واضح رہے کہ یہ کش مکش حق و باطل کے درمیان نہیں ہے ۔ حالانکہ جس انسان کو اللہ نے مکرم اور صاحب عزت بنایا تھا اس کے لئے مناسب یہی ہے کہ وہ حق کا علم بردار بنے اور باطل سے برسرِ پیکار رہے ۔

جاہلیت حق و باطل کو نہیں جانتی ۔ بلکہ جاہلیت تو حق و باطل کا مذاق اڑاتی ہے ۔ جاہلیت کے خیال میں تو انسانوں کے درمیان 'طبقاتی جنگ' برپا ہے ۔ جس کے لئے نہ کوئی اخلاقی اصول ہے ۔ اور نہ حق و باطل کا کوئی سوال پیدا ہوتا ہے ۔۔۔ اس مفاد پرستی کی جنگ میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ فلاں شخص یا فلاں گروہ حق سے اور اللہ کی متعین کردہ حدود سے تجاوز کر کے زیادتی کا مرتکب ہوا ہے ۔۔۔ بلکہ ہر طبقہ اپنے تئیں حق پر ہے اور چونکہ ہر دو

Marfat.com

طبقوں کے مفادات مختلف ہیں۔ اس لئے طبقاتی جنگ ناگزیر ہے اور اس جنگ کے نتیجے میں وہ نظام فیل ہو جاتا ہے۔ جس کے فوائد ختم ہو گئے ہوں۔ اس میں حق و انصاف کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ جس طبقہ کو معاشی انقلاب نے بالا دستی عطا کر دی ہے۔ اسی کے مفادات کو کامیابی و کامرانی نصیب ہو گی۔

اور درحقیقت جاہلیت میں ہوتا بھی یہی کچھ ہے ــــ 'طبقاتی مفادات' آپس میں ٹکراتے ہیں اور جس طبقہ کے ہاتھ میں طاقت ہوتی ہے، وہ ہی غالب آجاتا ہے ــــ اور آخرکار ــــ 'مارکسی جاہلیت' کے مطابق ــــ پرولتاریوں کو فتح ہوتی ہے۔ اور آناً فاناً تمام طبقات ختم ہو کر یک طبقاتی معاشرہ قائم ہو جاتا ہے ــــ اور دنیا اپنے انجام کو پہنچ جاتی ہے۔

رہ گئے ــــ انسان کے جنسی تعلقات ــــ

تو درحقیقت سب سے زیادہ بگاڑ یہیں رونما ہوا ہے۔

جاہلیت جدیدہ کہتی ہے ــــ کہ ــــ

'جنس ایک 'حیاتیاتی عمل' ہے۔ اخلاق کا اس سے کوئی تعلق نہیں :

جنس کا خاندان سے کوئی تعلق نہیں :

جنس انسانی وجود کا اثبات ہے :

جنس آرٹ اور فنون لطیفہ کا موضوع ہے :

جنس آزادی کے ہم معنی ہے :

جنس شخصی مزاج ہے۔ خواہ اس میں اعتدال ہو یا نہ ہو۔ اگر کوئی شخص جنس کے معاملے میں اعتدال پسند ہے تو وہ بھی ٹھیک ہے اور نہیں ہے تو وہ بھی درست ہے۔

اس قسم کی لاتعداد مثالیں اس امر کی گواہ ہیں ــــ

کہ جاہلیت جدیدہ کے متوالے جنس کی حقیقت اور انسانی زندگی میں اس کے فطری اور متوازن ہونے کو نہ پا سکے۔ اور انسانیت کو تاریخ کی عظیم ترین 'جنسی بے راہ روی' میں مبتلا کر دیا۔

'قوموں اور قبائل کے تعلقات' جاہلیت جدیدہ کی نظر میں ایک دوسرے پر حیوانات کی طرح غلبہ پانے کی جدوجہد ہے ـــــ اگر دو قومیں آپس میں ملیں تو وہ 'قومیت' کی حدبندیوں میں ملیں۔ جیسے جانور چراگاہوں کی باڑ پر ملتے ہیں۔ یا پھر ان اقوام کا اختلاط جنسی حدود میں ہو یا کسی مشترکہ مفاد کی خاطر دو قومیں متحد ہو جائیں!

بہرکیف جاہلیت جدیدہ میں قوموں کا اتحاد اللہ کی خلقت کے مطابق نہیں ہو سکتا اور ان بنیادوں پر ہو سکتا ہے کہ جو انسان کے لئے انسانیت کی حیثیت میں ہونی چاہئیں!

یہ انسانی تعلقات کے بارے میں جاہلی تصورات کی صرف چند جھلکیاں تھیں۔ اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم الکسیس کارل کی کتاب سے چند سطور نقل کر کے اپنی گفتگو ختم کر دیں ـــــ

الکسیس کارل ایک ہم عصر سائنس دان ہے جو مذہب سے متاثر ہو کر نہیں لکھتا بلکہ سائنس کی طرف سے جو "وحی" آتی ہے وہ ہی کہتا ہے ـــ

"سچ تو یہ ہے کہ انسان نے اپنے آپ کو سمجھنے کی بے پناہ کوششیں کی ہیں۔ اور ہر زمانے میں علماء، فلاسفہ، شعراء اور روحانی پیشواؤں نے ان گنت افکار پیش کیے ہیں۔ لیکن اس سب کے باوجود ہم اپنے وجود کے صرف چند گوشے ہی سمجھ پائے ہیں ـــــ ہم انسان کو مکمل حیثیت سے نہیں جانتے ... بس اتنا جانتے ہیں کہ انسان چند مختلف اجزاء سے مرکب ہے اور یہ اجزا خود ہمارے ذہن کے تراشیدہ ہیں۔ بس ہر شخص چند سایوں کے پیچھے دوڑ رہا ہے اور ان سایوں کے پیچھے کچھ ان دیکھی حقیقتیں ہیں"۔

حقیقت تو یہ ہے کہ ہمارا جہل ہمارے علم سے زیادہ وسیع ہے کیونکہ انسانیت کا مطالعہ کرنے والوں کے سامنے 'انسان' کے بارے میں جو سوالات آتے ہیں۔ ان میں اکثر کا ابھی تک کوئی حل نہیں پیش کیا گیا اور ہماری اندرونی ساخت کے بہت سے حصے ابھی تک نامعلوم پڑے ہیں۔

بہرکیف سائنس دانوں نے انسان کے بارے میں جتنی بھی تحقیقات پیش کی ہیں۔ وہ ابھی تک بالکل ابتدائی ہیں اور قطعاً ناکافی ہیں"۔

پھر آگے چل کر یہ سائنس دان بتاتا ہے کہ ہماری اس گمبھیر جہالت کا انسان کی معاشی

Marfat.com

اجتماعی، تہذیبی اور فکری زندگی پر کیا اثر پڑا ہے۔

"تہذیب جدید" انسانیت کے لئے ایک دلدل ہے۔ کیونکہ یہ قطعاً ہمارے مزاج کے مطابق نہیں ہے، وہ یہ ہے کہ اس تہذیب کی بنیاد انسان کی طبعی حقیقت پر نہیں رکھی گئی۔ بلکہ اس تہذیب کی بنیادیں چند سائنسی ایجادات لوگوں کی توہم پرستی اور ان کی خواہشات ہیں — اور باوجودیکہ یہ تہذیب ہماری ہی کوششوں کے نتیجے میں عالم وجود میں آئی ہے۔ پھر بھی یہ انسانیت کے لیئے غیر صالح ہے۔ ہمارے دور کے "نظریہ پرست" انسانیت کی فلاح و بہبود کے لئے مختلف تہذیبوں کی بنیاد رکھتے ہیں — لیکن ان تہذیبوں میں انسان کی ایک بھدی اور نامکمل تصویر کو سامنے رکھا جاتا ہے ہونا تو چاہیئے کہ ہر بات کی ناپ تول کا پیمانہ خود انسان ہو۔ لیکن حقیقت بالکل اس کے برعکس ہے انسان تو اپنی اس خود ساختہ دنیا میں خود ہی اجنبی ہو کر رہ گیا ہے — اب انسان اپنی دنیا کی تنظیم از خود نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس کو طبیعت انسانی کی کوئی عملی معرفت ہی حاصل نہیں ہے۔ اسی وجہ سے "حیاتیاتی علوم" کے بالمقابل "جماداتی علوم" کی ترقی ایک بھیانک مصیبت بن کر انسان کے سامنے آ رہی ہے ۔ ۔ ۔ ہم بھی بڑے ہی بدبخت ہیں کیونکہ ہم عقلی اور اخلاقی دونوں لحاظ سے زوال پذیر ہیں —— وہ قومیں جو آج مادی تہذیب کی بلندیوں کو چھو رہی ہیں۔ ذرا غور سے دیکھا جائے تو وہ کمزوری کا شکار نظر آئیں گی بلکہ دنیا کی تمام قوموں میں سب سے پہلے یہی ترقی یافتہ اقوام پھر برتری اور لاقانونیت اختیار کرنے والی ہیں۔

"جاہلیت جدیدہ نے انسانی تصورات میں جو فساد برپا کیا ہے یہ اس کی تصویر کی جھلک ہے —— اس جاہلیت نے فکر کا کوئی بھی گوشہ ایسا نہیں چھوڑا جس میں فساد نہ پیدا کر دیا ہو ——

اور یہ سارا بگاڑ صرف ایک بڑے اور بھیانک بگاڑ سے پیدا ہوا ہے —— یعنی اللہ کا انکار!!

تاریخ کی ساری جاہلیتوں میں سب سے زیادہ جاہلیت جدیدہ اس وہم میں مبتلا ہے کہ مذہب انسان کا ذاتی اور شخصی معاملہ ہے اور عملی زندگی سے مذہب کا کوئی واسطہ نہیں ہے کیونکہ مذہب خدا اور انسان کے تعلق کا نام ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ فکر کا خالص جاہلی بگاڑ ہے اور جو حقیقت آج یورپ اور مغربی تہذیب کے اپنانے والوں کے سامنے ہے وہ یہ ہے کہ عقیدہ کا فساد اور اللہ کی عبادت سے روگردانی صرف ضمیر کے کسی گوشہ میں چھپ کر نہیں رہ گئی۔ بلکہ اس کا اثر پوری انسانی زندگی پر پڑا ہے اور انسانی زندگی کا کوئی بھی پہلو ایسا نہیں رہا جو بگاڑ کا شکار نہ ہوا ہو۔

عقیدے کے بگاڑ نے لازمی طور پر زندگی کو فساد سے ہمکنار کر دیا۔ کیونکہ عقیدہ صرف خدا اور بندے کے تعلق کا نام نہیں۔ بلکہ عقیدہ پوری زندگی کو اپنے کنٹرول میں لے لیتا ہے۔ جہاں عقیدے میں ذرا سا بھی فساد اور معمولی سا بھی بگاڑ رونما ہوا تو وہ فساد اور بگاڑ پوری انسانی زندگی پر چھا گیا اور انسانی زندگی عقیدے اور فکر کے اس فساد و بگاڑ کے زیر اثر سرگشتہ و حیران ہو کر رہ گئی۔

ہم نے ابھی بتایا کہ عقیدہ کا بگاڑ انسانی افکار و تصورات میں بگاڑ پیدا کرتا ہے۔ لیکن معاملہ اسی پر ختم نہیں ہوتا بلکہ افکار و تصورات کا بگاڑ لازمی طور پر عملی زندگی میں فساد پیدا کرتا ہے۔

عمل کا بگاڑ

اللہ کی عبادت سے روگردانی کرنے میں جاہلیت جدیدہ کا گمان تھا کہ ضروری نہیں ہے کہ عقیدے میں بگاڑ پیدا ہونے سے کائنات، زندگی اور انسانیت کے بارے میں تمام تصورات میں بگاڑ پیدا ہو جائے۔ بلکہ جاہلیت جدیدہ کا ابتدا ہی سے یہ گمان تھا کہ اس کے کسی عمل میں بگاڑ پایا ہی نہیں جاتا۔

اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيَاطِيْنَ اَوْلِيَاءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ (سورۂ اعراف ۳۰)

انہوں نے خدا کے بجائے شیاطین کو اپنا سرپرست بنا لیا ہے اور وہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم سیدھی راہ پر ہیں۔

گذشتہ باب میں یہ بتایا جا چکا ہے کہ عقیدے کا بگاڑ کس طرح تمام جاہلی افکار و تصورات پر چھاتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ جاہلی افکار میں نہ کوئی منطقی استدلال باقی رہا اور نہ ہی سچائی کی کوئی رمق؛ سارے افکار کی لگام خواہشات کے ہاتھ میں آگئی۔ حتیٰ کہ تجرباتی سائنس بھی خواہشات کی تابع ہو گئی۔ حالانکہ لوگ یہی سمجھتے رہے کہ سائنس کا اور خواہشات کا کیا رشتہ؟ بلکہ سائنس تو تمام معاملات میں فیصلہ کن کردار ادا کرتی ہے اور حق و باطل کا معیار ہے!

سائنس دانوں کے اقوال سے ہمیں یہ تو علم ہو ہی گیا ہے کہ خود سائنس دانوں کے نزدیک جہاں عقیدہ خود صحیح بنیادوں پر قائم نہیں، وہاں سائنس بھی کسی یقینی حقیقت کا پتہ نہیں دیتی۔ سائنس خود انسانی خواہشات و تصورات کے پیچھے دوڑ رہی ہے اور سائنس کی جو کچھ بھی تحقیقات ہیں وہ صرف ظاہر اشیاء کے بارے میں ہیں۔

ان سب باتوں کے باوجود لوگ جاہلیت سے اتنے متاثر ہیں کہ وہ یہ سمجھنے لگے ہیں کہ اگر

Marfat.com

تصورات میں بگاڑ پیدا بھی ہو جائے تو بھی انسانی زندگی صحیح خطوط پر چلتی رہے گی اور سیاسیات اجتماعیات، معاشیات، اخلاق اور فن غرض زندگی کے کسی گوشے میں بھی ابتری پیدا نہ ہو گی کیونکہ نظریات ایک علیحدہ شے ہیں اور عملی زندگی ایک علیحدہ شئے ہے۔ نظریات لوگوں کے افکار و خواہشات سے پیدا ہوتے ہیں۔ جبکہ عملی زندگی کا مدار واقعیت اور تجربہ پر ہوتا ہے۔ پھر اسی واقعیت اور تجربہ کی بنیاد پر تنظیمات وجود میں آتی ہیں۔ جو ایک دوسرے کی اصلاح کرتی رہتی ہیں۔ اس طرح سارا نظام خود بخود درست ہوتا چلا جاتا ہے۔

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا. الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا۔

(سورۃ کہف ۱۰۴)

کیا ہم تمہیں ان لوگوں کے بارے میں نہ بتلادیں جو اعمال کے بارے میں خسارے میں ہیں جن کی زندگی کی ساری کوششیں ناکامیوں کا شکار ہو گئیں اور وہ یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ وہ اچھا کر رہے ہیں۔

ایک پرانی ضرب المثل ہے کہ "جب لکڑی ہی ٹیڑھی ہو تو سایہ کیسے سیدھا ہو گا"؟

جاہلیت میں جو کہیں کہیں کوئی بھلائی اور کسی کسی معاملہ میں انصاف پایا جاتا ہے۔ اس نے لوگوں کو اس خیال خام میں مبتلا کر دیا ہے کہ تصورات میں بگاڑ کا اثر عملی زندگی پر نہیں پڑتا۔ بلکہ وہ تھوڑی سی ظاہری بھلائی دیکھ کر یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ زندگی اچھی طرح رواں دواں ہے۔

ہم یہ پہلے ہی بتا چکے کہ کوئی بھی جاہلیت مطلقاً خوبیوں سے خالی نہیں ہوا کرتی۔ بلکہ کوئی نہ کوئی خوبی ہوتی ضرور ہے۔ البتہ اس کا سرچشمہ حقیقی بھلائی نہیں ہوتا ـــــ ہم نے یہ بھی بتایا تھا کہ جاہلیت جدیدہ کی دو باتوں نے لوگوں کو فتنہ میں مبتلا کیا ہوا ہے۔ ایک علمی موشگافیوں کی کثرت اور دوسرے زندگی کی آسائشات کی زیادتی! جس کی بناء پر لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے ہیں کہ بھلائی ساری زندگی پر چھائی ہوئی ہے اور زندگی کے تمام معاملات بہتر طریقے پر

Marfat.com

چل رہے ہیں!

حقیقت یہ ہے کہ بے پناہ 'شیطانی وسائل' کام میں لاکر اس شر اور برائی پہ پردہ ڈال دیا گیا ہے۔ جس میں لوگ پھنس کر رہ گئے ہیں۔

اگر لوگوں کو اس عظیم الشان شر اور زندگی کے اس بھیانک بگاڑ کا ذرا بھی اندازہ ہو جائے تو وہ فوراً سمجھ جائیں کہ جاہلیت جدیدہ اپنی گندگیاں اور نجاستیں چھپانے کے لئے جس خیر و بھلائی کے راگ الاپ رہی ہے۔ اس کی کچھ بھی حقیقت نہیں ہے — بلکہ یہ معمولی سی بھلائی بھی برائیوں کے بحر بیکراں میں غرق ہوتی نظر آئے۔ بلکہ لوگوں کو یہ بھی معلوم ہو جائے کہ برائیوں کے اس تلاطم خیز سمندر میں خود انسانی کشتی ٹوٹ پھوٹ چکی ہے اور قریب ہے کہ غرق ہو جائے!!

بعض لوگ جاہلیت جدیدہ کی مدافعت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جاہلیت کا بگاڑ پوری انسانی زندگی کو محیط نہیں ہے، بلکہ زندگی کے کسی ایک گوشے میں پایا جاتا ہے — مثال کے طور پر اخلاق بگاڑ و فساد کا شکار ہو گئے ہیں۔ لیکن اس کے علاوہ ساری زندگی نہ صرف یہ کہ بگاڑ سے پاک صاف ہے۔ بلکہ نہایت بہترین زندگی ہے اور ترقی کی ایسی بام عروج پر ہے جس سے آگے کی تمنا اور خواہش نہیں کی جا سکتی۔

ہرگز نہیں! جاہلیت جدیدہ ایسی برائی ہے۔ جو زندگی کے ہر ہر پہلو کو محیط ہے۔

ہم آگے چل کر بتائیں گے کہ جاہلیت کا بگاڑ کس طرح انسانی زندگی پہ چھا گیا ہے۔ یا یہ معاشیات، اجتماعیات، اخلاق، دونوں جنسوں کے تعلقات، آرٹ اور فن غرض زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں۔ جس میں فساد سرایت نہ کر گیا ہو!

لیکن سب سے پہلے ہم یہ حقیقت ذہن نشین کرا دینا چاہتے ہیں کہ ایسا ہرگز ممکن نہیں ہے کہ تصورات و افکار بگاڑ کا شکار ہوں اور عملی زندگی بالکل استوار ہو۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔

اسی وجہ سے جاہلیت جدیدہ نے اپنے عظیم ترین وسائل اس بات پر صرف کر دیئے ہیں کہ لوگوں کی توجہ فکر کے فساد سے ہٹا کر اس بات پر مرکوز کر دی جائے کہ ان کی عملی زندگی نہایت خوب و درست ہے اور اس میں کسی قسم کی کوئی خرابی نہیں ہے۔

اور — اگر کبھی لوگوں کے ذہن میں بھولے سے بھی یہ بات آ جائے کہ ان کی زندگی

کا فلاں عمل اللہ کی ہدایت کے خلاف ہے ـــ یا ـ حق و انصاف کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتا یا اخلاق سے گرا ہوا ہے ـــ تو فوراً ساری جاہلی مشینری حرکت میں آجائے گی اور سارے نشر و اشاعت کے وسائل اس جاہلی عمل کی تائید و توثیق میں سرگرم ہو جائیں گے اور یہ پراپیگنڈہ ہوگا ـ کہ ـــــ

"بھئی! کیا تمہیں پتہ نہیں کہ اب تم "ترقی یافتہ" زندگی گذار رہے ہو۔ کیا تم ترقی سے بالکل ہی غافل ہو؟ کیا تم "بیسویں صدی" میں نہیں رہتے؟ آخر کیا بات ہے؟ کیا تم "رجعت پسند" ہو؟ کیا مصیبت ہے کہ ہر بات میں 'رجعت پسندی' گھس جاتی ہے! اُف ہے اس 'رجعت پسندی' پر سب کچھ قابل برداشت ہے۔ لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ تم بیسویں صدی میں بھی رجعت پسند رہو"!!

جب بھی کوئی شخص ارادہ کرتا ہے کہ جاہلیت جدیدہ کے اس شر پر سے پردہ اٹھائے جس میں لوگوں کا دم گھٹا جا رہا ہے۔ تو فوراً جاہلیت جدیدہ اپنے تمام نشر و اشاعت کے ذرائع ـــ پریس، ریڈیو، سینما اور ٹیلی ویژن ـــ اس شخص کی آواز دبانے پر لگا دیتی ہے۔

بس جس کسی نے بھی لوگوں کو راہِ حق دکھانے کی کوشش کی، اس کے راستے میں "رجعت پسندی" کا بم چھوڑ دیا!

اور ـ جو شخص حق و انصاف کا خون کرنے نکلے اس کے ہاتھ میں "ترقی" کا ہتھیار دیدیا!

اور ـ معاملہ یہیں ختم نہیں ہو جاتا۔ بلکہ جاہلیت مسلسل "حق" و "باطل" کو آپس میں خلط ملط کرتی رہتی ہے ـــ یہاں تک حق و باطل کی ایسی آمیزش ہو جاتی ہے کہ مظلوم یہ سمجھنے لگتا ہے کہ میری زندگی میں انصاف ہو رہا ہے۔ گمراہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہدایت پر ہیں اور جو برائیوں اور شر میں مبتلا ہیں وہ یہ خیال کرنے لگتے ہیں کہ ان کے گرد و پیش میں خیر و بھلائی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے!ـــ

بس حقیقت تو یہ ہے کہ جاہلیت جدیدہ تاریخ کی تمام جاہلیتوں میں زیادہ دلدل والی زیادہ خبیث اور زیادہ سخت گیر ہے!!

Marfat.com

جاہلیت کی اس ہمہ گیری اور بالادستی کے باوجود بیان حقیقت کچھ زیادہ مشکل نہیں ہے۔ کیونکہ حق و سچائی میں وزن ہوتا ہے اور جاہلیت کو خواہ کتنی بھی طاقت حاصل ہو۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ ایک طویل زمانے تک حق اور سچائی پر پردہ ڈالے رکھے بلکہ ایک ایسا وقت آتا ہے کہ حق پر سے پردہ اٹھ کر رہتا ہے۔

اور ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ کچھ لوگ جاہلیت کے خواب گراں سے اُٹھنے شروع ہو گئے ہیں اور انہوں نے جاہلیت کے پھیلائے ہوئے اس عظیم الشان شر کو محسوس بھی کرنا شروع کر دیا ہے لیکن یہ ہرگز نہ سمجھنا چاہیئے کہ معاملہ آسان ہے اور اب جلد ہی یہ مہم سر ہو جائے گی۔ کیونکہ جتنی بھیانک اور سخت گیر جاہلیت ہوتی ہے اتنا ہی سخت معرکہ حق و باطل بھی ہوتا ہے اور اس معرکہ میں فتح یاب ہونے کے لیے بڑے جاں گسل اور زہرہ گداز جہاد کی ضرورت ہوتی ہے۔

البتہ ایک حقیقت کو نہ صرف ذہن نشین کر لیا جائے۔ بلکہ اس پر ایمان بھی لے آنا چاہیئے اور وہ یہ کہ باطل خواہ کتنا ہی پھیل جائے۔ لیکن وہ حق کبھی نہیں بن سکتا اور شر خواہ کتنا ہی محیط کیوں نہ ہو۔ لیکن وہ خیر کبھی نہیں ہو سکتا۔ باطل ہمیشہ باطل رہے گا اور شر ہمیشہ شر رہے گا۔!

اسی حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے اب ہم جاہلیت کے پیدا کردہ اس بگاڑ اور فساد کو بیان کرتے ہیں۔ جو اس نے انسان کی عملی زندگی میں برپا کیا ہے جیسے ہم پہلے باب میں فکر کا بگاڑ" بیان کر چکے ہیں۔

جس طرح "فکر کا بگاڑ" "حقیقت الٰہی" کائنات زندگی، انسان اور انسانوں کے آپس کے تعلقات کے بارے میں تمام تصورات و افکار کو محیط ہو گیا ہے۔ اسی طرح "عمل کا بگاڑ" بھی سیاسیات، معاشیات، اجتماعیات، اخلاق، آرٹ اور فن غرض انسان کی ساری عملی زندگی پر چھا گیا ہے۔

Marfat.com

"سیاست کا بگاڑ"

یورپ کا جاگیرداری نظام

اگرچہ یہ آزادی کا دور ہے۔ لیکن تاریخ کی بدترین آمریتیں اسی دور میں وجود میں آئی ہیں۔ کچھ تھوڑا سا وقت گذرا ہے کہ پورے یورپ پر جاگیرداری نظام چھایا ہوا تھا۔ لوگ جاگیرداروں کے غلام تھے۔ اگر کوئی شخص اپنی زمین چھوڑ کر چلا جاتا۔ تو وہ "بھگوڑا" متصور ہوتا۔ اور قانون کے ذریعے اسے پکڑ کر لایا جاتا اور آگ کا داغ لگا کر اس کے جسم پر غلامی کی نشانی ثبت کر دی جاتی تھی۔ کیونکہ یہ شخص اپنے خداوند جاگیردار کی نافرمانی کا مرتکب ہوا تھا۔

یہ جاگیردار اپنے غلاموں کو زندگی گذران کے لئے زمین کا ایک ایک ٹکڑا دے دیا کرتے تھے۔ لیکن زمین کے اس ٹکڑے پر ان غلاموں کے حقوق غیر مالکانہ ہوتے تھے۔ بالکل اس طرح جیسے بکریوں کا ایک گلہ چراگاہ میں چرتا ہے اور دودھ گھی دیتا ہے۔ بس اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

جاگیرداری نظام میں پیداوار آزاد نہیں ہوتی۔ بلکہ اس نظام میں پیدا کرنے والا براہِ راست اپنے مالک سے چند اقتصادی منفعتوں کا مطالبہ کرتا ہے۔ یہ مطالبہ یا تو پیداوار کرنے والے کی خدمات میں کچھ رعایت برت کر ادا کیا جاتا ہے یا کچھ نقد ادائیگی کے ذریعے حساب چکا دیا جاتا ہے۔ حقیقت میں جاگیرداری معاشرہ دو طبقوں میں تقسیم ہوتا ہے۔

پہلا طبقہ، تو خود مالکان اراضی اور جاگیرداروں کا ہوتا ہے۔

اور —— دوسرا طبقہ تو خود مالکان اراضی اور جاگیرداروں کا ہوتا ہے۔

ف یہ جناب محمد قطب کی کتاب جاہلیۃ القرن العشرین کا ایک اور باب ہے۔
دوسرا طبقہ مزارعین کا ہوتا ہے۔ جس میں کسان، مزدور، کاشت کار اور
دوسرا طبقہ خود مالکان اراضی اور جاگیرداروں کا ہوتا ہے۔

Marfat.com

غلام سب ہی ہوتے ہیں (اگرچہ غلام رفتہ رفتہ کم ہوتے گئے)

کسان پیداوار کرنے والے ہوتے تھے اور ان کو اس پیداوار کے صلہ میں زمین کا ایک ٹکڑا دے دیا جاتا تھا۔ جس کے ذریعے وہ اپنی روزی کماتے اور ضروریات زندگی مہیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ وہ اپنے گھروں میں زراعت سے متعلق چھوٹی چھوٹی صنعتیں بھی کرتے رہتے تھے۔ اور ان سہولتوں کے عوض کسانوں پر کچھ ذمہ داریاں بھی عائد ہوتی تھیں۔ مثال کے طور پر انہیں ہفتہ وار مالک کی زمین میں اس کے آلات اور جانوروں سے کاشت کرنا ہوتی تھی۔ تہواروں اور تقریبات کے موقعوں پر مالکوں کو ہدیئے پیش کرنے پڑتے تھے۔ مالک کی قائم کردہ چکیوں میں اس کا آٹا پیسنا پڑتا تھا اور شراب خانوں میں مالک کے لئے انگور نچوڑنا پڑتا تھا۔

ہر قسم کے فیصلے جاگیردار کے ہاتھ میں ہوتے تھے۔ گویا اپنے علاقے کے لوگوں کی اجتماعی اور سیاسی تنظیم اسی کے ہاتھ میں ہوتی تھی۔

"—— اس کے علاوہ جاگیری نظام میں پیداوار آزاد نہیں ہوتی۔ کیونکہ کسان کو نہ تو زمین کے مالکانہ حقوق حاصل ہوتے ہیں اور نہ ہی اسے فروخت کرنے یا وارث بنانے کا اختیار ہوتا ہے بس وہ تو جاگیردار کی زمین میں اپنی منشاء اور مصلحت کے خلاف ہل چلاتا رہتا ہے اور غیر مقررہ ٹیکس ادا کرتا رہتا ہے۔ تاکہ جاگیردار کو اپنی وفاداری کا یقین دلاتا رہے اور جب زمین ایک جاگیردار سے دوسرے جاگیردار کے پاس پہنچی تو کسان بے چارہ بھی زمین کے ساتھ ہی بک گیا کسان کی یہ مجال نہیں تھی کہ وہ ایک مالک کو چھوڑ کر دوسرے آقا کے پاس چلا جائے بس یوں سمجھئے کہ اس وقت کا کسان، پرانے زمانے کے غلام اور آج کے آزاد کسان کے درمیان کا ایک درجہ رکھتا تھا۔" [1]

یہ تھی وہ بدترین صورت حال جس میں قرون وسطی کا جاہلی یورپ مبتلا تھا اور یہ تھے وہ رسم و رواج جو کلیسا کی زیر نگرانی جاری تھے۔

ہر قسم کے جزئی بگاڑ کے باوجود اسلامی دنیا اس قسم کی بدترین صورت حال سے کبھی بھی دوچار نہیں ہوئی ——کیونکہ اللہ کا قانون بہر حال کسی نہ کسی نافذ ضرور تھا اور یہی اللہ کا قانون

---

[1] "اشتراکی نظام" ۔ راشد الراوی

Marfat.com

تھا۔ جو اس بے پناہ ظلم کے راستہ میں حائل تھا جو اللہ کی نافرمانی کر کے مشہور یونانی قانون کے نظام عدل پر قائم تھا!!

بہر کیف وہ وقت بھی آ ہی گیا۔ جب جاگیرداری نظام ختم ہو گیا۔ اس وجہ سے نہیں کہ یورپ کے ضمیر نے اس کی خرابیاں محسوس کر لی تھیں ۔ کیونکہ جاہلیت کو اپنے نظام میں کبھی بھی کوئی خرابی نظر نہیں آتی ـــــ بلکہ ـــ تاریخ کے مادی فلسفہ کے مطابق ـــــ جاگیرداری نظام اس لئے ختم ہوا۔ کیونکہ مشین ایجاد ہو گئی اور نئے معاشی نظام نے جنم لے لیا۔

تاریخ کا مادی فلسفہ کہتا ہے کہ ـ "ترقی پذیر طبقہ" مادی انقلابات کے ماتحت اس طبقے کو ختم کر دیتا ہے۔ جس کا دور مکمل ہو گیا ہو، اور جس طبقہ کا دور اقتدار پورا ہو جائے، وہ لازمی طور پر ختم ہو جاتا ہے ـ اور ان "مادی و طبقاتی انقلابات" حق و انصاف کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔

جاگیرداری اپنے ظلم و ستم کی وجہ سے ختم نہیں ہوئی۔ بلکہ اس لئے کہ اس کا "مادی اور طبقاتی دور" مکمل ہو چکا تھا اور جاگیرداری کی جگہ نئے نظام نے اس لئے نہیں لی کہ نیا نظام پرانے ظلم کو ختم کرنے کے لئے وجود میں آیا تھا۔ بلکہ اس لئے کہ اس نئے نظام کا مادی و طبقاتی دور آ گیا تھا۔ یعنی اس کی "تاریخی جبریت" اسے وجود میں لے آئی :

"تاریخ کا مادی فلسفہ" ذرائع پیداوار کی تعدیل سے ابھرنے والے معاشی نظام اور طبقۂ سالمہ میں کوئی فرق نہیں کرتا ۔ کیونکہ اللہ کے نازل کردہ قانون کے بجائے اپنے ہوائے نفس کی اتباع کرتی ہے۔ اسی وجہ سے مالکوں کا طبقہ نفع اندوز اور جابر حاکم بن جاتا ہے اور عوام مستقل ظلم و ستم کا شکار ہو جاتے ہیں۔

جاہلیت ـ خواہ واقعاتی ہو یا نظریاتی ـــ کسی ایسی صورت حال کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ جس میں معیشت ذرائع پیداوار میں علمی تغیرات واقع ہونے سے، طبعی طور پر مختلف شکلیں اختیار کرتی رہے اور اس میں ایک طبقہ دوسرے طبقہ سے ناجائز انتفاع نہیں کرتا ـــ کیونکہ جاہلیت کے کے متوالوں نے اپنی طویل ترین جہالت میں کبھی بھی اللہ کے نازل کردہ قانون کو نافذ نہیں کیا اور نہ ہی یہ دیکھا کہ اس نظام میں کس طرح تمام امور حق و انصاف سے انجام پاتے ہیں خواہ آپ

تھوڑی دیر کے لیے اقتصادی نظام کو نظر انداز کر دیں۔ کیونکہ اللہ کا نازل کردہ قانون کسی ایک نظام زندگی سے پیوستہ نہیں ہے اور نہ یہ قانون معاشی، اجتماعی اور سیاسی ڈھانچوں میں بٹا ہوا ہے۔ کیونکہ یہ قانون الٰہی تو انسان کے لیئے ہے خواہ انسان ترقی و تغیر کے کسی بھی مرحلہ پر کیوں نہ ہو۔

بہر کیف، مشین کی ایجاد سے یورپ میں جاگیرداری نظام ختم ہو گیا اور اس کی جگہ معاشرے میں ایک نئی تبدیلی رونما ہو گئی۔

کارخانوں کے لئے مزدور دیہات ہی سے مہیا ہو سکتے تھے۔ چنانچہ جاگیرداری کا خاتمہ لازمی قرار پایا۔ تاکہ کسان زمینوں سے اپنی گردن چھڑا کر نئے کام کے لئے دیہات سے شہر میں آجائیں[1] عوام زمین کی غلامی سے چھوٹ گئے اور دیہات کی غلامی سے نکل کر شہروں کی آزادی میں آگئے بے چارے عوام نے یہ سمجھا کہ وہ تمام زنجیریں توڑ کر آزاد ہو گئے ہیں اور اب ان کا جو جی چاہے گا کریں گے۔ حالانکہ حقیقت یہ تھی کہ وہ ایک 'جاہلی نظام' سے نکل کر دوسرے جاہلی نظام کی گرفت میں جا رہے تھے اور اس نئے نظام میں جو غلامی کی زنجیریں تیار تھیں وہ ابھی تک ان کے سامنے نہ آئی تھیں۔ البتہ وہ اپنے پیروں چل کر اس نئی غلامی کی طرف جا رہے تھے۔

تاریخ کا مادی فلسفہ کہتا ہے کہ مشین کی ایجاد کے بعد ایک نئے طبقے نے جنم لیا اور عمل پیداوار جاگیردارانہ کے بجائے سرمایہ دارانہ بن گیا۔ اس لئے یہ دم گھونٹنے والی غلامی وجود میں آئی۔

مادی فلسفہ کے ماننے والے سمجھتے ہیں کہ انہوں نے حقیقت کو پا لیا ہے اور نہایت ہی کام کی بات بتائی ہے۔ حالانکہ حقیقت بالکل اس کے برعکس ہے اور وہ یہ ہے کہ جس طرح جاگیرداری نظام کی جاہلیت نے اللہ کے نازل کردہ قانون کو ٹھکرا دیا۔ اسی طرح سرمایہ داری کی جاہلیت جدیدہ نے اللہ کے نازل کردہ احکام کو ماننے سے انکار کر دیا

---

[1] تاریخ کا مادی فلسفہ یہی کہتا ہے اور یہ خبر نہیں کہ تیرھویں صدی میں یورپ کے کسانوں نے اپنی غلامی کے خلاف احتجاج شروع کر دیا تھا۔ قدرت کے اس حکم کے مطابق کہ عوام ایک طویل مدت تک ظلم برداشت کرتے کرتے آخر اس ظلم کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ حالانکہ ذرائع پیداوار میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ جب تیرھویں صدی میں کسانوں نے زمینیں چھوڑ چھوڑ کر بھاگنا شروع کیا۔ اس وقت سرے سے کسی نئے اقتصادی نظام کا وجود ہی نہ تھا۔

Marfat.com

دونوں جاہلیتوں میں ایک ہی جذبہ کارفرما ہے کہ محنت کشوں کی کمائی صاحب اقتدار لے اڑیں۔

ایک ہی "طاغوت" ہے جو ہر جاہلیت میں لوگوں سے اپنی اتباع کراتا ہے۔ کیونکہ لوگ اللہ کی اتباع نہیں کرتے۔

بے شک یہ "طاغوت" مسلمانوں میں بھی تھا — اور جس قدر مسلمان اللہ کی بتائی ہوئی صراطِ مستقیم سے بھٹکتے گئے۔ ان پر "طاغوت" کی گرفت مضبوط ہوتی گئی۔ لیکن چونکہ مسلمان کسی نہ کسی درجہ میں اللہ کے قانون کو اپنی زندگیوں میں نافذ کئے ہوئے تھے اس لئے "طاغوت" اس طرح نہ چھا سکا۔ جس طرح اس نے یورپ پر چھا کر لوگوں کی زندگیوں کو جہنم بنا دیا۔

مسلمانوں میں جاگیرداری کبھی بھی اس شکل میں ظاہر نہیں ہوئی جس بدترین شکل میں وہ یورپ پر چھائی ہوئی تھی اور اسلام ہی اس قابل بھی تھا کہ وہ سرمایہ داری کے "طاغوت" کا بھی راستہ روک لیتا۔ اگر مسلمان کسی نہ کسی درجہ میں اللہ کے قانون کو نافذ کیئے ہوتے

خیر! ہم پھر یورپ کی جاہلیت کا تذکرہ کرتے ہیں۔ جس کی کڑیاں آپس میں ملی ہوئی ہیں۔ جو کچھ ہوا۔ وہ "اقتصادی جبری تغیر" نہیں تھا۔ جیسا کہ مارکسی جاہلیت کہتی ہے۔ بلکہ طاغوت کا اپنی سرکشی جاری رکھنے اور لوگوں کو مزید غلام بنائے رکھنے کے لئے ایک نیا اقدام ہے۔

اور جو کچھ ہوا وہ جبری بھی نہیں تھا۔ بلکہ اس وقت کے حالات کا طبعی نتیجہ تھا۔ یا ایک حیثیت سے جبری بھی کہا جا سکتا ہے اور وہ یہ جب لوگ اللہ کے نازل احکام کی تعمیل نہیں کرتے تو انہیں ذلت و غلامی کا مزا چکھانے کے لئے "طاغوت" مسلّط ہو جاتا ہے۔

ابھرتے ہوئے سرمایہ دار طبقہ کا، گرتی ہوئی جاگیرداری کا اقتدار چھین لینا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ موجودہ تبدیلی میں "طاغوت" مسلّط نہیں ہے۔ 'طاغوت' تو جاگیرداری میں بھی مسلط تھا اور اب سرمایہ داری میں بھی مسلّط ہے۔ کیونکہ طاغوت کسی شخص معین یا کسی خاص طبقہ کا نام نہیں ہے۔ بلکہ طاغوت تو جابرانہ اقتدار کا نام ہے۔ جس کو چند افراد اپنے ہاتھ میں لے کر باقی تمام لوگوں کو غلام بنا لیتے ہیں — پھر اقتدار کے لئے رسہ کشی شروع ہو جاتی ہے اور جس گروہ کو معاشی حالات سہارا دیں۔ وہ اس اقتدار کو اچک لیتا ہے۔ جیسا کہ جزیرہ نمائے عرب میں قریش اور دیگر قبائل میں اقتدار

Marfat.com

کی رسہ کشی جاری تھی۔ حتیٰ کہ قریش کے ہاتھ میں طاغوتی اقتدار آگیا اور اقتصادی حالات نے ا
کو مضبوط تر کر دیا۔ چنانچہ قریش نے دوسرے لوگوں کو مختلف طریقوں سے غلام بنالیا۔

"تاریخ کا مادی فلسفہ" طاغوتوں میں اقتدار کی تبدیلی تو بیان کرتا ہے لیکن خود طاغوت کے پیدا
ہونے کے اسباب کا پتہ چلانے سے قاصر ہے اور نہ ہی اسے یہ علم ہے کہ اگر لوگ چاہیں تو کس طرح
سے طاغوت کے وجود کو ختم کر سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ جاہلی فلسفہ ہے اور جاہلیت ہی کی ترجمانی
کر رہا ہے۔!!

شروع میں اس نئی غلامی (سرمایہ داری) کی نشانیاں واضح نہیں تھیں۔ بلکہ سرمایہ داری آزادی
کا جھنڈا لیئے ہوئے سامنے آئی تھی۔ چنانچہ مزدور زمین کی غلامی سے اور عوام جاگیرداری کی
غلامی سے آزاد ہوئے۔

کچھ سیاسی اور اجتماعی تبدیلیاں آئیں۔ جن پر آزادی کی مہریں لگی ہوئی تھیں اور ان سب
تبدیلیوں کا نام "جمہوریت" رکھ دیا گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ جاہلیت جدیدہ نے کچھ آزادی دی اور کچھ عوام کی بھلائی کے کام کیئے۔
جس سے لوگ دھوکہ کھا گئے۔ اور نیا طاغوت انہیں آہستہ آہستہ اپنی غلامی میں لیتا گیا۔

اگر آپ کسی ایسے آدمی کو لیں ــ جو قانونی طور پر زمین سے بندھا ہوا ہو اور زمین کو چھوڑنے سے
بہت سی مادی اور معنوی رکاوٹیں پیش آتی ہوں یا آپ ایسے شخص کو لیں جو سوسائٹی کی اخلاقی اور سماجی
بندشوں کو توڑنے کی جرأت نہ کر سکتا ہو۔ (اگرچہ خود اس سوسائٹی کے لوگ ان بندشوں کی اپنے دل میں
کوئی اہمیت نہ سمجھتے ہوں) یا ــ آپ ایسے شخص کو لے لیں جو کلیسا کے اقتدار کے خلاف آواز
نہ اٹھا سکے۔ اور اگر ایسا کرنے لگے تو اسے بے دین اور ملعون سمجھا جائے۔

اگر آپ کسی ایسے شخص کو کسی شہر میں لے جا کر چھوڑ دیں کہ وہ گلی کوچوں میں اخلاقی بے راہ روی
پھیلاتا پھرے اور کوئی اسے روکنے والا نہ ہو۔ اور وہ کلیسا کے اقتدار کی کوئی پرواہ نہ کرے اور کوئی
اسے بے دین کہنے والا نہ ہو۔ ظاہر ہے کہ اس وقت یہ شخص اپنے آپ کو آزاد ہی سمجھے گا۔!!

بہر کیف انسان کو کچھ ایسی آزادیاں ملیں۔ جن کا پہلے کوئی وجود نہیں تھا۔ آزادی نقل آزادی
عمل۔ آزادی اجتماع۔ آزادی رائے اور آزادی صحافت۔

Marfat.com

کچھ ایسی ضمانتیں ملیں۔ جن کا پہلے کوئی وجود نہیں تھا۔۔۔ مثلاً اتہام، تحقیق اور عدالت کی ضمانتیں!

ان آزادیوں اور ضمانتوں کو دیکھتے ہوئے انسان کو یہی سمجھنا چاہیئے تھا کہ وہ آزاد ہوگیا ہے!

پھر پارلیمان! وجود میں آئی۔

آزادانہ انتخابات، عوامی نمائندگی، عوام کی نمائندہ حکومت اور عوام کی مرضی سے چلائی جانے والی حکومت کے ڈھونگ رچائے گئے۔

اور لازمی طور پر انسان نے یہی سمجھا کہ وہ آزاد ہوگیا ہے!!

ان خوش کن نعروں کے ساتھ، دورِ سرمایہ داری میں جاہلیت جدیدہ وجود میں آئی۔ جس کی ظاہری شکل واقعی حد درجہ تابناک ہے۔

علمی اور مادی ترقیات نے اس تصویر میں مزید رنگ کاری کی اور انسان نہ صرف یہ کہ زمین کی غلامی سے آزاد ہوگیا، نہ صرف یہ کہ اخلاقی بندشوں سے چھوٹ گیا۔ نہ صرف یہ کہ کلیسا کے اقتدار سے نجات مل گئی اور نہ صرف یہ کہ اسے نمائندگی اور قانون سازی کا اختیار مل گیا۔ بلکہ انسان محنت و مشقت سے بھی آزاد ہوگیا ہے۔ کیونکہ علمی اور مادی ترقیات نے انسان کو تھکا دینے والی محنتوں سے نجات دلا کر یہ سارے کام مشینوں کے سپرد کر دیئے اور انسان بالکل ہلکا پھلکا، خوش باش ہو کر اپنے سرمایۂ زندگی کو محفوظ کر کے بیٹھ گیا!

یہاں پر ہم جاہلیت جدیدہ کے اجتماعی، اقتصادی، اخلاقی اور فکری بگاڑ کا تذکرہ نہیں کرنا چاہتے۔ بلکہ صرف سیاسی بگاڑ کو واضح کرنا چاہتے ہیں۔ (اگرچہ زندگی باہم مربوط ہے) اور سیاسی زندگی کا اجتماعی اقتصادی، اخلاقی اور فکری زندگی سے علیحدہ ہو کر کوئی وجود نہیں ہے۔

جہاں تک سیاست کا تعلق ہے۔ تو جاہلیت جدیدہ جس نے کلیسا کے اقتدار سے فرار اختیار کر کے عوامی رائے اور مرضی کا سہارا لیا تھا۔ حقیقت میں یہ جاہلی سیاست عوام کی مرضی سے حکومت نہیں کر رہی تھی۔ بلکہ ساری سیاست کی بنیاد ایک ایسے وہم پر تھی جس کا حقیقت واقعیہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ جاہلیت جدیدہ نے جب اللہ کے نازل کردہ احکام کو ٹھکرا دیا۔ تو اس کے سامنے اس کے سوا کوئی راستہ باقی نہیں رہا۔ کہ وہ طاغوت کی مرضی کے مطابق حکمرانی کرے گویا

Marfat.com

عوام کی رائے اور مرضی سے حکومت جاہلی سیاست کی تصویر کا وہ رُخ تھا۔ جو لوگوں کے سامنے تھا اور طاغوت کی حکمرانی اس گندی جاہلیت کا اندرونی اور حقیقی رخ تھا۔!!

"تاریخ کا مادی فلسفہ" جاہلیتوں کی تعبیر میں بڑی صداقت سے کام لیتا ہے۔ کہ "جس طبقہ کے ہاتھ میں سیاسی اقتدار ہوتا ہے۔ وہ بقیہ تمام طبقات کے مفادات کے خلاف اپنے مفاد کو سامنے رکھ کر حکومت کرتا ہے"۔

گویا، انتخاب، پارلیمان اور دستور، ان سب تنظیمات کے پس پردہ طاغوت ہی حکمران ہے!!

ابتداً یہ سب امور اتنے واضح نہ تھے۔ بلکہ جاہلیت جدیدہ میں زندگی گذارنے والے کچھ خوش فہم یہ سمجھ رہے تھے۔۔۔ کہ وہ نئی زندگی کو بہتر، اعلیٰ، بلند اور انسانی برتری کے لائق بنیادوں پر استوار کر رہے ہیں!! اور جاہلیت کے پرشکوہ مظاہر بھی ان کے اس گمان کی تائید کر رہے تھے۔ کیونکہ یہ بے چارے سمجھ رہے تھے کہ اس جاہلی نظام سیاست میں عوام اپنے نمائندوں کو منتخب کرتے ہیں اور یہ عوامی نمائندے لازمی طور پر عوام کی مرضی اور ان کے مفادات ہی کو مدنظر رکھتے ہیں؟ لیکن حقیقت یہ تھی کہ سرمایہ داری کا طاغوت ان کے سروں پر حکمران بنا بیٹھا تھا!

اور اب تو یہ تمام امور اتنے واضح طور پر لوگوں کے سامنے آچکے ہیں کہ مزید بیان کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ گذشتہ چند سالوں میں سرمایہ داری کے عیوب اور اس کی برائیوں پر نہایت کثرت سے لکھا گیا ہے۔ اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ سرمایہ داری نظام میں کس طرح محنت کشوں کا خون چوسا گیا ہے حتیٰ کہ سچی آزادی، حقیقی انصاف چاہنے والوں اور طاغوت کی حکمرانی سے نجات چاہنے والوں کے لیے سرمایہ داری ایک کھلا ہوا ظلم و ستم بن گئی۔

ذیل میں ہم اس ظلم و ستم کی چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔

"۱۹۲۶ء میں انگلستان میں ہونے والی ہڑتال کو کچلنے کے لیے حکومت نے تمام ذرائع اختیار کیے۔ سرمایہ داری اعلان کر دیا کہ ہڑتال غیر قانونی ہے۔ چنانچہ پولیس اور فوج ہڑتالیوں پر ٹینک اور توپیں لے کر حملہ آور ہو گئی۔ ہڑتال کو ختم کرنے کے لیے صدہا طریقے اختیار کیے گئے۔ یونیورسٹی کے نوجوان طلبہ نے بسیں اور ٹرکیں چلائیں۔ ریڈیو اور اخبارات سے کام لیا گیا۔ ساری حکومتی مشینری مل مالکوں کے ہاتھ میں آگئی۔ عوام

Marfat.com

اور مزدوروں کی انجمنوں کو حسابات پیش کرنے اور ان کے لیڈروں کو گرفتار کرنے کی دھمکیاں دی گئیں۔۔۔"

مندرجہ بالا واقعات جمہوریت کے پیدائشی وطن انگلستان میں پیش آئے اور بیان کرنے والا بھی کوئی انگریز دشمن نہیں۔ بلکہ خود انگریز ہے [1]

امریکہ کا حال انگلستان سے بھی بدتر ہے۔ وہاں کے پیشہ وروں کی بلطجی، پارٹیاں نام نہاد جمہوریت کے لئے راہیں ہموار کرتی ہیں۔ اور اگر کوئی شخص سرمایہ داری کے خلاف بغاوت کرے تو اسے جیلوں میں ڈال کر سزائیں دیتے ہیں۔ اور اگر ضروری سمجھیں تو قتل سے بھی دریغ نہیں کرتے۔

ہارولڈ لاسکی — اپنی کتاب "دورِ جدید کے انقلابات" میں کہتے ہیں۔

"مناسب ہے کہ لوگ مؤثق تفصیلات کا مطالعہ کریں۔ مثلاً انجمن "لافلوت" کا فیصلہ جس کو امریکی لارڈز کی مجلس نے اس لئے متعین کیا تھا کہ یہ انجمن شہری آزادی میں دخل اندازی کا جائزہ لے تاکہ صحیح اندازہ ہو سکے کہ یہ دخل اندازی کس حد تک پہنچ چکی ہے۔ رشوت، جاسوسی، دھوکہ، دھاندلی اور عدالتی بدعنوانیاں تو ایسے امور ہیں، جن کے امریکی لیڈر اور کارکن اچھی طرح عادی ہیں۔

بڑی بڑی صنعتی انجمنوں کا مقصد یہ ہے کہ وہ ٹریڈ یونین کے مزدوروں کو کچلنے کے لیے بندوقوں اور آنسو گیس سے مسلح لشکر رکھ سکیں۔!

اس کے علاوہ سینیٹر لانگ کے زمانے میں لویزانا، جرسی اور کیلیفورنیا کے بعض علاقوں میں "اعلان حقوق" کا کوئی اثر ہی نہیں تھا۔ کیونکہ تاجر اور سرمایہ دار ہر قسم کے مفادات اپنے لیئے ہی خاص سمجھتے تھے۔ وجہ یہ تھی کہ معیشت کے سرچشمے انہی کے ہاتھوں میں تھے۔

میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ ۱۹۴۰ء تک امریکی تاجروں اور سرمایہ داروں کے ذہن میں فاشیت بری طرح سرایت کر چکی تھی۔ البتہ ایک باریک سا پردہ جمہوریت کا ڈالے رکھا [2]"

بہرکیف امریکہ کی حالت اتنی ظاہر ہے کہ اس کے لیے کتابوں کے اقتباسات دینے کی

---

[1] ہنری فورڈ — ترجمہ عصام الدین حفنی ناصف۔

[2] دورِ جدید کے انقلابات — ہارولڈ لاسکی۔ ترجمہ عبدالکریم احمد ص ۱۸۴

Marfat.com

ضرورت نہیں ہے۔

امریکی سرمایہ داری اس حد تک گئی گزری ہے کہ رات دن کھلم کھلا جرائم ہوتے ہیں اور سرمایہ داروں کے اشاروں پر ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ سرمایہ داروں کو خوش کرنے کے لئے دن دہاڑے امریکی صدر کنیڈی کو قتل کر دیا گیا کیونکہ سرمایہ دار ڈرتے تھے کہ کنیڈی کی عالمی کھچاؤ کو کم کرنے کی صلح پسندانہ کوششوں کی بنا پر صنعتوں کا رُخ جنگی سامان سے ہٹ کر تمدنی سامان کی طرف منتقل ہو جائے گا اور تمدنی صنعتوں سے سرمایہ دار اتنا زیادہ منافع نہیں کما سکتے جتنا وہ جنگی ساز و سامان میں کما لیتے ہیں۔

یہ تو سرمایہ داری کے جرائم کی ایک ہلکی سی جھلک ہے۔ ورنہ تخریب اخلاق، لوگوں کی معیشت پر قبضہ، اور مختلف قوموں کو غلام بنانے کے لئے "سامراجی توسیع پسندی" اس کے علاوہ ہے۔

بہرکیف یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ "خیالی جمہوریت" اب سرمایہ داروں کی آمریت بن گئی ہے اور یہ آمریت ایک طاغوت بن کر لوگوں کو غلام بنا رہی ہے۔

ظاہر ہے کہ جاہلیت اس بات کی تصدیق نہیں کر سکتی کہ یہ سب خرابیاں اللہ کی راہ سے روگردانی کی بنا پر پیدا ہوئی ہیں۔ بلکہ جاہلیت تو نہ اللہ کے راستے کو پہچانتی ہے اور نہ اس پر یقین رکھتی ہے۔ جاہلیت تو زندگی کی بنیاد اللہ کی وحی سے انحراف پر رکھتی ہے۔ اس کے غور و فکر کے پیمانے "زمین کی کش مکش" "مفاد پرستی کی لڑائی" اور "طبقاتی جنگ" ہیں۔

جاہلیت کے متوالوں کو یہ خبر نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب سود اور اجارہ داری کو حرام قرار دیا۔ تو اس کو انسانوں کے بارے میں ان امور کا علم تھا۔ جن کو انسان نہیں جانتے تھے اور اللہ تعالیٰ ان کے لئے ایسی بھلائی اور خیر کا ارادہ کر رہا تھا جو ان کے وہم و گمان سے بھی بالاتر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لیے ایسا راستہ متعین کیا جس میں مصلحتوں کا توازن ہے۔ جس میں عدل و انصاف ہے ظلم و سرکشی نہیں ہے۔

"سیاست" کے زیر عنوان ہم سود کے بارے میں تفصیلی گفتگو نہیں کریں گے۔ بلکہ اس کا تفصیلی بیان اقتصادیات کے زیر عنوان ہوگا۔ لیکن اتنی بات کہتے چلیں کہ اگر سود اور اجارہ داری نہ ہوتی تو اپنے دامن میں ہزاروں مصیبتیں سمیٹے ہوئے ملعون سرمایہ داری بھی نہ ہوتی۔ سود اور اجارہ داری سرمایہ داری کے دوستون ہیں اور یہی دونوں اللہ کے قانون میں حرام ہیں۔

Marfat.com

سیاست ہو یا اقتصاد اللہ کا قانون ہی انسانوں کی گردنیں طاغوت کے ظالم پنجے میں جانے سے بچا سکتا ہے۔

اب ہم تاریخ کے ساتھ ساتھ چند قدم اور چلتے ہیں۔

جب سرمایہ داری کے ظلم و ستم کی کوئی انتہا نہیں رہی تو لوگ اس کے خلاف جہاد کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے لیکن باوجودیکہ لوگ سرمایہ داری نظام سے جہاد کر رہے تھے۔ پھر بھی وہ جاہلیت ہی میں تھے۔ پھر بھی وہ اللہ کے راستے سے دُور ہی تھے۔ چنانچہ جب انتہائی محنت و مشقت کے بعد انہوں نے اپنے آپ کو سرمایہ داری کے طاغوت سے چھڑایا تو اس طویل عذاب کے بعد بھی ان کو کوئی آرام و سکون نہیں ملا بلکہ جونہی وہ سرمایہ داری کے طاغوتی پنجے سے نکلے، انہیں ایک نئے طاغوت نے اچک لیا۔ اس لئے طاغوت کے چہرے پر جمہوریت کا نقاب بھی نہیں تھا۔ بلکہ مزدوروں کی آمریت تھی!

لوگ سرمایہ داری کی آمریت سے نکلے اور مزدوروں کی آمریت میں آپھنسے! ایک طاغوت سے نجات ملی، دوسرے طاغوت کا شکار ہو گئے اللہ کے راستے سے پھر بھی روگرداں رہے۔

تاریخ کی جاہلی تعبیر بعید از عقل اسباب اور ان کے نتائج پر ایک طویل بحث کرنے کے بعد طبقاتی کش مکش کا تذکرہ کرتی ہے۔ اس کے بعد کہتی ہے کہ یہی وہ وقت ہے جب لازمی طور پر اشتراکیت کو وجود میں آنا چاہیئے۔ پھر جاہلیت کے متوالے افیون اور بھنگ کا نشہ پی کر "پرولتاری آمریت" کے زیر سایہ حاصل ہونے والی (یوٹوپیا) جنت گم گشتہ کا خواب دیکھتے ہیں۔ یہ جنت جب حاصل ہو گی۔ جب سارے طبقات ختم ہو جائیں گے اور صرف "پرولتاری" طبقہ رہ جائے گا۔ !!

مزدوروں اور سرمایہ داروں کی جنگ حق و انصاف کے نام پر نہیں ہوتی جس حق و انصاف کا فریڈرک اینجلز مذاق اڑاتا ہے — بلکہ اس جنگ کی بنیاد "جبری تناقض" ہے!

سرمایہ دار ہر قسم کے قانونی اور غیر قانونی ذرائع سے مزدوروں کا خون چوستا رہتا ہے لیکن آخر کار تاریخ کا لازمی نتیجہ سامنے آجاتا ہے۔ وہ یہ کہ مزدور حکومت پر قبضہ کر کے "پرولتاری آمریت" قائم کر دیتے ہیں۔ پھر "پرولتاری آمریت" "انفرادی ملکیت" ختم کر کے تمام ذرائع

Marfat.com

پیداوار کو قومی ملکیت میں دے دیتی ہے۔ تمام طبقات ختم ہو جاتے ہیں اور حکومت پرولتاریوں کے مفاد کو سامنے رکھ کر نظام حکومت چلاتی ہے۔ (اس لئے نہیں کہ یہ حق و انصاف کا تقاضا ہے بلکہ اس لئے کہ پرولتاری ہی طبقہ حاکمہ ہے۔) چنانچہ پرولتاری طبقہ ہر شخص سے بقدر طاقت دولت چھین کر ہر شخص کو بقدر ضرورت دے دیتا ہے۔ آخر کار خود حکومت بھی ختم ہو جاتی ہے اور بھنگ اور افیون کے نشہ میں جنت گم گشتہ سامنے نظر آتی ہے۔

"تاریخ کے مادی فلسفہ نے" اس موضوع پر جو "دیومالا" گھڑی ہے۔ وہ بھی قابل داد ہے۔

مارکس نے پیشین گوئی کی تھی کہ سب سے پہلے "اشتراکی ریاست" انگلستان میں قائم ہوگی کیونکہ انگلستان صنعتی لحاظ سے زیادہ ترقی یافتہ ہے۔ اسی جگہ تاریخ کا وہ لازمی ٹکراؤ ہوگا۔ جس کے نتیجہ میں حکومت سرمایہ داروں کے ہاتھ سے نکل کر مزدوروں کے ہاتھ میں آجائے گی حالانکہ اشتراکیت جن ممالک میں قائم ہوئی۔ وہ صنعتی لحاظ سے دنیا کے پس ماندہ ملک تھے۔ یعنی روس اور چین — اور انگلستان مارکس کی پیشین گوئی کے اسی برس بعد اس بیسویں صدی میں بھی سرمایہ دار ہی ہے۔

اس میں ان خرافات کا بھی اضافہ کر لیجئے کہ مستقبل بعید میں حکومت ختم ہو جائے گی اور تمام انسان فرشتے بن جائیں گے کہ نہ ان کے دل میں کوئی کھوٹ ہوگا اور نہ کوئی لالچ۔

اس کے علاوہ اشتراکیت اپنے چالیس سالہ عملی تجربات کے بعد لینن اور اسٹالن کے اصولوں سے بہت کچھ ہٹ گئی ہے۔ کیونکہ اب کچھ پابندیوں کے ساتھ انفرادی ملکیت کی بھی اجازت ہے۔ اجرتوں اور تنخواہوں میں بھی بہت بڑا فرق ہے۔ اور اجتماعی کاشت کے نقصانات سامنے آئے تو اب اشتراکیت یہ بھی چاہتی ہے کہ زمین کی انفرادی ملکیت بھی بحال کر دی جائے۔

ان کہانیوں سے صرف نظر کر کے ہم صرف سیاست کے موضوع پر گفتگو کریں گے۔ اور خروشچیف کی اس تقریر کا حوالہ دیں گے۔ جو اس نے اشتراکی پارٹی کے ۲۲ ویں اجلاس میں ایک خروشچیف نے کہا تھا:

"اسٹالن کے دور میں پارٹی لیڈر شپ، حکومت اور اقتصادیات میں بہت

Marfat.com

کچھ خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ بس احکامات جاری ہوتے تھے، نقائص پر پردہ ڈالا جاتا، ڈر ڈر کے کام کرتے تھے اور نئی ہر چیز سے خطرہ محسوس کرتے تھے۔

اس قسم کے حالات میں بہت سے چاپلوس اور خوشامدی پیدا ہو گئے۔

شاید لوگ ابھی بھولے نہ ہوں کہ اسٹالن کے مرنے کے بعد روس کے اخبارات نے اسے قاتل مجرم اور اشتراکیت کے غدار کے القاب سے نوازا تھا!!

بیشک پرولتاری آمریت، اپنی سختی، قساوت اور وحشت میں اتنی آگے بڑھ گئی ہے کہ انسان کو اس کے تصور سے بھی کپکپی آتی ہے۔

جب جی چاہا۔ غیر معینہ مدت کے لئے قید کر دیا اور ایسی ایسی سزائیں دیں کہ ان کے تصور سے ہی سے رونگٹے کھڑے ہو جائیں۔ ایسی عدالتیں قائم کی جاتی ہیں۔ جن کا ہر فیصلہ سزائے موت اور عمر قید ہوتا ہے۔ یہ تمام امور اشتراکی دنیا میں بالکل عام ہیں۔ جن سے ہر شخص کو واسطہ پیش آسکتا ہے۔ جس کے ذہن میں اشتراکی لیڈر کے خلاف خیال بھی گذرے۔

پورا نظام حکومت ایک بدترین جاسوسی پر قائم ہے۔ جس میں لوگوں کو ڈرا دھمکا کر اور انسانی شرافت کو خاک میں ملا کر حکومت کا وفادار بنایا جاتا ہے۔

اور اس سارے ظلم و ستم پر انتخابات، عوامی نمائندگی اور سویت یونینوں کے دبیز پردے پڑے ہوتے ہیں!!

اشتراکی آزاد صحافت، اشتراکی لیڈروں کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان رہتی ہے اور جب وہی لیڈر مر جاتا ہے تو اس پر لعنت کے ڈونگرے برسائے جاتے ہیں!!

یہ ہے "پرولتاری آمریت" میں سیاسی صورت ـــــ یہ صورت حال ہر اشتراکی ملک میں پائی جاتی ہے اور اس کے سوا، اشتراکیت میں اور کچھ ممکن نہیں ہے۔

خوش عقیدہ، اور سادہ مزاج لوگ، جو معاملات پر سطحی نظر رکھتے ہیں اور جو فکری جاہلیت میں زندگی گذارتے آرہے ہیں۔ وہ حقیقت کی تلاش اور اس کے علاج سے قاصر ہیں۔

اب یہ خوش عقیدہ سمجھتے ہیں اور ان کی تمنا بھی یہی ہوتی ہے کہ سرمایہ داری آمریت

Marfat.com

اور پرولتاری آمریت کی خرابیوں اور برائیوں کا علاج بس اتنا ہی ہے کہ کچھ آزادی اور جمہوریت پیدا ہو جائے ۔ بس یہی انتہائے مقصود ہے ۔

اللہ کی ہدایت اور اللہ کے راستے سے ہٹ کر جاہلیت کی زندگی گذارنے والے جاہلیت کے سارے نظام کی خرابیاں نہیں دیکھ سکتے ان کو یہ علم نہیں کہ جاہلیت طاغوت کی پیروی کرتی ہے اور جاہلیت اللہ کے بتائے ہوئے راستے پر نہیں چلتی اور نہ ہی اللہ کے قانون پر عمل کرتی ہے ۔

طاغوتوں کا وجود کوئی سہل العلاج مشکل نہیں ہے کہ کچھ آزادی اور جمہوریت سے اس کا علاج کر لیا جائے ۔ بلکہ طاغوت اپنے دامن میں ایک پورا نظام رکھتے ہیں ۔ جس کی بنیادیں نہایت گہری ہوتی ہیں ۔

سرمایہ داری بھی لازمی طور پر آمریت ہی ہے اور اشتراکیت بھی لازمی طور پر آمریت ہے اور اللہ کے حکم کے سوا ہر نظام حکومت طاغوت ہے ۔ کسی بھی طاغوتی نظام میں اتنی صلاحیت نہیں ہے کہ اگر اس میں آزادی اور جمہوریت کا امتزاج کر دیا جائے ۔ تو طاغوتی نظاموں کی خرابیاں تو دور ہو جائیں اور آزادی اور جمہوریت کے فوائد حاصل ہو جائیں ۔ کیونکہ خرابی ان نظاموں کے وسائل نفاذ میں نہیں ہے ۔ بلکہ خرابی ان کی جڑ و بنیاد میں ہے ۔ چنانچہ اس بنیادی خرابی اور اساسی بگاڑ کا علاج آزادی اور جمہوریت کے امتزاج سے نہیں ہو سکتا ـــــ اگرچہ ان نظامہائے جاہلیت کے ساتھ آزادی اور جمہوریت کا امتزاج بذات خود ناممکن العمل ہے ـــ بلکہ علاج صرف ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ نظامہائے جاہلیت کو جڑ و بنیاد سے اکھاڑ پھینکا جائے ـــ اور ان کی جگہ نیا نظام قائم ہو جس کی بنیاد اللہ کی بتائی ہوئی صراط مستقیم اور اللہ کا نازل کردہ قانون ہو ۔

○

سرمایہ داری اور اشتراکیت دونوں آمریتیں آزادی کو کچلنے اور لوگوں کا گلا گھونٹنے کی یہ تاویل کرتی ہیں کہ ہم اس وقت مقدس جنگ میں ہیں ۔

سرمایہ داری تو اس بات کو تسلیم ہی نہیں کرتی کہ وہ آمری نظام ہے ۔ ملاحظہ ہو

نو... فی سد جمہوری نظام ہے اور عوامی ارادے اور خواہشات پر قائم ہوتی ہے۔ لیکن جب سرمایہ داری سے اس کی خرابیوں کے بارے میں سوال کیا جائے۔ مثلاً مزدوروں اور ان کی انجمنوں کو خوفزدہ کرنا، ان لوگوں کو اپنے راستے سے ہٹانا جو حقیقی آزادی کے خواہاں ہیں۔ ایسے لوگوں کو یا تو کلیدی مراکز سے ہٹا دیا جائے یا ان کی زندگی کا ہی خاتمہ کر دیا جائے۔ سرمایہ داری ان سب باتوں کا یہ جواب دیتی ہے کہ وہ اشتراکی بنیادوں کو کچلنے کے لیے یہ سب کچھ کر رہی ہے۔

"پرولتاری آمریت" بھی اسی وہم میں مبتلا ہے کہ اس کا نظام جمہوری ہے۔ اگرچہ اس کا مذہبی اور علمی نام آمریت ہے لیکن جب اشتراکیت سے عوام کو خوفزدہ کرنے، اور مخالفین کی زندگی کا خاتمہ کرنے کے بارے میں پوچھا جاتا ہے تو وہ بھی نہایت مجبوری سے یہ جواب دیتی ہے کہ وہ "رجعیت" اور سرمایہ داری کے خلاف جہاد کر رہی ہے۔

میدان جنگ کے دونوں ہی لشکر مقدس جنگ لڑ رہے ہیں اور ہر گروہ یہ سمجھ رہا ہے کہ اس کے دشمن اس کے نظام کو توڑنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ اس نظام کی خاطر ایسے لوگوں کی نہایت سختی سے اور شدت سے پکڑ کرنی چاہیئے۔ تاکہ عوامی فائدے اور عوام کے وجود کا تحفظ ہو سکے۔

ظاہر ہے کہ یہ دلیل کسی قسم کی تنقید برداشت نہیں کر سکتی۔ کیونکہ تاریخ میں ہمیشہ یہی ہوتا رہا کہ کسی قائم شدہ نظام کے خلاف بیرونی یا داخلی دشمن پیدا ہو گئے۔ جو اس نظام کو توڑنے اور تباہ کرنے کے لیے دیگر محاربین کے کیمپ میں جمع ہو گئے۔ تاکہ متحدہ کوششوں سے اس نظام کو ختم کر سکیں۔

لیکن اس سلسلہ میں بھی جاہلیت اور اسلام کے مؤقف میں فرق ہے۔

اسلام کو پہلے ہی دن سے دشمنوں کی نہایت سخت اور تند و تیز مخالفت سے واسطہ پڑا تھا۔ پھر اسلام اور جاہلیت کی جنگ زندگی کے کسی ایک گوشے میں ہی نہیں تھی۔ بلکہ زندگی کے ہر حصہ میں ایک شدید کش مکش برپا تھی۔

عقیدے میں بھی جنگ تھی، جس طرح سیاسی، اقتصادی اور اجتماعی میدان میں جنگ تھی۔ اخلاق میں بھی جنگ تھی، جس طرح افکار میں جنگ تھی۔ غرض اسلام کی صفیں

Marfat.com

الٹنے کے لئے جاہلیت کی تمام طاقتیں متحد ہو گئی تھیں۔

مسلمانوں کو سخت ترین سزائیں دی گئیں۔ بھوکا رکھا گیا اور سیاسی، اجتماعی اور اقتصادی مقاطعہ کیا گیا۔

یہ ساری جنگ عقیدے کے اختلاف کی بنا پر تھی۔

پھر جب مدینہ میں اسلامی ریاست قائم ہو گئی تو اسلام اور جاہلیت کی جنگ اور بھی شدید ہو گئی اب منافقین کو مالی اور جنگی امداد دی جانے لگی۔ فتنے اور ہنگامے برپا کئے گئے۔ اقتصادی جنگ لڑی گئی۔

اور جب اسلام پورے جزیرہ نمائے عرب میں پھیل گیا۔ اور جاہلیت اس نئی دعوت کا سر نہ کچل سکی تو اب جنگ میں اور بھی سختی اور تندی آگئی۔

ادھر رومی سلطنت اسلام کے خلاف صف آرا ہونے کے لئے تیاریاں کر رہی تھی۔ اور اُدھر ایرانی سلطنت گھات میں بیٹھی ہوئی تھی۔

اور درحقیقت ٹکراؤ ہو بھی گیا۔ جنگ شدید سے شدید تر ہوتی چلی گئی اور اسلام بھی مقدس جنگ کے لیئے میدان میں آگیا۔

—— یہ جنگ اس لئے مقدس تھی کہ یہ اللہ کے راستے میں اور اللہ کا نام بلند کرنے کے لیے لڑی جا رہی تھی ——

لیکن اس شدید ٹکراؤ، اور خوفناک جنگ کے باوجود، ذرا آپ دیکھئے کہ خود اسلامی ریاست میں حکومت کا کیا رنگ تھا؟

حضرت عمرؓ کا دورِ حکومت ہے۔ وہ عمرؓ جن کے دورِ حکومت میں اس وقت کی دو عظیم سلطنتوں سے جنگیں لڑی گئیں جو ہر وقت اسلام کو جڑ و بنیاد سے اکھاڑنے کی فکر میں لگی رہتی تھیں ذرا حضرت عمرؓ کا طرزِ حکومت ملاحظہ فرمائیے:

"حضرت عمرؓ ممبر پر کھڑے ہوئے اور مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمانے لگے: "سنو!

Marfat.com

اطاعت کرو۔" تو حاضرین میں سلمان فارسی کھڑے ہوئے (واضح رہے کہ سلمان عرب نہیں ہیں۔ بلکہ ایرانی نہیں۔) اور کہنے لگے!

"نہ ہم آپ کی کوئی بات سنیں گے اور نہ اطاعت کریں گے۔ جب تک ہمیں یہ نہ معلوم ہو جائے کہ آپ نے ایسا کیوں کیا ہے"؟

اس پر حضرت عمرؓ نہ غصہ ہوئے اور نہ انہوں نے یہ کہا کہ جب میں ایسے دشمنوں سے مقدس جنگ لڑ رہا ہوں۔ جو ہمارے نظام کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ تو کسی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ مجھ سے اس قسم کے سوالات کرے اور میری رائے کے خلاف کرے۔ بلکہ حضرت عمرؓ نے نہایت اطمینان و سکون سے حضرت سلمانؓ کی بات کا جواب دیا اور تمام صورت حال ان کو بتائی تو حضرت سلمانؓ کہنے لگے۔ کہیے۔ کیا کہنا چاہتے ہیں — اب ہم سنیں گے بھی اور اطاعت بھی کریں گے"۔[1]

یہ بھی حضرت عمر ہی تھے کہ جب ایک نماز کے دوران آپ خطبہ دینے لگے تو ایک عورت نے آپ کو ٹوکا کہ اے عمرؓ کیا کرتے ہیں تو حضرت عمرؓ فوراً متنبہ ہو گئے اور کہنے لگے "عمر غلطی پر ہے لیکن یہ عورت ٹھیک کہتی ہے"۔

حضرت عمرؓ مستقبل میں آنے والی نسلوں کا خیال کرتے ہوئے مسلمان فاتحین پر فئے تقسیم نہیں کرنا چاہتے تھے۔ لیکن حضرت بلالؓ — جو عرب نہیں تھے۔ بلکہ ایک حبشی غلام تھے — نے حضرت عمرؓ کی اس رائے کی نہایت سختی سے مخالفت کی اور دیگر مخالفت کرنے والوں کو بھی اپنے ساتھ جمع کر لیا اور اتنی شدید مخالفت کی کہ حضرت عمرؓ کے لئے کوئی چارہ کار نہیں رہا۔ سوائے اس کے کہ وہ

---

[1] مسلمانوں میں کچھ لمبی چادریں تقسیم کی گئی تھیں۔ حضرت عمرؓ کے حصہ میں بھی ایک چادر آئی۔ حضرت عمرؓ چونکہ طویل القامت تھے۔ اس لئے ایک چادر سے آپؓ کا پورا بدن پوشیدہ نہ ہوتا تھا۔ اس لئے آپ نے دو چادریں اوڑھی ہوتی تھیں۔ جس پر حضرت سلمانؓ نے سوال کیا کہ لوگوں کو تو ایک ایک چادر ملی ہے۔ آپ کے پاس دو چادریں کہاں سے آئیں۔ حضرت عمرؓ نے اپنے صاحبزادے عبداللہ بن عمرؓ سے کہا کہ وہ جواب دیں۔ چنانچہ انہوں نے کہا کہ چونکہ میرے باپ طویل القامت ہیں۔ اس لئے میں نے اپنے حصہ کی بھی چادر انہی کو دے دی ہے۔ چنانچہ ایک چادر وہ میری اوڑھے ہوئے ہیں اور ایک وہ اپنے حصہ کی پہنے ہوئے ہیں۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے :

"اے اللہ تو مجھے بلالؓ اور اس کے ساتھیوں کی طرف سے کافی ہو جا"

یہ تھی اللہ کی بتائی ہوئی صراطِ مستقیم اور یہ تھا اس کا وہ عملی نمونہ جو جاہلیت کے طاغوت کے بدنما چہرے سے پردہ ہٹاتا ہے۔

نہ جاہلی کش مکش کوئی مقدس جنگ ہے اور نہ یہ کش مکش آمریت کے وجود کے لئے کوئی دلیل ہے یہ تو سراسر غیر مقدس اور نہایت غیر پاکیزہ جنگ ہے ۔ اس جنگ کا مقصد تو یہ ہے کہ طاغوتوں کا سرچشمہ طاغوت بنا رہے۔!!

سرمایہ داری اور اشتراکیت دونوں ہی آمریتیں ہیں اور ہر وہ نظام جس میں انسان انسان پر حاکم ہو، آمریت کے سوا کچھ بھی نہیں ہو سکتا ۔ اور جب تک لوگ اللہ کی بتائی ہوئی صراطِ مستقیم پر نہیں چلیں گے، طاغوت ان پر ــ اسی طرح مختلف شکلوں میں ــ حکمرانی کرتا رہے گا ۔

سرمایہ داری جب تک حکمران ہے ــ اور جب تک وہ جاہلیت میں رہتے ہوئے اللہ کے نظام کو ٹھکراتی رہے گی ۔ وہ کبھی بھی اپنی حکمرانی سے دست بردار نہیں ہو سکتی اور نہ ہی دوسرے طبقے کو اس بات کی اجازت دے سکتی ہے کہ وہ اس سے اس کی حکمرانی چھین لے ۔ اور نہ ہی وہ اپنے مقابل آنے والے کسی طبقہ کو اس بات کی اجازت دے سکتی ہے کہ وہ آزادی اور جمہوریت کے ساتھ اپنے آپ کو طاقت ور بناتا رہے ۔ بلکہ سرمایہ داری ایسے قوانین بناتی رہے گی جس سے اس کی آمریت مضبوط ہو اور اس کے مفادات کا تحفظ ہو اور یہ سب کچھ اس لئے کہ سرمایہ داری نظام کے قیام کے لئے یہ لازمی اور ضروری ہے ۔!!

سرمایہ داری نظام میں یہ سب کچھ ہونا اس لئے لازم نہیں ہے کہ سرمایہ داری نظام کا خاصہ ہی یہی ہے ــ جیسا کہ "تاریخ کا مادی فلسفہ" کہتا ہے ــ بلکہ یہ اس لئے لازم ہے کہ اللہ کی سنت ہی یہی ہے ۔ کہ اگر لوگ اللہ کے نازل کردہ احکام کو نہیں مانتے تو لازمی ہے کہ طاغوت ان پر حکمرانی کرے ــ سرمایہ داری نظام میں لوگوں نے ابتداء ہی سے اللہ کی اس صراطِ مستقیم پر عمل نہیں کیا ۔ جس نے سود اور اجارہ داری کو حرام کیا ہے ۔ حالانکہ سود اور اجارہ داری سرمایہ داری کی بنیادیں ہیں ــ اللہ کی صراطِ مستقیم نے اس بات کو بھی حرام قرار دے دیا کہ سرمایہ سمٹ کر

Marfat.com

چند ہاتھوں میں آجائے ۔ لیکن جب اللہ کے اس قانون پر لوگوں نے عمل نہیں کیا تو لازمی طور پر طاغوت ان پر حکمران بن بیٹھا اور وہ طاغوت کے غلام ہو گئے ۔!

سرمایہ داری کے طاغوت سے لوگ دو ہی شکلوں میں نجات پا سکتے ہیں یا تو لوگ اللہ کی صراطِ مستقیم کو اپنا لیں اور اس طرح طاغوت ہی ختم ہو جائے ۔ یا کوئی دوسرا طاغوت آئے اور سرمایہ داری پر ایک کاری ضرب لگا کر لوگوں کو اپنا غلام بنا لے ۔ اور جاہلیت جدیدہ میں بھی دوسری شکل رونما ہوئی ۔ کیونکہ یہ بہر حال جاہلیت تھی ۔ اور جاہلیت سے جاہلیت ہی جنم لیتی ہے ۔ چنانچہ نیا طاغوت آیا اور وہ لوگوں کی گردنوں کا مالک بن بیٹھا ۔ جب تک جاہلیت باقی ہے ۔ نیا طاغوت بھی حکمران ہے اور جب تک لوگ اللہ کے نازل کردہ احکام پر عمل نہیں کرتے اس وقت تک نیا طاغوت بھی اپنی پادشاہت سے دستبردار نہیں ہو سکتا اور نہ کسی مقابل آنے والے طبقہ کو اس بات کی اجازت دے سکتا ہے کہ وہ اس سے اس کی حکمرانی چھین لے ۔ نہ کسی کو آزادی اور جمہوریت دے کر یہ موقع فراہم کر سکتا ہے کہ وہ اس کے مفادات کو نقصان پہنچائے ۔ یا طاغوت کے ہاتھوں سے قانون سازی کے اختیارات چھین لے یہ کچھ بھی نہیں ہو سکتا ۔

آمریت سرمایہ داری کی ہو ، یا پرولتاری آمریت ہو یا کوئی اور نام ہو ۔ یہ آسانی سے ٹلنے والی مصیبت نہیں ہے ۔ جاہلی نظام میں لوگوں کو آزادی اور جمہوریت ہرگز ہرگز نصیب نہیں ہو سکتی ۔ خواہ حکمرانی سرمایہ داری کے طاغوت کی ہو ، یا پرولتاری آمریت کے طاغوت کی ۔

○

"تاریخ کے مادی فلسفہ" کی نظر میں بڑی مشکل "انفرادی ملکیت" اور اس کے سیاسی نتائج کی ہے ۔ سرمایہ داری کی آمریت انفرادی ملکیت کو غیر محدود اور ہر شکل میں جائز قرار دیتی ہے ۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ تمام طاقت سرمایہ داروں کے ہاتھوں میں جمع ہو جاتی ہے ۔ نہ صرف جمع ہو جاتی ہے بلکہ بڑھتی ہی چلی جاتی ہے ۔ کیونکہ سود جس پر سرمایہ دارانہ آمریت کی بنیاد قائم ہے ـــــ دولت کو بڑھاتا چلا جاتا ہے ۔ جس کا لازمی نتیجہ اجارہ داری کی شکل میں

Marfat.com

سامنے آتا ہے۔ جیسا کہ اس وقت پوری سرمایہ داری دنیا میں یہی ہے۔ سود اور اجارہ داری سے تمام طاقتیں سمٹ کر چند ہاتھوں میں جمع ہو جاتی ہیں۔ اور یہ چند افراد کی جماعت اچھی طرح جانتی ہے کہ وہ عوام کا خون چوس رہی ہے اور اسے یہ بھی بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ اگر عوام کو پوری پوری آزادی مل جائے تو وہ اسی مختصر سی جماعت کا خاتمہ کر کے اپنے مال، محنت اور خون پسینہ کا بدلہ لے لیں اس لئے سرمایہ داروں کا ٹولہ قانون سازی کے اختیارات اپنے ہاتھ میں لے کر اپنے مفادات کے تحفظ کی فکر کرتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ حکومت کی مشینری پر قبضہ کر کے یا سیاسی پارٹیاں تشکیل کر کے قانون کے تنفیذی اختیارات بھی خود ہی حاصل کر لیتا ہے اور عوام کو کچھ فائدوں کسی قدر معاشرتی انصاف اور چند دلچسپیوں میں الجھا کر اپنی حرکتوں سے غافل کر دیتا ہے۔

سرمایہ داری عوام کو ناچ گانے اور اباحیت پسندی کی خوشیاں اور مسرتیں دلاتی ہے کہ جاؤ جو تمہارا جی چاہے کرو۔ تم آزاد ہو۔ تمہیں کوئی روکنے والا نہیں۔ جس قدر جی چاہو پہنو اور جس قدر جی چاہو برہنگی اختیار کرو۔ اپنے جنسی تعلقات جس طرح استوار کرو۔ کیونکہ تم آزاد ہو۔!!

یہ ہیں وہ ذرائع۔ جن کے سہارے سرمایہ داری کا طاغوت لوگوں پہ حکمرانی کرتا ہے۔

اس کے برعکس اشتراکیت قطعاً انفرادی ملکیت کو ممنوع قرار دیتی ہے۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تمام افراد سے قوت و طاقت سمٹ کر حکمران ٹولے کے ہاتھ میں جمع ہو جاتی ہے۔ کیونکہ جب صورت حال یہ ہو کہ کوئی بھی شخص کسی چیز کا مالک ہی نہ ہو اور کوئی فرد ایک لقمہ بغیر حکومت کی مرضی و منشا کے حاصل نہ کر سکے تو اس کا لازمی نتیجہ یہی ہوگا کہ ہر ہر فرد ایک لقمہ روٹی کے لئے حکومت کے سامنے ذلیل ہو جائے گا اور اس میں حکمران ٹولہ سے مخالفت کی ہمت باقی نہیں رہے گی کیونکہ اگر کوئی ایسا کرے تو وہ بھوکا مر جائے۔

پھر اس سے بھی کوئی بحث نہیں کہ پرولتاری آمر نیک و صالح ہے جیسا کہ اشتراکی اخبارات ہر اس حاکم کو نیک و صالح بتاتے ہیں۔ جو اس وقت حکومت کر رہا ہوتا ہے۔۔۔ یا پرولتاری آمر وحشی قاتل، مجرم اور خائن ہو جیسا کہ اشتراکی صحافت ہر اس آمر کو کہتی ہے۔ جو مر چکا ہو۔ یا جس کے ہاتھ سے حکومت نکل گئی ہو۔ کیونکہ آمریت کسی ایک شخص میں تو پوشیدہ نہیں ہوتی۔ بلکہ آمریت تو اس نظام کی بنیاد اور اساس ہے۔ تمام ملکیتیں حکومت کے قبضہ میں دے کر اور لوگوں پر روزی کے تمام ذرائع

Marfat.com

بند کر کے، ان کو ایک ایک لقمہ کا محتاج بنا دینا آمریت نہیں تو اور کیا ہے ؟

پرولتاری آمریت کہتی ہے کہ اس نے اُن غریبوں کو آزادی دلائی جو دو روٹی کے لئے جاگیرداری یا سرمایہ داری کے غلام بنے ہوئے تھے۔ لیکن جس غلامی اور ذلت سے ان غریبوں کو چھڑایا تھا۔ دوبارہ ان کو اسی غلامی اور اسی ذلت میں جکڑ لیا ـــــ بس اس کے سوا کوئی فرق نہیں کہ مالک بدل گیا ـ غلام اپنی جگہ رہے۔ طاغوت بدل گیا۔ لیکن لوگ بدستور جاہلیت کا شکار رہے۔

اشتراکیت بھی عوام کو اپنے آمرانہ نظام سے غافل رکھنے کے لیے سرمایہ داری کی طرح اشتراکیت بھی عوام کو کچھ مفادات، تھوڑا سا معاشرتی انصاف اور چند خوشیاں دے دیتی ہے۔

وہی ناچ گانے، وہی اباحیت پسندی ـــــ اشتراکیت بھی عوام سے کہتی ہے کہ ـــ

"جو تمہارا جی چاہے کرو۔ اب تم آزاد ہو"

اس طرح عوام کو ان آمریتوں کے زیرِ سایہ بھی کچھ معاشرتی انصاف اور چند خوشیاں نصیب ہو جاتی ہیں۔ جیسے کتوں کے سامنے ہڈی ڈال دی جائے اور عوام کو اس طرح غافل کر کے تاریخ کی شدید ترین طاغوت کی حکمرانی قائم ہو جاتی ہے اور خود حکمران ٹولہ ہر قسم کے فسق و فجور میں مبتلا رہتا ہے۔

سرمایہ داری نظام میں چند گنے چنے لوگوں کو اتنی دولت و طاقت حاصل ہو جاتی ہے اور ان کی زندگیوں میں اتنا تعیش اور چمک دمک آجاتی ہے کہ آنکھیں خیرہ ہو کر رہ جاتی ہیں۔

اور اشتراکیت میں حکمران ٹولہ اور اشتراکی پارٹی کے لیڈر دنیا کی ساری لذتیں خود ہی سمیٹ لیتے ہیں ـ اور غربت و افلاس میں مجبور عوام میں مساوات کے ساتھ تقسیم کر دیتے ہیں۔

یہ سب کچھ کرنے کے بعد دونوں آمریتوں کے تمام نشر و اشاعت کے ذرائع یہ بتانے پر لگ جاتے ہیں کہ عوام کو کیا کیا سہولتیں مہیا کی گئی ہیں ـــــ اور حکمران ٹولے کے تمام جرائم پر پردہ ڈالا جاتا ہے اور ان کے اس جرم پر بھی پردہ ڈال دیا جاتا ہے کہ انہوں نے انسانوں کو جانور بنا کر حقوقِ انسانیت سے بھی کر محروم کر دیا !!

اور تاریخ کی جاہلی تعبیر میں یہ سب کارنامے انقلاب و ترقی قرار دے دیئے جاتے ہیں۔

Marfat.com

"اجتماعیات کا بگاڑ"

فرد اور معاشرے کا درمیانی تعلق آج کے علم اجتماعیات کا اہم موضوع ہے۔

کیونکہ جاہلیت جدیدہ میں سیاست اور معاشیات بگاڑ کا شکار ہو چکے ہیں۔ اس لئے فرد اور معاشرے کے درمیانی تعلق میں بھی اختلال آگیا۔ اور اجتماعیات کے اصولوں کی واقعاتی دنیا پر تطبیق بھی بگاڑ سے ہمکنار ہو چکی ہے۔ کیونکہ سیاست، معاشیات اور اجتماعیات آپس میں ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔

ہم پہلے دیکھ چکے ہیں کہ سیاست اور معاشیات کس طرح ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ اب ہم دیکھیں گے کہ زندگی کے یہ دونوں پہلو اقتصادیات سے کس طرح مربوط ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس ارتباط کی بنیاد وہ نہیں ہے جو جاہلیت جدیدہ کے سامنے ہے کہ معاشیات ایک طرف معاشرے کی صورت متعین کرتی ہے اور دوسری جانب سیاست کی شکل مقرر کرتی ہے بلکہ اس ارتباط کی بنیاد یہ ہے کہ یہ سارے پہلو انسانی وجود کے مظاہر ہیں اور یہ ساری شاخیں ایک ہی اصل سے پھوٹتی ہیں اور وہ اصل خود "انسان" ہے۔

○

ہم پہلے اشارہ کر چکے ہیں کہ جاہلیت جدیدہ فرد اور معاشرے کے درمیانی تعلق کے بارے میں بگاڑ کا شکار ہے اور اس بگاڑ کی بنیاد یہ ہے کہ جاہلیت جدیدہ کا نفس انسانی کے بارے میں تصور غلط ہے۔ کیونکہ اللہ کی بتائی ہوئی صراط مستقیم سے بھٹک کر جاہلیت

اعتدال اور توازن کھو بیٹھی ہے — اب جاہلی تصوّر میں فرد اور معاشرہ کو علیٰحدہ علیٰحدہ رکھ کر غور کیا جاتا ہے۔

چنانچہ وہ معاشرہ جو فرد کی اہمیت کو سامنے رکھ کر وجود میں آیا ہے۔ اس معاشرہ کا خاصہ یہ ہے کہ وہ فرد کی اہمیت میں مبالغہ سے کام لیتا ہے اور فرد کی ذات کو حد درجہ مقدس بنا دیتا ہے فرد جو جی چاہے کرے۔ جس قدر چاہے اور جس طرح چاہے ملکیت پیدا کرے جو جی چاہے اپنے عقائد اور افکار رکھے اور جس قسم کے اخلاق اور روایات جی چاہے اپنا لے۔ غرض فرد جو جی چاہے کرے معاشرہ اس کے ہاتھ نہیں پکڑ سکتا۔ معاشرہ فرد کو یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ صحیح ہے — یا غلط! کیونکہ معاشرہ کو کیا حق ہے کہ وہ فرد کے معاملے میں مداخلت کرے۔

فرد تو ایک دیوتا 'اور الٰہ' ہے اور ہر دیوتا جو من بھائے وہ کرتا ہے اور شخصی آزادی ان تمام دیوتاؤں کا حق ہے!!

اس کے برعکس جو نظام معاشرے کی اہمیت کو مدّ نظر رکھتے ہُوئے تشکیل پاتا ہے۔ وہ معاشرے کو مبالغہ کی حد تک مقدس بنا دیتا ہے اور فرد میں کوئی خوبی باقی نہیں رہتی نہ فرد کسی شئے کا مالک ہے۔ نہ وہ اپنے افکار، عقائد، اخلاق اور روایات خود وضع کر سکتا ہے۔ فرد معاشرے پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتا اور نہ یہ کہہ سکتا ہے کہ فلاں بات صحیح ہے اور فلاں غلط ہے۔ فرد کون ہوتا ہے معاشرے کے بارے میں گفتگو کرنے والا۔

ن نظام میں معاشرہ ہی 'الٰہ' ہے، جو اس کا جی چاہے کرے۔ فرد تو معاشرے کے اقتدار کے سامنے ایک عاجز غلام ہے!

○

باطل پرستوں کے خیال میں یہ دونوں ہی نظام علمی اور سائنٹیفک بنیادوں پر قائم ہیں۔ اس خیال کے غلط ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ یہ دونوں نظام ایک دوسرے کے مقابل اور ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ ان دونوں میں اتحاد و یگانگت کا کوئی پہلو نہیں ہے۔

Marfat.com

تو دونوں ایک ساتھ کس طرح درست ہو سکتے ہیں۔ یا تو ان میں ایک غلط ہے۔ یا دونوں ہی غلط ہیں ۔ اور حقیقت یہ ہے کہ دونوں ہی غلط ہیں ۔

"فرد کی تقدیس" کی کہانی یورپ کی نشاۃ ثانیہ کے بعد کی ترقی سے شروع ہوتی ہے ۔ قرون وسطیٰ کی جاہلیت میں یورپ کے لوگ ظلم وستم کی چکی میں پس رہے تھے ۔ ایک طرف تو عوام کے کاندھوں پر کلیسا اور مذہبی لوگوں کے اقتدار کا بوجھ تھا۔ کیونکہ اس وقت انسان اللہ سے بلاواسطہ تعلق قائم نہیں کر سکتا تھا۔ بلکہ ضروری تھا کہ کاہن اور قسیس کا واسطہ درمیان میں ہو۔ بغیر کاہن اور قسیس کے واسطے کسی کی مغفرت نہ ہو سکتی تھی۔ اگر کوئی شخص خدا کے سامنے اپنے گناہوں کا اقرار کرنا چاہے۔ تو اس کی بھی صورت یہی تھی کہ کاہن کے سامنے اپنے گناہوں کا اقرار کرے۔ غرض ایسی کوئی صورت نہ تھی کہ انسان اپنی انفرادی حیثیت میں بغیر کسی واسطہ کے اللہ سے رابطہ قائم کر سکے ۔

دوسری طرف امراء اور لارڈز کا اقتدار عوام کو کچلے دے رہا تھا۔ معاشرے میں سارا وزن اور اہمیت امراء کو حاصل تھی اور ان کا سارا دباؤ عوام ہی پر تھا۔ وہ عوام جن کے کوئی حقوق نہ تھے ہاں ان پر اَن گنت ذمہ داریاں تھیں۔

اس معاشرے میں فرد کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ نہ وہ کسی چیز کا مالک تھا۔ بلکہ ہر شئے کا تن تنہا مالک جاگیردار تھا۔ فرد کسی بھی معاملہ میں بذات خود دخیل نہیں تھا اور نہ ہی فرد کا حکومت سے کوئی تعلق تھا۔ اس کا تو مالک جاگیردار تھا۔ اگر وہ چاہتا تو اس کا وجود تسلیم کر لیا جاتا۔ ورنہ اس کا وجود اور عدم وجود برابر تھا۔ بس جس طرح کاہن اور قسیس فرد کے اور خدا کے درمیان حائل تھے۔ اسی طرح جاگیردار فرد اور حکومت کے درمیان نقطۂ اتصال تھا ۔

رہ گئے۔ سیاسی حقوق تو اس کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ بلکہ عوام کے لئے تو زندگی اور زندگی میں انصاف کی بھی کوئی ضمانت نہ تھی ۔

سب سے بڑھ کر یہ کہ جاگیرداری نظام بذات خود (اپنی اس جاہلی شکل میں جس میں وہ یورپ میں تھا) جاگیردار کے علاوہ کسی اور فرد کی شخصیت پر کوئی توجہ نہیں دیتا ۔

بلکہ اس کی ساری توجہ کا مرکز وہ معاشرہ تھا۔ جس میں فرد کا کوئی مستقل وجود نہیں تھا ۔

Marfat.com

جس کا نظام بہت کم قابل تغیر تھا۔ دیہاتی زندگی ایک جگہ ٹھہری ہوئی اور جامد سی زندگی تھی۔ ایک فرد آتا ہے اور ایک جاتا ہے۔ نہ آنے والے کی کوئی اہمیت اور نہ جانے والے کا کوئی افسوس ایسے ماحول میں فرد اپنے وجود کا کس طرح احساس کر سکتا ہے۔ بس وہ توریت و روایت کے بندھن میں جکڑا چلا آتا تھا۔ ان ریت و روایات پر بھی اس کا ایمان نہیں تھا کہ اس طرح اس کی شخصیت ممتاز ہوتی۔ بلکہ مجبوراً روایات کے ساتھ گھسٹ رہا تھا۔ جیسے کولہو کا بیل اپنے ہی گرد چکر لگا رہا ہو۔

جب یورپ کا صلیبی جنگوں اور مغرب اور اندلس کی درس گاہوں میں مسلمانوں سے واسطہ پڑا۔ تو یورپ کے مردہ جسم میں زندگی کی ایک لہر دوڑ گئی اور عوام کو موقع مل گیا کہ وہ اپنے کاندھوں سے بوجھ اتار پھینکیں اور سب سے پہلے انہوں نے کلیسا کا بوجھ اتار پھینکا۔

کلیسا اور کلیسا کے جبری نظام سے چھٹکارا پا کر لوگ "نیچر پرستی" کی طرف لپکے۔ تاکہ خدا کا رشتہ بغیر واسطے کے قائم ہو جائے۔

یہاں ہم کچھ تاریخی واقعات کا تذکرہ کریں گے ـــ اس لئے نہیں کہ ان تاریخی واقعات کی کوئی صفائی پیش کریں۔ کیونکہ کلیسا کے "الٰہ" کو چھوڑ کر طبیعت کو خدا بنا لینا ایسی بڑی حماقت ہے کہ نہ اس کی کوئی علمی صفائی پیش کی جا سکتی ہے اور نہ منطقی! بس ایک بے دلیل منحرفانہ راہِ فرار تھی اور کچھ نہ تھا۔ حالانکہ لوگوں کو چاہیئے تھا کہ کلیسا کے اقتدار سے نکل کر نئے خدا تراشنے کی بجائے اللہ کی صحیح عبادت کی طرف لوٹ آتے۔

جب عوام کلیسا کے اقتدار سے چھٹکارا پا چکے تو انہوں نے جاگیرداری اور امراء کا بوجھ بھی اپنے کاندھوں سے اتار ڈالا اور فرانسیسی انقلاب ملکیت زمین اور جاگیرداری کے خاتمہ کا پیش خیمہ بن گیا۔

کلیسا اور جاگیرداری سے نجات پا کر فرد کو اپنی شخصیت کا احساس تو ہوا۔ لیکن اس خدا ناشناس جاہلیت میں فرد سے یہ کیسے توقع کی جا سکتی تھی کہ وہ اپنے وجود کا احساس اللہ کی ہدایت کے مطابق کرے۔

Marfat.com

اس نے یہ کوشش نہیں کی کہ کاہن اور قسیس کے واسطہ کے بغیر براہ راست اللہ کی طرف متوجہ ہو۔ بلکہ کلیسا اور کلیسا کے خدا دونوں ہی سے متنفر ہو گیا۔

اس نے یہ کوشش نہیں کی کہ معاشرے کی ساری روایتوں کو چھان پھٹک کر قیمتی اور بہتر روایات کو اپنا لیتا اور اس طرح اس کی ایک ممتاز شخصیت وجود میں آتی بلکہ اس نے تمام روایات اور تمام مجموعۂ اخلاق کو نکما اور بیکار سمجھ کر پھینک دیا۔

فرد نے اپنی اس مجنونانہ روش میں تعقل پسندی کا ثبوت نہیں دیا۔ بلکہ اپنا ذہن ہلکا کرنے کے لئے جو شئے بھی سامنے آئی اسے اٹھا کر پھینک دیا۔

صنعتی انقلاب نے پرانی بنیادوں کو ڈھا کر نئی سوسائٹی کی تشکیل کی اور انسان کی فردیت کو اہم ترین مقام دے دیا۔

مزدور دیہاتوں سے ایک ایک کر کے آتے تھے۔ ان میں آپس میں کوئی تعارف نہ ہوتا تھا۔ پھر شہر میں آکر اسی طرح علیحدہ علیحدہ رہتے۔ صرف کارخانوں میں ایک دوسرے سے ملتے تھے اس لئے ان میں وہ تعلقات تو ہو نہیں سکتے۔ جو دیہات میں کسانوں میں ہوتے ہیں۔ دیہات میں تو لوگ ایک دوسرے کو جانتے پہچانتے ہیں۔ رشتہ داریاں بھی ہوتی ہیں۔ پاس پڑوس کا بھی خیال ہوتا ہے اور ہمیشہ کا میل جول ہوتا ہے اور ربت روایتوں کے ایک ہونے کی بناء پر جب وہ آپس میں ملتے ہیں تو ایک دوسرے کے افکار و مشاعر سے واقف ہوتے ہیں۔

غرض دیہاتوں سے شہروں میں آنے والے مزدور تنہا ہوتے تھے۔ وہ جب تک شہر کے ماحول سے مانوس نہ ہو جاتے اپنے اہل و عیال کو بھی نہ لاتے بلکہ زیادہ تر تو غیر شادی شدہ آزاد نوجوان ہوا کرتے تھے۔

اس طرح شہر میں آنے والوں پر اجتماعی بندھن سے زیادہ انفرادیت کا احساس چھایا ہوا ہوتا تھا۔

Marfat.com

پھر عورت بھی میدان عمل میں آئی اور اسے بھی اپنی فردیت کا احساس ہُوا۔ جب کہ پہلے عورت کا کوئی مستقل وجود ہی نہ تھا۔ بلکہ عورت تو مرد کے تابع تھی۔ جس طرح مرد زندگی گذارتا تھا، اسی طرح عورت بھی گذارتی تھی، اقتصادی، اجتماعی، نفسی، فکری، غرض زندگی کا کوئی بھی معاملہ ہو۔ اس میں عورت کی اپنی کوئی فکر نہ تھی۔ عورت کی فکر وہ ہی ہوتی تھی۔ جو اس کے باپ کی، بھائی کی اور شوہر کی ہوتی۔ اس کو معاشرے کی کوئی فکر نہ تھی اگر کچھ سوچتی تو وہ بھی شوہر کے اندازِ فکر کے مطابق جو اس کے پاس تمام اشیا تیار شدہ لاتا اور ان کی تیاری میں عورت کا کوئی حصّہ نہ ہوتا۔ پھر عورت نہ کسی چیز کی مالک ہوتی تھی اور نہ کسی چیز میں بذاتِ خود کوئی تصرف کر سکتی تھی۔ مرد ہی ہر شئے کا مالک ہوتا۔ وہ ہی جو چاہتا سو کرتا۔ عورت کی زندگی تو روایات کے زیرِ سایہ گذرتی تھی اور روایات کی گرفت بھی مرد سے زیادہ عورت ہی پر ہوتی اور مرد بالکل آزاد ہوتا۔ عورت بے سوچے سمجھے معاشرتی روایات پر چلتی رہتی اور اپنے مقصد کا لکھا سمجھ کر جیسے تیسے زندگی گذارتی رہتی۔

لیکن جب عورت نے کام شروع کیا تو ایک انقلاب برپا ہو گیا۔

اب عورت کے ہاتھ میں پیسہ تھا۔ جس کو وہ جس طرح چاہتی خرچ کرتی۔ اب معاشرہ میں کارخانے میں، بازار میں راستے میں ہر جگہ وہ اپنے معاملات کی خود مختار تھی۔

اب اس نے مرد سے اپنے معاملات کی ابتدا کی۔ کیونکہ اب اگر وہ مرد کی ہمسر نہیں تھی۔ تو اس کی تابع محض بھی نہ رہی تھی۔ بلکہ اب تو اس کی کوشش یہ تھی کہ مرد سے ٹکر لے اور اقتدار میں اپنا حصّہ لگائے۔

اس طرح عورت کی وہ فردیت اُبھر آئی جس کا پہلے کوئی وجود نہیں تھا۔

عورت کے ساتھ ساتھ بچے بھی میدان عمل میں آ گئے۔ اور عمل کی رزمگاہ اور اپنی کمائی ہوئی پونجی سے بچوں میں فردیت نمایاں ہوتی چلی گئی۔

غرض اب عوام افراد تھے اور ان کی فردیت ممتاز تھی۔

Marfat.com

'فردیت' اپنے دامن میں ایک خطرناک بگاڑ کو لیئے ہُوئے آئی۔

اگرچہ فردیت بذاتِ خود کوئی بگاڑ نہیں ہے۔ کیونکہ فردیت تو انسانی تشخص کا لازمہ ہے۔ لیکن فردیت میں بگاڑ اس لیئے پیدا ہو گیا کہ وہ اللہ کے راستے سے بھٹکی ہوئی جاہلیت میں پیدا ہوئی اور اس لئے کہ جاگیرداری میں صدیوں تک فرد کے عدم وجود کے سخت اور غیر متوازن ردِ عمل کے طور پر وجود میں آئی تھی۔

عوام نے فردیت غیر مستقیم راستے سے حاصل کی۔ صحیح راستہ یہ تھا کہ ایک متوازن فردیت بھی ہوتی اور اس کے ساتھ ساتھ حقوق اور ذمہ داریوں کا احساس بھی ہوتا۔

شہر کے یہ نئے باشی رفتہ رفتہ، دین اخلاق اور روایات کے بندھن سے آزاد ہوتے گئے۔ کیونکہ وہ گاؤں کی سخت اور پابند زندگی سے نکل کر شہر کی آزاد اور سہل زندگی میں داخل ہو چکے تھے اور مذہب کے بندھن بھی آہستہ آہستہ کھلتے جا رہے تھے۔ اس کے علاوہ ڈارون کی حیوانی تعبیر اور فرائڈ کے جنسی مسلک نے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی۔ پھر دیہات سے جو نوجوان آتے تھے انہیں کوئی خاندانی بندش بھی گناہ سے بچانے والی نہ تھی۔ چنانچہ شہر کی بدکاریوں میں وہ اپنی جوانی کے مسائل کا سستا حل تلاش کرتے تھے۔

عورت جو رفتہ رفتہ اپنی فردیت سے روشناس ہو رہی تھی وہ اب اس حالت سے نکل رہی تھی جس میں اس کے ذاتی تشخص کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ جب اسے اپنی ذات کا احساس ہُوا تو وہ ہر بندش ختم کرنے پر آمادہ ہو گئی اور ساتھ ہی مذہب، اخلاق اور روایات سے بھی برسرِ پیکار ہو گئی۔ کیونکہ انہی ہتھیاروں کو مرد نے جنگِ آزادی میں اس کے خلاف استعمال کیا تھا۔ تاکہ عورت اس کے مدِ مقابل نہ آ سکے۔ حالانکہ خود مرد ہر قسم کی مذہبی، اخلاقی اور روایاتی بندشوں سے آزاد تھا۔

پھر جب مرد نے عورت کی کفالت سے ہاتھ اُٹھا لیا اور عورت کو میدانِ عمل میں آنا پڑا۔ تو اس نے محسوس کیا کہ اس کا اخلاق اس کے کام میں رکاوٹیں پیدا کر رہا ہے۔ کیونکہ حیوانی سرشت والا جاہل انسان، جس کے ساتھ اسے مزدوری کرنا تھی۔ وہ اسے اس وقت تک مزدوری نہیں کرنے دیگا

Marfat.com

جب تک وہ اس کی حیوانی جذبات کے سکون کا سامان نہ کرے۔ پھر عورت مساوات بھی چاہتی تھی۔ اس کا مطالبۂ مساوات جہاں اُجرت کے معاملے میں تھا۔ وہاں وہ بے راہ روی، اباحیت پسندی اور اخلاقی بندشوں سے آزادی میں بھی مساوات کی طالب تھی۔

ان تمام اسباب کے پس پردہ مکار یہودی بھی غیر یہودی کا اخلاق تباہ کرنے میں لگا ہوا تھا مارکس، فرائڈ اور ڈرکایم نصیحت کر رہے تھے کہ

"اخلاق ایک بے معنی قید ہے۔ انسانی وجود سراپا جنس ہے اور جنسی اختلاط ہی صحیح راہِ عمل ہے ....." [1]

سارا معاشرہ تباہ کن جلت پسندی کا شکار ہو گیا۔ معاشرتی بندھن ٹوٹ گئے، خاندانی روابط منقطع ہو گئے بلکہ خود جنس پرستی میں بھی کوئی رابطہ اور تعلق باقی نہ رہا۔ اگر اخلاق سے صرف نظر بھی کر لیا جائے تو بھی عورت مرد کے طویل مدت کے میلانات و عواطف اور مشترکہ شعور جنس کے لیئے رابطہ کا کام دیتا ہے — اب یہ رشتہ بھی باقی نہ رہا۔ اب تو انسان صرف ایک شہوت پرست جسم تھا۔ جب اس کی شہوانی خواہشات پوری ہو جاتیں جنسی رابطہ ٹوٹ جاتا اور جب شہوانی خواہشات دوبارہ بیدار ہوتیں۔ جنسی رابطہ پھر سے استوار ہو جاتا۔ اخلاق سے قطع نظر کر کے بھی میلانات اور احساسات کو پرانی سڑی گلی رومانوی اصطلاحیں خیال کر لیا گیا۔ جن کا واقعاتی دنیا سے کوئی تعلق نہیں تھا واقعتہً جو کچھ تھا۔ سو وہ یہ تھا کہ انسان حیوان تھا اور اس کے ساتھ شہوت پرست جسم تھا۔ بالکل ڈارون فرائڈ اور اس کے متبعین کی تعلیمات کے مطابق!

عورت مرد دونوں ہی کا انسانی تشخص ختم ہو گیا۔ اب وہ مرد و زن نہیں رہے۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا تھا۔

مرد تو سارے اجتماعی، خاندانی اور جنسی رابطے ٹوٹنے کے بعد انسان کے بجائے مشین کا ایک پرزہ بن کر رہ گیا۔ اب اس میں فکر اور احساس کا شائبہ تک نہ تھا۔ اب اس مشینی انسان کے سامنے نہ تو زندگی کا کوئی مقصد باقی رہ گیا تھا اور نہ ہی اسے اپنی انسانیت کا کوئی احساس باقی رہا تھا۔ جب یہ انسان اپنے زندہ تشخص کو کچلنے والی اور شمع روح کو بجھانے والی مادی پیداوار

[1] "انسانی زندگی میں جمود و انقلاب"۔

سے فارغ ہوتا تو وہ اپنے حیوانی جذبات کی تکمیل میں لگ جاتا۔ اب اس کی زندگی کے دو مقاصد تھے مشینی پیداوار اور حیوانی آزادی!

رہ گئی عورت تو بگاڑ اس کی اندرونی فطرت تک سرایت کر گیا۔

مصر کے روزنامہ "الاہرام" میں ڈاکٹر بنت شاطیٰ اپنے مضمون "تیسری جنس ظاہر ہونے والی ہے" میں لکھتی ہیں:

میں ایک ہفتہ تک لائبریری میں پرانی عربی کتابوں کا مطالعہ کرتی رہی۔ اس محنت طلب مطالعہ کے بعد میں نے اتوار کے روز اپنی ایک دوست سے ملاقات کا ارادہ کیا۔ میری یہ دوست "فینا" کے نواحی علاقے میں خاتون ڈاکٹر ہے۔ میرا خیال تھا کہ اتوار ملاقات کے لیے مناسب دن ہے لیکن میرے تعجب کی کوئی انتہا نہ رہی جب میری دوست نے میرے لیے دروازہ کھولا تو اس کے ہاتھ میں آلو تھا اور وہ آلو چھیل رہی تھی۔ وہ مجھے باورچی خانہ میں لے گئی اور ہم وہاں بیٹھ گئے۔

میری دوست نے میرے تعجب کو بھانپتے ہوئے کہا۔

"غالباً تمہیں اس بات پر تعجب ہو رہا ہے کہ ایک خاتون ڈاکٹر اتوار کے دن باورچی خانہ میں گھسی ہوئی ہے"

میں نے ہنستے ہوئے کہا

"خیر اتوار کے دن مصروف ہونا تو سمجھ میں آسکتا ہے۔ لیکن تعجب اس بات پر ہے کہ تم اپنے محنت طلب پیشہ کے باوجود بھی باورچی خانہ میں گھسی ہوئی ہو"

اس نے کہا "اگر تم اس بات کو الٹ لیتیں تو شاید کچھ صحیح بات ہوتی کیونکہ ہمارے یہاں قابلِ تعجب اتوار کو کام کرنا ہے۔ لیکن کیا کیا جائے۔ مجھے اتوار ہی کو فرصت ملتی ہے۔ رہ گیا باورچی خانہ کا کام تو یہ تو حقیقت میں اس بے چینی کا علاج ہے۔ جس کا میں اور مجھ جیسی دوسری فنی خدمات کرنے والی خواتین شکار ہیں"

میں نے سوال کیا "آخر اس بے چینی کی وجہ — حالانکہ اجتماعی زندگی بالکل مغربی عورت کے مزاج کے مطابق ہے"

کہنے لگیں "اس بے چینی کا جدید مشرقی عورت کی نئی ذمہ داریوں سے کوئی تعلق نہیں ہے

Marfat.com

بلکہ یہ تو آنے والے انقلاب کی صدائے بازگشت ہے۔ ماہرین اجتماعیات، فزیالوجی اور بیالوجی کہتے ہیں کہ عورت کے تشخص میں تبدیلی پیدا ہو رہی ہے۔ کیونکہ اعداد و شمار بتا رہے ہیں کہ گھر سے باہر کی زندگی میں حصہ لینے والی عورتوں کے یہاں پیدائش کم ہوتی جا رہی ہے۔ پہلے پہل تو یہ خیال کیا گیا کہ کہ بیرونی زندگی گذارنے والی عورتیں، حمل، ولادت اور دودھ پلانے کے چکروں میں نہیں پڑنا چاہتیں کیونکہ اس طرح ان کی عملی زندگی متاثر ہوتی ہے۔ لیکن جب زیادہ غور و فکر سے اعداد و شمار کا جائزہ لیا گیا۔ تو معلوم ہُوا کہ پیدائش کی کمی میں عورتوں کا کوئی دخل نہیں ہے۔ بلکہ پیدائش کی کمی بانجھ پن کی وجہ سے ہے اور یہ بانجھ پن عورت کے ظاہری اعضا کی خرابی کی بناء پر رونما نہیں ہُوا۔ بلکہ درحقیقت گھر سے باہر کام میں مصروف رہنے والی عورت کا تشخص ماں بننے کی صلاحیت ترک کر رہا ہے۔ اور مادی، ذہنی اور اعصابی لحاظ سے وہ اپنے مادری تشخص سے کٹ گئی ہے اور مرد کے ساتھ مشابہت کی کوشش، اور اس کے ساتھ میدان عمل میں شرکت نے بھی عورت کے ماں بننے کی صلاحیتوں کو متاثر کیا ہے۔

علماء حیاتیات مندرجہ بالا بات کی صحت کے لئے مشہور طبعی قانون کا حوالہ دیتے ہیں کہ "عمل اعضا کی تخلیق کرتا ہے"۔ اس کا مطلب یہ ہُوا۔ کہ عورت کا مادری عمل، جو مؤنث کی خاصیت کے طور پر حوا میں پیدا کیا گیا تھا۔ وہ عورت کے مادری عمل سے کٹ جانے اور مردوں کی دنیا میں گھس جانے کی بناء پر لازمی طور پر رفتہ رفتہ ختم ہو جائے گا۔

علماء نے مزید غور و فکر کیا تو تجربات انہیں اس سے بھی آگے لے گئے۔ اب علماء بڑے اطمینان سے یہ بات کہہ رہے ہیں کہ ایک تیسری جنس ظہور پذیر ہونے والی ہے۔ جس میں صنف نازک کے وہ چند خصائص باقی رہ جائیں گے جو طویل ممارست کی بناء پر عورت کے تشخص میں راسخ ہو چکے ہیں۔

اس رائے پر کافی کچھ اعتراضات کیئے گئے، پہلا اعتراض یہ ہے کہ بہت سی گھر سے باہر زندگی گذارنے والی عورتیں، بانجھ پن کو ناپسند کرتی ہیں اور اولاد کی خواہش مند ہوتی ہیں۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ ماں بننے والی عورت کو کام میں سہولت دی جاتی ہے اور قانونی طور پر عورت کو اجازت ہوتی ہے کہ وہ اپنے فطری فرائض سے عہدہ برآ ہو جائے۔ تیسرا اعتراض یہ ہے کہ عورت کو اپنی مخصوص دنیا سے نکلے ہوئے، چند نسلیں نہیں گزریں، جب کہ عورت میں ماں بننے کی

صلاحیتیں ہزاروں سالوں سے موجود ہیں۔

پہلے اعتراض کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اولاد کی خواہش مند عورت کو بچہ پیدا ہونے کی مشقتوں کا بھی ڈھڑکا لگا رہتا ہے اور ساتھ ہی یہ خوف بھی ہوتا ہے کہ بچے کی پیدائش و پرورش اس کے کام میں رکاوٹ بنے گی۔

دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ عورت کو بچے کی پیدائش و پرورش کی اجازت قانون کے شکنجے میں کسی ہوئی ہوتی ہے۔ اور اکثر اصحاب عمل ایسی خواتین کا انتخاب کرتے ہیں۔ جن کے پیدائش کا جھگڑا قصہ نہ ہو۔

تیسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ باوجود یکہ عورت کے گھر سے باہر نکلنے کا زمانہ کم ہے۔ لیکن عورت نے چونکہ مرد کی ساتھ مساوات اور مشابہت اختیار کرنے میں حد درجہ دلچسپی کا مظاہرہ کیا اور یہ فکر عورت کے اعصاب پر سوار اور اس کے ضمیر میں راسخ ہو گئی۔ اس لیئے حیاتیاتی تبدیلیاں بھی جلد ظہور پذیر ہو گئیں۔

اب اس موضوع کا بطور خاص مطالعہ کرنے والے صنف نازک میں پیدا ہونے والی تبدیلیوں کا گہرا جائزہ لے رہے ہیں اور اس بارے میں اعداد و شمار کا مطالعہ کیا جا رہا ہے کہ کام کرنے والی عورتوں میں بانجھ پن، سینہ میں دودھ خشک ہونے اور ماں بننے کی صلاحیتوں کے فقدان کے کیا اسباب ہیں:

رہ گئے بچے جنہوں نے حلت پسندی کے اس طوفان میں اپنی "فردیت" کا احساس کیا تو ان کا احساس بھی انحراف سے خالی نہ رہا۔

مرد اور عورت تو کارخانے اور تجارت میں لگ گئے۔ پھر اس پراگندہ خاندانوں میں بچوں کے لئے عطف و وجدان کا کون سا ربط باقی رہ گیا تھا۔ جو ان کے دلوں میں پیار و محبت کا بیج بو سکتا۔

یہ خاندانی ربط اور پیار و محبت کا رشتہ ہی تو ہے۔ جو بچوں کی اس طرح نشو و نما کرتا ہے کہ ان کی فکر میں توازن اور ان کے شعور میں اعتدال پیدا ہو جاتا ہے۔ ان میں جنسی آداب ہوتے ہیں۔ ان میں اُس تعلق کا احترام ہوتا ہے جو افزائش نسل کا ذریعہ ہے۔ جنس صرف شہوت رانی کا

Marfat.com

نام نہیں رہتا۔ بلکہ انسانیت کے مقام کے مطابق تعلقات استوار ہوتے ہیں۔

خاندان سے ماں کا رشتہ ٹوٹا تو گویا دجدان کا رشتہ منقطع ہو گیا اور جب رشتہ منقطع ہو جائے تو بس گھر ایک ہوٹل ہے۔ جس میں مرد اور عورت ٹھہرے رہتے ہیں اور ظاہری طور پر اپنے ماں باپ ہونے کے فرائض انجام دیتے رہتے ہیں۔ جیسے کوئی ملازم اپنی ڈیوٹی انجام دے رہا ہو۔

اب بچے خواہ ایک پراگندہ خاندان میں نوکروں کے ہاتھوں میں پرورش پائیں، یا پرورش گاہوں میں اپنے جیسے ماں باپ سے بچھڑے ہوئے بچوں کے ساتھ نشوونما حاصل کریں۔ بہرکیف وہ بگاڑ کا شکار ہو ہی گئے۔

الکسیس کارل کہتا ہے:

"دورِ جدید کے معاشرے نے عورتوں کی تربیت اسکولوں کے سپرد کر کے ایک بڑی غلطی کی ہے۔ اب حال یہ ہے کہ مائیں اپنے بچوں کو پرورش گاہوں میں چھوڑ دیتی ہیں اور خود یا تو اپنے کاموں پر نکل جاتی ہیں۔ یا اجتماعی دلچسپیوں میں لگ جاتی ہیں، ادبی اور فنی ذوق کی تسکین میں مشغول ہو جاتی ہیں، برج کھیلتی ہیں اور سینما جاتی ہیں۔ غرض اس طرح تفریحات میں رہتی ہیں۔ یہ خاندان کی وحدت پارہ پارہ کرنے، اور مل بیٹھنے کے ان مواقع کو کھو دینے (جن میں بچہ بڑوں سے بہت کچھ سیکھتا ہے) کے بارے میں جواب دہ ہیں۔

کتے کا بچہ اگر اپنے ہم عمر پلوں کے ساتھ ایک گھر میں بند کر دیا جائے تو اس کی نشوونما اتنی تیز نہیں ہو سکتی۔ جتنی اس پلے کی ہوتی ہے۔ جو اپنے ماں باپ کے ساتھ آزاد پھرتا ہے۔ یہی فرق ہے ان بچوں میں جو اپنے ہم عمروں میں گھرے رہتے ہیں اور ان بچوں میں جو بڑوں کے ساتھ رہتے ہیں۔ کیونکہ بچہ فزیالوجی، عقلی اور جذباتی لحاظ سے وہی کچھ سیکھتا ہے جو اس کے گرد و پیش میں ہوتا ہے اور اپنے ہم عمر بچوں سے بہت کم سیکھتا ہے۔ خصوصاً جب کہ مدرسہ میں تنہائی ہو تو بچہ نامکمل رہ جائے گا

Marfat.com

اور ایک فرد کے مکمل قوت حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اسے کچھ تنہائی بھی ملے اور خاندان میں مل بیٹھنے کا بھی اتفاق ہوتا رہے۔"[1]

امریکی فلسفی ول ڈیورانٹ کہتا ہے۔

"کیونکہ عورت مرد کی شادی موجودہ دور میں صحیح معنی میں شادی نہیں ہے، اور بجائے باپ ماں کا رشتہ ہونے کے ایک جنسی تعلق ہے۔ اس طرح تمام زندگی ساز بنیادیں ٹوٹ جاتی ہیں اور ازدواجی رشتہ کمزور ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس کا زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اور میاں بیوی اس طرح تن تنہا رہ جاتے ہیں۔ جیسے ان میں آپس میں کوئی رشتہ ہی نہ ہو۔"[2]

اس تمام عرصہ میں نیا پیدا ہونے والا "بورژوا طبقہ" فرد کو مزید آزادی دلانے کی فکر میں رہا۔ پہلے تمام تر اقتدار جاگیرداروں کے پاس تھا۔ وہ جس طرح چاہتے تھے عوام کا خون چوستے تھے کلیسائی نظام بھی جاگیرداروں کا حامی تھا۔ کیونکہ خود کلیسا کے مفادات اسی سے وابستہ تھے اور کلیسا چاہتا تھا کہ عوام اس کے روحانی اقتدار کے سامنے جھکے رہیں تاکہ پادری اور مذہبی لوگ اپنی حاکمیت منوا سکیں اور آرام و راحت کی زندگی گذار سکیں۔

جب شہری آبادیاں بڑھیں اور ملازموں، صنعت کاروں اور چھوٹے چھوٹے سرمایہ داروں کا طبقہ وجود میں آیا ـــــ تو انہوں نے دیکھا کہ ان کے حقوق کی کوئی رعایت نہیں کی جاتی۔ 'پارلیمان' پر جاگیرداروں کی اجارہ داری ہے اور آزادی رائے اور آزادی اجتماع کا سرے سے کوئی وجود ہی نہیں ہے ـــ چنانچہ جاگیرداروں سے اپنے حقوق حاصل کرنے کے لیے نیا طبقہ ایک شدید طبقاتی جنگ میں مصروف ہو گیا۔

اس طبقاتی جنگ میں جمہوریت کو فتح حاصل ہوتی رہی اور فرد کو آزادی ملتی رہی۔

مارکسی فلسفہ کہتا ہے کہ یہ طبقاتی جنگ تھی۔ نیا ابھرنے والا بورژوا طبقہ پرانے جاگیردار طبقہ سے جنگ آزما تھا! اگر اس خیال کو صحیح بھی مان لیا جائے تو بھی اس بات سے انکار مشکل ہے کہ بورژوا طبقہ (یعنی شہروں کے باسی) محسوس کر رہا تھا کہ یہ دونوں طبقوں کی فردیت

---

[1] "انسان مجہول" ص ۳۱۸ - ۳۱۹ [2] "فلسفہ کی نیرنگیاں" ص ۲۲۵

کی جنگ ہے۔ ہر فرد اپنی ذاتی تشخص کو ممتاز کرنے کی فکر میں لگا ہوا ہے۔ تاکہ یہ محسوس کرا دے کہ وہ اپنا مستقل وجود رکھتا ہے اور کسی دوسرے کا تابع نہیں ہے۔

جاگیرداری نظام سے جتنی آزادی ملتی تھی۔ اس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ فرد کی حریت کو ایک نیا میدان مل گیا اب وہ کچھ مزید امور اپنی شخصی رائے کے مطابق انجام دے سکتا ہے۔

یہ آزادی صرف سیاسی آزادی نہ تھی، بلکہ مذہب اخلاق اور روایات کے بھی سارے بندھن ایک ایک کر کے ٹوٹ چکے تھے اور اس چھوٹ اور اباحیت پسندی کو شخصی آزادی کے نام سے قانونی اور عدالتی تائید بھی حاصل ہو گئی تھی۔

جاگیرداری نظام سے سیاسی اور اقتدار کی جنگ میں بورژوا طبقہ نے فرد کی آزادی پر زور دیا اور اس بات کی کوشش کی کہ فرد کو زیادہ سے زیادہ آزادی اور زیادہ سے زیادہ اقتدار حاصل ہو۔

فرد کی آزادی کی جدوجہد میں انسان اپنے وجود کو "الٰہ" بنا بیٹھا اور اللہ کو چھوڑ کر اپنے وجود کی پرستش شروع کر دی۔

فرد کی آزادی کے پردے میں سرمایہ داری میدان پر میدان فتح کرتی جا رہی تھی۔

سرمایہ داری کی بنیاد یہی تھی کہ ہر فرد آزاد ہو، جس قدر چاہے وسائل کا مالک بن جائے۔ جتنا اس سے ہو سکے وہ لوٹ کھسوٹ لے اور جتنا اس کی طاقت ہو وہ مزدوروں کو اپنا غلام بنا لے۔

سرمایہ داروں نے فرد کی آزادی کا خوب پرچار کیا اور فرد کے انسانی حقوق، اور اس کی ہمہ گیر آزادی کے بارے میں بڑے خوبصورت فلسفے تراشے، یہ بھی کہا گیا کہ فرد کی تقدیس تسلیم کی جائے تاکہ وہ اپنی زندگی سے پوری طرح لطف اندوز ہو سکے۔ نیز یہ کہ معاشرے کو کوئی حق نہیں ہے۔ کہ وہ فرد کی آزادی میں رکاوٹیں کھڑی کرے!

فرد کی آزادی کے سلسلے میں سرمایہ داروں کا نعرہ یہ تھا کہ "فرد بغیر کسی مزاحمت کے جو چاہے کرے اور بغیر کسی رکاوٹ کے جس طرف سے چاہے گذر جائے" (LAISSEZ FAIRE ،LAISSEZ PASSER) گویا ہر قید سے چھٹکارا حاصل ہو گیا۔

لیکن، فرد کی آزادی، فرد کی تقدیس اور فرد کے حقوق کے بارے میں یہ خوبصورت جملے

Marfat.com

اور یہ خوش نما الفاظ اللہ کے لیے نہیں تھے۔ بلکہ شیطان کے لیے تھے، طاغوت کے لئے جو سرمایہ داری کے بھیس میں جلوہ گر ہو رہا تھا۔ کیونکہ اگر فرد کو اتنی ہمہ گیر آزادی اور اتنی کھلی چھٹی نہ ہو تو سرمایہ داری کو بھی اپنی من مانی کرنے کا موقع نہیں مل سکتا۔

سرمایہ داری نے اپنے سرکش اقتدار کے لیئے بس یہ کیا کہ آزادی کا صور پھونک دیا۔ جس آزادی کے نتیجے میں معاشرے میں مذہب، اخلاق اور روایات کے بندھن ڈھیلے ہو گئے۔ عورت، مرد بچے اور خاندان پراگندگی کے شکار ہو گئے۔ سرمایہ داری کا مقصد یہ تھا کہ عوام کو آزادی عمل اور آزادی رائے کا خوگر بنا کر زیادہ سے زیادہ نفع حاصل کیا جائے۔ بلکہ معاشرے کی پراگندگی سرمایہ داری کے لیئے زیادہ نفع بخش ہے۔ کیونکہ اس طرح پیسہ خواہشات نفس میں خرچ کرنے کے زیادہ مواقع فراہم ہو جاتے ہیں اور سرمایہ داری دو چند منافع کماتی ہے۔

سرمایہ داری نے فرد کی آزادی، اور اس کے راستے کی ہر رکاوٹ دور کرنے کے لیئے باقاعدہ فلسفہ گھڑ کر کھڑا کر دیا۔ جس کی اشاعت کے لئے اسکول، استاد، مؤلفین، صحافی اور فن کاروں نے مل جل کر حصہ لیا۔

اس فلسفہ کی روشنی میں معاشرے کی تصویر نہایت بھیانک بنائی گئی اور بتایا گیا کہ معاشرہ فرد کے تشخص کو ختم کرنا چاہتا ہے۔ اس لئے فرد کو بھی چاہیئے کہ وہ معاشرے کو توڑ پھوڑ کر اپنا بدلہ پورا پورا چکا لے۔!

مگر کبھی ان فلاسفہ، مفکرین، ادیب، صحافی، مؤلفین لکھنے والے اور فن کاروں نے یہ نہیں سوچا کہ آخر فرد کی آزادی کے لئے جس معاشرے کی توڑ پھوڑ کی جا رہی ہے وہ ہے کیا؟ کیا معاشرہ انسانوں کا مجموعہ نہیں ہے؟ کیا انسان فرد اور معاشرہ دونوں کو شامل نہیں ہے، کیا معاشرہ فرد کی اس خواہش کی تکمیل نہیں ہے کہ فرد اپنے ہم جنس افراد کے ساتھ مل جل کر رہنا چاہتا ہے؟ اور اگر معاشرہ ختم ہو جائے تو فرد کہاں رہے گا زندگی کا کون سا نقشہ ہو گا جس کے مطابق فرد زندگی گزارے گا؟

یہ سارے فلسفی، مفکر، ادیب، صحافی، لکھنے والے اور فن کار اللہ کی صراط مستقیم اور اللہ کے نور سے بہت دور جاہلیت کے اندھیاروں میں بھٹکتے رہے ان کی عقل میں یہ

Marfat.com

بات نہ آئی کہ سرمایہ داری کا ہلاکت خیز طاغوت، جو آج انہیں ان منحرفانہ آرا کے پرچار کی دعوت دے رہا ہے۔ کل جب سارے معاشرتی بندھن ٹوٹ جائیں گے تو اس کے سامنے صرف ایک ہی مقصد ہوگا اور وہ یہ کہ ان بکھرے ہوئے افراد کو جن کو کوئی رشتہ آپس میں نہیں جوڑتا، جن میں محبت و قرابت کا کوئی تعلق باقی نہیں رہ گیا۔ ان سارے انسانوں کے گلہ کو طاغوت کا غلام بنا دیا جائے۔

یہ سارا گلہ سرمایہ داری کے طاغوت، اور سرمایہ داروں کے مفادات کا غلام بن کر ذلیل و خوار اور گم کردہ راہ ہو جائے اور پھر سرمایہ داری کا طاغوت اس کی رسّی پکڑ کر خواہشات اور شہوات کے بازار میں لیئے لیئے پھرے!

ایک طرف تو "فردیت" پر "انتہا پسندانہ" اصرار تھا تو دوسری طرف اس کے ردِ عمل کو طور پر "اجتماعیت" نے سر اٹھایا۔

"اجتماعیت پسندوں" نے کہا۔ نہ فرد کا کوئی وجود ہے اور نہ فرد کے کوئی معنی ہیں فرد کی زندگی کا سرچشمہ معاشرہ ہے اور فرد کے لیے ممکن نہیں کہ وہ معاشرے کی حتمی روش میں کوئی تبدیلی لا سکے۔

ڈرکایم نے انسانی زندگی کی اجتماعی تعبیر پیش کی جبکہ مارکس نے "تاریخ کا مادی فلسفہ" سامنے رکھا۔ جس کی بنیاد اس اصول پر ہے کہ "معاشیات معاشرے کی شکل متعین کرتی ہے اور معاشرہ فرد کی تخلیق کرتا ہے"۔

ڈرکایم کہتا ہے:۔

"اجتماعی شعور، سے ابھرنے والے نفسیاتی حالات، قطعی طور پر ان حالات سے مختلف ہوتے ہیں جو فرد کے شعور سے پیدا ہوتے ہیں، بلکہ فرد کے شعور سے پیدا ہونے والے حالات ہوتے ہیں۔ نیز، جماعتی عقل، بھی، انفرادی عقل، سے مختلف ہوتی ہے۔ اور اس کے اپنے مخصوص قوانین ہیں"۔[1]

"عمل اور اجتماعی فکر کی گوناگوں راہیں، افراد کے ضمیر سے باہر پائی جانے والی حقیقتیں ہیں

---

[1] اجتماعیات کے اصول، ترجمہ: ڈاکٹر محمود قاسم۔ نظر ثانی۔ ڈاکٹر سید محمد بدوی مقدمہ طبع دوم ص۱۵

Marfat.com

اور افراد مجبور ہیں کہ زندگی کے ہر لمحہ میں ان حقائق کے سامنے سرنگوں رہیں"۔[1]

"عملِ مشترک، جس سے اجتماعی ظواہر پیدا ہوتے ہیں اور جو فرد کے شعور سے باہر انجام پذیر ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ بہت سے افراد کے ضمائر کا نتیجہ ہوتا ہے۔[2] یہی عملِ مشترک، عمل اور فکر کی راہیں متعین کرتا ہے اور یہ راہیں ہمارے وجود سے باہر پائی جاتی ہیں۔ اور فرد کے ارادے سے متاثر نہیں ہوتیں"۔[3]

"اجتماعی ظواہر کی جوہری خصوصیت، چونکہ افراد کے ضمیر پر باہر سے اثر انداز ہوتی ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ ظواہر افراد کے ضمیر کی پیداوار نہیں ہیں"۔[4]

"دیکھ لیجئے۔۔۔ اجتماعی، خارجی ظاہر افراد کے داخلی شعور پر کس طرح اثر انداز ہوتا ہے"۔[5]

مارکس اور انگلز اپنے مادی فلسفہ میں انسانیت کی تعبیر میں بہت دور نکل گئے ہیں۔

"مادی زندگی میں طریقۂ پیداوار ہی، زندگی کی اجتماعی سیاسی اور معنوی صورتوں کی تشکیل کرتا ہے"۔

— مارکس —

"پیداوار اور تبادلۂ پیداوار ہی کی بنیاد پر سارے اجتماعی نظام کی عمارت کھڑی ہے"۔

"انگلز"

گویا مارکس اور انگلز کی رائے میں نہ تو انسان کا کوئی ذاتی وجود ہے۔ نہ اس کے اپنے شعور، افکار اور جذبات ہیں۔ انسان تو بس اقتصادی نظام کا ایک پرتو ہے اور وہ اقتصادی نظام خود انسان سے باہر پایا جاتا ہے۔!

"جس اجتماعی پیداوار کے لوگ مادی ہو جاتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ کچھ ایسے تعلقات قائم کر لیتے ہیں جو ان کے ارادے کے تابع نہیں ہوتے۔۔ حقیقت میں لوگوں کا شعور ان کے وجود کو متعین نہیں کرتا۔ بلکہ ان کا وجود ان کے شعور کی

---

[1] حوالہ سابق ص ۱۲۳ [2] تعجب ہے کہ ڈرکایم یہاں اس بات کا اقرار کر رہا ہے کہ "اجتماعی ظاہر بہت سے افراد کے ضمیر سے پیدا ہوتا ہے"۔ لیکن پھر فوراً ہی فرد کے تشخص کا انکار کر دیتا ہے۔ [3] حوالہ سابق ص ۱۲۳ [4] حوالہ سابق ص ۱۶۶ [5] حوالہ سابق ص ۶۶

تشکیل کرتا ہے"۔ — مارکس ——

"تمام تغیرات اور اساسی تبدیلیوں کے آخری اسباب کا پتہ، لوگوں کی عقلوں اور ان کے حق و انصاف کے متبع ہونے سے نہیں چلتا۔ بلکہ ان اسباب کا پتہ ان تبدیلیوں سے چلتا ہے۔ جو پیداوار اور تبادلۂ پیداوار میں ہوتی ہیں — انگلز ——

اہم بات یہ ہے کہ "مادی فلسفہ" فرد کے بارے میں کوئی گفتگو نہیں کرتا۔ بلکہ مستقل اجتماعی شکلوں کے بارے میں کلام کرتا ہے۔ جیسے ان اجتماعی شکلوں میں فرد کا وجود اسے محسوس ہی نہ ہوتا ہو۔

مارکس اور انگلز کی رائے میں فرد کا کوئی وجود نہیں ہے۔ فرد "طبقہ" کا ایک جزو ہے، اور جس طبقہ سے منسوب ہے اس کے مفادات کی تکمیل میں لگا رہتا ہے اور فرد کا کسی طبقہ سے منسوب ہونا ہی، اس کے شعور، افکار، اخلاق، روایات اور زندگی کے بارے میں اس کا موقف متعین کرتا ہے۔ رہ گیا یہ خیال کہ فرد کا اپنا ذاتی تشخص بھی ہوتا ہے اور اس کے اپنے ذاتی افکار و خیالات بھی ہوتے ہیں۔ مادی فلسفہ کی نظر میں ایسا ہونا محال ہے اور تاریخی واقعات جن افراد کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں تو یہ لوگوں کی گھڑی ہوئی ہوئی کہانیاں ہیں۔ (آخر کیوں؟) سائنسی مطالعہ سے جو حقیقت منکشف ہوئی وہ یہ ہے کہ فرد کا ذاتی وجود کبھی بھی نہیں رہا۔ بلکہ فرد نے ہمیشہ اپنے طبقہ کی نمائندگی کی ہے اور اگر آنے والے طبقہ کی طرف جھانک کر دیکھا جائے۔ جس کا آنا مادی اور اقتصادی انقلابات نے یقینی قرار دے دیا ہے۔ تو بھی فرد ایک انسان ہے۔ جو آنے والے جبری رخ کی بشارت دے رہا ہے!

گویا انسانیت اقتصادی اور مادی جبری انقلابات کی تابع ہے۔ فرد معاشرہ کا تابع ہے اور معاشرہ ان انقلابات کا تابع ہے!

انسان نے 'انفرادیت' سے 'اجتماعیت' کی طرف آکر نئے 'الٰہ' بنا لیے۔

اب اس کے 'الٰہ' "مادی جبریتیں" بن گئے۔!!

"اجتماعیت پسندی" بھی ایک جاہلی بگاڑ ہے۔ جو اپنی انتہا پسندی میں سابقہ جہالت سے کسی طرح کم نہیں۔ جس جاہلیت میں جماعت کے مقابلہ فرد کی اہمیت ہے!

Marfat.com

اجتماعیت پسندی ہو، یا انفرادیت پسندی دونوں اپنے سے پہلے بگاڑ کا ردعمل ہیں۔ دونوں پر "انتہا پسندی" چھائی ہوئی ہے۔

دونوں جاہلیتیں یہ سمجھنے سے عاجز ہیں کہ فرد جماعت کا ایک حصہ ہے۔ فرد اور جماعت دونوں ہی حقیقت ہیں۔ اگر افراد کا مجموعہ نہ ہو، تو معاشرہ کیسے تشکیل پائے۔

انسانی زندگی کو "اجتماعیت" پر محمول کرنے میں سب سے بڑی گمراہی یہ ہے کہ اس میں زندگی کا ایک ہی پہلو مدنظر رہتا ہے کہ فرد اپنی خواہشات کے علی الرغم ان امور کو ماننے پر مجبور ہوتا ہے جو معاشرہ اس پر لاگو کر دیتا ہے۔

یہ اگرچہ ایک حقیقت ہے لیکن یہ حقیقت کس بات پر دلالت کرتی ہے۔

ڈرکایم نے اقرار کیا ہے (اگرچہ اقرار کر کے فوراً پھر گیا) کہ اجتماعی ظاہر بہت سے افراد کے ضمیر کا نتیجہ ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ فرد کسی نہ کسی شکل میں معاشرے کی نمائندگی کر رہا ہے اور اس کی اس نمائندگی کا معاشرے میں وزن ہے۔

رہ گیا یہ مسئلہ کہ معاشرہ کچھ امور فرد پر لاگو کرتا ہے (چلیئے مان لیتے ہیں کہ تمام امور معاشرہ لاگو کرتا ہے) تو اس کی دو صورتیں ہیں۔

یا تو بہت سے صالح اور نیکوکار افراد کے ضمیر مل کر کوئی بات ایک منحرف شخص پر لازم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "دیکھو! تم ان حدود سے باہر نہیں جا سکتے"!

یا کچھ غیر صالح افراد کے ضمیر مل کر صالح افراد کو اپنی بات ماننے پر مجبور کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یا تو ہمارے ساتھ ساتھ چلو۔ ورنہ ہم تمہیں راستے سے ہٹا دیں گے"۔

دونوں صورتوں میں بہت سے افراد کے ضمیر ایک بات پر متحد ہو جاتے ہیں اور اس اتحاد کی بناء پر ان کی قوت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ لیکن کسی صورت میں بھی طبیعت انسانی سے رشتہ منقطع نہیں ہوتا۔ فرد اور معاشرہ دونوں انسان ہیں یہ ہرگز نہیں کہا جا سکتا کہ صرف فرد انسان ہے یا صرف معاشرہ انسان ہے۔

اجتماعی اور مادی فلسفہ سارے مسئلہ کو غلط بحث میں ڈال دیتا ہے اور فرد کے ذاتی تشخص کا کوئی پتہ نہیں چلتا۔ کیونکہ مادی فلسفہ تو زندگی کے ایک ہی پہلو کو مدنظر رکھتا ہے کہ

"فرد تمام حالات میں معاشرہ کا تابع ہے"

مادی فلسفہ والوں کو جاہلیت کے اندھیارے میں یہ حقیقت سجھائی نہیں دیتی کہ اکثر افراد معاشرے کے خلاف بغاوت کرتے ہیں اور معاشرہ سے نبرد آزما ہو جاتے ہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ معاشرے باغی افراد کو کچل سکتے ہیں تو یہ قول دلیل نہیں بن سکتا۔ کیونکہ اصل مسئلہ تو یہ ہے کہ فرد اپنے ذاتی تشخص کو اس حد تک اہمیت دیتا ہے کہ معاشرے سے بھی ٹکر لینے کے لئے تیار ہو جاتا ہے اور معاشرے کے اقتدار کو چیلنج کر دیتا ہے۔

پھر بھی یہ صحیح نہیں کہ ہر مرتبہ معاشرہ افراد کو کچل دیتا ہے۔ یہ خیال نہ میدان خیر میں صحیح ہے اور نہ میدان شر میں۔ پہلے ہم شر کی مثال دیتے ہیں کہ کس طرح فرد کی رائے معاشرے پر چھا گئی۔

خروشچیف نے اسٹالن کے بارے میں کہا کہ اس نے اپنی انفرادی لیڈری پورے معاشرے پر عبادت کے درجہ میں مسلط کر دی تھی۔

اب تاریخ کے مادی فلسفہ کا کیا خیال ہے۔

اسٹالن معاشرے کی حقیقی مصالح کی نمائندگی نہیں کر رہا تھا نہ طبقہ حاکمہ اور پرولتاری طبقہ کی نمائندگی کر رہا تھا۔ بلکہ اسٹالن اپنے انفرادی سرکش اور بے رحم اقتدار کی نمائندگی کر رہا تھا۔۔

اب بتایئے اگر ہم فرد کی تاریخ کو نظر انداز کر دیں تو اس واقعہ کا کیا مطلب لیا جائے۔

خیر کی جانب انبیاء، پرہیزگار، داعی اور مصلحین ہیں جو سرکش معاشرے میں افراد کی شکل میں آتے ہیں۔ وہ سچائی، بھلائی اور حق و انصاف کے لیئے کھڑے ہوتے ہیں اور کامیاب ہوتے ہیں۔ کبھی تو انہیں یہ کامیابی ان کی زندگی ہی میں نصیب ہو جاتی ہے اور کبھی ان کے افکار کی اشاعت ان کی کامیابی کی ضامن بنتی ہے۔

آخر آپ اس بارے میں کیا کہیں گے۔ اگر فرد کی تاریخ کو نظر انداز کر دیا جائے۔

نہ انسانی تاریخ کو صرف افراد کے گرد گھمایا جا سکتا ہے اور نہ ہی صرف معاشرے کو مدنظر رکھا جا سکتا ہے۔ دونوں جاہلی افکار ہیں اور تاریخی واقعات کے خلاف ہیں۔

انسان کی تعبیر انسان ہی کو سامنے رکھ کر کی جا سکتی ہے۔ وہ انسان، جو بیک وقت فرد اور

Marfat.com

معاشرہ دونوں کو شامل ہے اور فرد و معاشرہ زندگی کے میدان میں ساتھ ساتھ چل رہے ہیں۔
یہ بھی ہوتا ہے کہ کبھی کبھی فرد نمایاں ہو جاتا ہے اور کبھی معاشرہ نمایاں ہو جاتا ہے۔
لیکن جس حقیقت سے جاہلی مکاتیب فکر نا آشنا ہیں۔ وہ یہ ہے کہ تاریخ کے تمام ادوار میں انسان کے دونوں حصے (فرد اور معاشرہ) عرصۂ حیات میں مل جل کر رواں دواں رہے ہیں کبھی علیحدہ نہیں ہوئے۔ فرد معاشرے کے طور پر کام کرتا رہا اور معاشرہ فرد کے طور پر کام کرتا رہا۔ اور کبھی بھی ایک کا وجود دوسرے سے ہٹ کر نہیں پایا گیا (جیسا کہ انفرادیت پسند جاہلیت اور اجتماعیت پسند جاہلیت کا خیال ہے۔)

اب جاہلیت جدیدہ کے زیر سایہ انسانیت کے سامنے صورت حال یہ ہے کہ وہ سرکشی اور طغیان کے کسی ایک رنگ میں رنگی جانے پر مجبور ہے۔

یا تو انسانیت فرد کی سرکشی کو اپنا لے اور انفرادیت پسند سرمایہ دار ملکوں میں شامل ہو جائے
یا اجتماعیت کی سرکشی کو پسند کرے اور اجتماعیت پسند ممالک کے ساتھ ہو جائے۔
بشرطیکہ انسانیت کو انتخاب کا اختیار ہو۔ کیونکہ جاہلیت کے زیر سایہ زندگی گذارنے والی انسانیت کو کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ بلکہ اس پر طاغوت کی حکمرانی ہوتی ہے۔ جس کو حالات اقتدار سونپ دیتے ہیں۔

یہ تباہی نتیجہ ہے اللہ کی صراط مستقیم سے انحراف کا۔
اور۔ اللہ کی بتائی ہوئی صراط مستقیم سے انحراف کا نتیجہ یہ بھی ہے کہ انسان اپنی سمت گم کر بیٹھا۔

فرد جو معاشرے سے جدا ہے وہ اپنے بڑے جزء سے جدا ہے۔ نتیجہ یہ کہ فرد اپنی ہی ذات کے خلاف جنگ میں مصروف ہے اور نوبت جنون، خودکشی، بلڈ پریشر، اعصابی کھچاؤ اور نامعقولیت تک پہنچ چکی ہے۔

اور معاشرہ جو اپنے افراد کو کچل رہا ہے۔ وہ آخر کار اپنے آپ کو کچل رہا ہے۔ ایسے معاشرے میں زیادتی آبادی بھی کوئی قیمت نہیں رکھتی۔ کیونکہ سب لوگ طاغوت حاکم کی سواری ہیں۔ جو جب تک حاکم ہوتا ہے تو "یگانہ لیڈر" ہوتا ہے اور جب مر جاتا ہے یا اس کے ہاتھ سے نکل جاتا ہے تو مجرم اور وحشی بن جاتا ہے۔

Marfat.com

"اخلاق کا بگاڑ"

لوگ ایک بہت بڑے دھوکہ میں مبتلا ہیں۔ وہ یہ کہ، وہ سمجھتے ہیں کہ جاہلیت جدیدہ اخلاق کی حامل ہے۔

مشرقی لوگ اشارے کر کر کے کہتے ہیں کہ "ذرا اس مہذب شخص کو دیکھو، یہ کتنا صاحبِ اخلاق ہے! نہ جھوٹ بولتا ہے اور نہ دھوکا دیتا ہے۔ سیدھی سیدھی بات کرتا ہے، اور ایمان داری سے معاملہ کرتا ہے۔ پھر اپنے کام میں مخلص ہے۔ سچے دل سے وطن کی خدمت میں مصروف ہے۔ گویا ایک مثالی نمونۂ اخلاق ہے . . . . جنسی مسائل کو رہنے دو، کیونکہ مغرب میں جنس کا اخلاق سے کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ کوئی ایسی اہم بات بھی نہیں۔ کاش ہم بھی ان جیسے ہو جائیں، لیکن ہمارے پاس اخلاق آجائے"۔!!

ہم یہاں جاہلیت جدیدہ کے اخلاق کا تاریخی مطالعہ ضروری خیال کرتے ہیں۔ تاکہ ہمیں معلوم ہو سکے کہ مغربی اخلاق ترقی پذیر ہے یا مسلسل انحطاط اور تنزل کا شکار ہے۔ اس سلسلہ میں ہم صرف واقعیاتی حقائق سامنے لا کر بتائیں گے کہ مغرب کا معیار اخلاق کیا ہے؟

تاریخی مطالعہ سے پہلے ہم اس بات کا دوبارہ ذکر کر دینا مناسب خیال کرتے ہیں، کہ "تاریخ کی کوئی بھی جاہلیت بالکلیہ اخلاق سے خالی نہیں ہوتی"۔ پوری کی پوری انسانیت، زندگی کے ہر ہر گوشے میں فساد سے ہمکنار نہیں ہوتی اور نہ ہی نفس انسانی مکمل طور پر شر پسند بن جاتا ہے۔ انسانی زندگی میں فساد کا بگاڑ خواہ کتنا ہی کیوں نہ سرایت کر جائے۔ پھر بھی چند بھلائیاں اور کچھ خیر باقی رہتی ہے۔ ہاں یہ بھی ہے کہ یہ غیر مربوط سی خیر جاہلیت کو بگاڑ سے ہمکنار ہونے اور بگاڑ کے لازمی نتائج کا شکار ہونے سے نہیں بچا سکتی۔

Marfat.com

جاہلیت عربیہ میں بھی بہت سی خوبیاں اور بھلائیاں تھیں۔

عربوں میں بہادری اور جرأت تھی، وہ مقصد کی خاطر جان تک کی بھی بازی لگانے سے دریغ نہ کرتے تھے۔ ان میں کرم تھا، خودداری تھی، اور ایسے کاموں سے دور بھاگتے تھے۔ جن سے ان کی خودداری کو ٹھیس پہنچتی ہو۔

لیکن یہ ساری خوبیاں عربوں کو جاہلیت اور جاہلیت کے نتائج سے نہیں بچا سکیں۔ چونکہ ان خوبیوں کا رشتہ اللہ کی ہدایت سے قائم نہیں تھا۔ اس لئے یہ خوبیاں بھی سیدھے راستے سے منحرف ہوتی چلی گئیں۔

بہادری، جرأت اور جان کی بازی لگا دینے کی صفات، خون کا بدلہ لینے، اور گمراہ ساتھی کی مدد کرنے میں ضائع ہوگئیں۔ کیونکہ انہیں اس بات کی پرواہ نہیں تھی کہ ان کی مدد حق کے مطابق ہے۔ یا باطل کے۔ جب جنگ کا نقارہ بجتا۔ وہ خون کا بدلہ لینے نکل جاتے۔ نہ اس میں حق کو قائم کرنے کا عزم ہوتا اور نہ باطل کو مٹانے کا ارادہ!

چنانچہ باطل نہ بہ تہ جمتا چلا گیا۔ سخاوت فخر و مباہات ہو کے رہ گئی تھی۔ جانوروں کو اس لئے ذبح کیا جاتا اور مہمانوں کے لیے کھانے اس لئے تیار ہوتے۔ تاکہ مسافر اور سوار ان کی مہمان نوازی کے قصے سنائیں۔ چاہے وہاں سے کسی مسافر کا گذر ہی نہ ہوتا ہو اور ان کی مہمان نوازی کا کوئی قصہ نہ سنایا جائے ـــــ پھر اگر کمزور اور محروم کی مدد صرف اللہ کے لئے کرنی پڑ جائے تو فوراً طبیعتوں میں بخل پیدا ہو جاتا تھا اور بخشش سے رک جاتے تھے۔ خودداری تکبر کی شکل اختیار کر کے، اتباع حق سے مانع بن چکی تھی۔

گویا عربوں کی خوبیوں اور اخلاق کی بنیاد حق و انصاف نہیں تھا۔ بلکہ ان کی "انا" تھی۔ اگرچہ یہ انانیت پسند عرب اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ جو کچھ کر رہا ہے۔ وہ سراپا گمراہی ہے۔

اسی طرح مغربی جاہلیت بھی انفرادی معاملات میں کئی خوبیوں کی حامل ہے۔ مثلاً سچائی خلوص، مستقل مزاجی، امانت اور پاکیزگی۔ لیکن چونکہ یہ تمام خوبیاں اللہ کی صراط مستقیم سے دور ہیں۔ اس لئے ان خوبیوں میں بھی راہ راست سے انحراف پیدا ہو گیا ہے۔ اور راہ راست سے انحراف کی بناء پر تمام خوبیاں، مادی فوائد کا لالچ بن کر رہ گئی ہیں۔ اب اگر کوئی شخص ان خوبیوں کو

Marfat.com

اپناتا ہے تو اس لئے کہ یہ خوبیاں انفرادی معاملات میں فائدہ مند ثابت ہوتی ہیں اور زندگی کی گاڑی کو بغیر دھچکے لگے ایک ہموار سڑک پر رواں کر دیتی ہیں۔ اگر ان اخلاقیات کے یہ مادی فائدے ختم ہو جائیں تو "مغرب کا مہذب انسان" ان اخلاق سے فوراً دست بردار ہو جائے اور اس کی نظر میں یہ اخلاقیات ایک ناقابل عمل مثالی حماقتیں بن جائیں۔

اب ذرا مغربی اخلاق کے سلسلہ میں تاریخی حقائق کا مطالعہ بھی کرتے چلیئے۔ . . .

مغربی اخلاق کا سرچشمہ مذہب تھا۔ انسانیت کچھ عرصہ حق پر رہنے کے بعد اپنے عقیدے سے منحرف ہو جاتی ہے اور عقیدے سے منحرف ہو جاتی ہے اور عقیدے سے انحراف کے ساتھ ساتھ۔ اخلاق بھی منحرف ہوتا چلا جاتا ہے۔ لیکن اخلاق میں انحراف حد سے زیادہ سست اور آہستہ آہستہ ہوتا ہے۔ اخلاق میں انحراف اتنا زیادہ سست رفتار ہوتا ہے کہ بعض اوقات اس انحراف کے رونما ہونے میں کئی کئی نسلیں بیت جاتی ہیں۔ یہ ہی وجہ ہے جس کی بناء پر جاہلیت جدیدہ کے متوالے دھوکہ کھا گئے ہیں۔ کیونکہ وہ دیکھتے ہیں کہ عقیدے میں ظاہری اور کھلم کھلا انحراف ہے لیکن اس کے باوجود اخلاق میں انحراف و بگاڑ نہیں پایا جاتا۔ اس صورت حال سے متاثر ہو کر لوگ یہ خیال کرنے لگتے ہیں کہ عقیدے اور اخلاق میں کوئی رشتہ نہیں ہے۔ اور اگر لوگ عقیدے سے منحرف بھی ہو جائیں تو بھی اخلاق باقی رہ سکتا ہے۔

یہ حقیقت میں ایک بہت بڑا دھوکا ہے اور اس دھوکہ کا سبب عقیدہ اور اخلاق کی رفتار تنزل کا اختلاف ہے۔

اخلاق بہت زیادہ سست روی کے ساتھ تنزل پذیر ہوتا ہے۔ کیونکہ انسان عادات اور روایات کے ماتحت بہت طویل عرصہ تک اپنے اخلاق کو محفوظ رکھتا ہے۔ اگرچہ عقیدے کے طور پر ایمان پہلے ہی ختم ہو چکا ہوتا ہے۔ بلکہ اخلاق کا ایمان اور عقیدے سے رشتہ منقطع ہونے کے بعد ایک زمانہ ایسا بھی آتا ہے کہ جب لوگ یہ سمجھتے ہوتے ہیں کہ اخلاق بذات خود ایسی شئے ہے۔ جسے بہر حال موجود ہونا چاہیئے۔ لیکن بہر حال اس حقیقت میں کوئی تبدیلی نہیں آتی کہ عقیدہ کا بگاڑ لازمی طور پر اخلاق میں بگاڑ پیدا کرتا ہے اور جب بھی اخلاق کا رشتہ عقیدہ سے منقطع ہو جاتا ہے۔ اخلاق کا زوال یقینی ہو جاتا ہے۔

اسی طرح مغربی اخلاق بھی تدریجی تنزل کا شکار ہوا۔ جس کے باقی ماندہ آثار نے لوگوں کو اس وہم میں مبتلا کر دیا کہ جاہلیت جدیدہ اخلاق کی حامل ہے۔

کسی زمانہ میں مغربی اخلاق کا بھی سرچشمہ وہی تھا۔ جو ہر اخلاق کا ہوتا ہے۔ یعنی مذہب! اور مذہب کے سوا اخلاق کا کوئی سرچشمہ ہے نہیں!

مغربی اخلاق کے دو مصادر تھے۔ ایک دین مسیحی اور دوسرا اسلام!

کانسٹینٹائن، دین مسیحی کو یورپ میں لے کر آیا۔ تو اس دین کے زیر سایہ مغربی زندگی نے چند معین اخلاقی نمونے اپنا لیئے۔ جو ایک مدت تک لوگوں کے دلوں میں قائم رہے۔ باوجودیکہ خود کانسٹینٹائن کے ہاتھوں مسیحی دین میں کئی انحراف پیدا ہو گئے تھے[1]

دین مسیحی سے مغرب نے جو اخلاق لیا۔ وہ زیادہ تر منفی انداز رکھتا تھا اور واقعات سے اس کا تعلق نہیں تھا۔

حضرت عیسیٰؑ فرمایا کرتے تھے۔

"جو تمہارے داہنے رخسار پر تھپڑ مارے۔ بایاں بھی اس کے سامنے کر دو۔"

اگرچہ حضرت عیسیٰؑ کا مقصد اس نصیحت سے لوگوں کے باطن کی صفائی تھی۔ لوگوں کے دلوں میں ذلت اور بزدلی کا بیج بونا مقصود نہیں تھا۔ لیکن قرون وسطیٰ کے مسیحی اخلاق پر سلبی اور منفی پہلو غالب رہا اور اس سلبیت کی وجہ اس وقت کی رومی بادشاہت اور اس کا جبر و فساد تھا۔

اس کے بعد صلیبی جنگوں میں یورپ کو اسلامی دنیا سے واسطہ پیش آیا اور عیسائی اسلامی شہروں میں آئے اور شام کے بعض علاقوں میں اپنی ریاستیں بھی قائم کر لیں۔ اس طرح عیسائیوں کو مسلمانوں کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا اور مسلمانوں سے انہوں نے اخلاق سیکھنے کے ساتھ ساتھ زندگی کا مثبت نظریہ بھی لیا۔

عیسائیوں نے مسلمانوں کے یہاں دیکھا کہ اگر موذن نے اذان دے دی، تو مسلمان اپنی دکانیں قیمتی سامان سے بھری ہوئی چھوڑ کر نمازوں کے لیئے دوڑ جایا کرتے تھے اور جب نمازوں سے واپس آتے۔ اپنی دکانیں حسب سابق پاتے اور کوئی چیز چوری نہ ہوتی۔ کیونکہ اسلام نے لوگوں

[1] اسی کتاب کے صفحہ ۳۲ پر ڈریپر امریکی کا بیان دیکھئے۔

Marfat.com

کو ایمان دار بنا دیا تھا۔

مسلمان ایک مربوط قوم تھی، کم از کم خطرات کے وقت ان میں ایک قوم ہونے کا شعور بیدار ہو جاتا تھا۔ چنانچہ آپس میں تعاون کرتے، محبت کرتے، رحم کرتے اور ایک دوسرے کے ساتھ خلوص سے پیش آتے تھے۔

عیسائی دیکھتے تھے کہ مسلمان صنعت کار تندہی، چستی اور امانت سے اپنا کام کرتے ہیں۔ اور مسلمان صنعت کار کا سرمایہ اس کی امانت داری ہے اور اس کی جد و جہد ترقی کی ضامن ہے اس وجہ سے مسلمانوں میں صنعتیں ترقی پذیر تھیں اور پیداوار کی کثرت تھی۔

اس قسم کی صدہا خوبیاں عیسائیوں نے مسلمانوں میں دیکھیں۔ بالخصوص عیسائیوں نے مسلمانوں سے جو معاملات کیے، اس میں ان کے ایفائے عہد سے متاثر ہوئے اور صلاح الدین ایوبی کی وعدہ ایفائی تو مسیحی یورپ میں ضرب المثل بن گئی تھی۔

یہ مجموعی سرمایہ اخلاق اور علم و فن کا وہ ذخیرہ جو عیسائیوں نے مغرب اور اندلس کی درسگاہوں میں مسلمانوں سے حاصل کیا تھا، یورپ کی نشاۃ ثانیہ کی بنیاد بنا۔

لیکن یورپ کی نشاۃ ثانیہ (ان اسباب کی بناء پر جو پہلے بیان کر چکے ہیں) اللہ کی عبادت سے منحرف ہو کر ثنوی، یونانی اور رومی بن گئی۔ اگرچہ عقیدہ کچھ دنوں ضمیر کے کسی گوشہ میں پوشیدہ رہا۔

اس مرحلہ پر آکر مغربی اخلاق کے گذشتہ دو مصادر کے علاوہ ایک تیسرا مصدر بھی شامل ہو گیا۔ اور وہ تھا قدیم یونانی (ہلینی) فلسفہ —— ہاتھی دانت کی برجیوں والی ثقافت۔ جس کے اخلاقی نمونے فضا میں معلق تھے۔

یہیں سے مغربی اخلاق میں بگاڑ رونما ہونا شروع ہو گیا۔ لیکن چونکہ اخلاقی بگاڑ بڑا سست رفتار ہوتا ہے۔ اس لئے لوگوں کو صدیوں تک اس بگاڑ کا علم نہ ہو سکا۔

مغربی اخلاق میں یونانی اثرات سے یہ تصور پیدا ہو گیا کہ یہ ممکن ہے کہ اخلاقی نمونے، عاجی برجیوں اور فضا کی وسعتوں میں پائے جا سکتے ہیں۔ جب کہ عملی زندگی ضرورتوں کے مطابق اخلاقی قیود سے آزاد گذاری جا سکتی ہے۔

فکر و عمل کا اختلاف جاہلیت جدیدہ کا پیدا کردہ خالص مغربی نقطۂ نظر ہے اور آج ساری دنیا

Marfat.com

کی اخلاقیات اسی دورخی کا شکار ہیں۔ لوگ اخلاقی نظریہ کے بارے میں گفتگو بھی کرتے رہتے ہیں اور یہ بھی سمجھتے ہیں کہ اس اخلاق کی عملی زندگی میں تطبیق کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ زندگی حالات کے مطابق چلتی رہتی ہے۔

فکر کی اس جاہلیت کے زیر سایہ میکیاویلی فلسفہ وجود میں آیا اور ساری مغربی زندگی میکیاویلی فلسفہ سے متأثر ہوگئی اور یہ کہ اخلاقی نمونے سے کوئی فائدہ مطلوبہ حاصل نہیں ہوتا۔

پھر میکیاویلی فلسفہ سیاسیات میں اثر انداز ہوا اور سیاست بھی فکر و عمل کے تضاد کا شکار ہوگئی۔

میکیاویلی فلسفہ کے ماتحت مغربی سیاست نے یہ تصور اپنا لیا کہ حصول مقصد کی خاطر خواہ کتنے ہی برے وسائل کیوں نہ اختیار کیے جائیں ان میں کوئی نقصان نہیں ہے۔

غرض پوری مغربی سیاست پر میکیاویلی فلسفہ چھا گیا۔

بادشاہوں، امراء اور مذہبی لوگوں نے اپنے اقتدار کے بچانے کے لیے بدترین سے بدترین وسائل اختیار کئے۔ اس کے بعد سرمایہ داری نے اپنے غیر قانونی مفادات کے حصول کے لیئے زیادہ سے زیادہ بدترین وسائل اختیار کئے۔ حتیٰ کہ امریکی سرمایہ داری نے اپنے نفع کو بچانے کے لیئے کینیڈی کے قتل سے دریغ نہیں کیا۔

یہ تو ان کے گھر کی بات تھی۔ بیرونی دنیا میں تو سامراج لوگوں کا خون چوسنے اور اپنے اقتدار کو مستحکم رکھنے کے لیے دنیا کے ارذل ترین وسائل اختیار کر رہا ہے۔ سامراج کو اس میں کوئی بگاڑ نظر نہیں آتا۔ کیونکہ سامراج کے خیال میں حصول مقصد کی خاطر کوئی بھی وسائل اختیار کیے جا سکتے ہیں اور یہ بھی ضروری نہیں کہ مقصد ہی پاکیزہ ہو۔ کیونکہ پاکیزگی عالم مثال میں پائی جاتی ہے۔ اس دنیا میں نہیں۔ ! غرض اس طرح مغربی سیاست کا رشتہ اخلاق سے ٹوٹ گیا۔ اور اب لوگ کہتے ہیں کہ یہ سیاست ہے۔ اس کا اخلاق سے کوئی تعلق نہیں ہے

یہ جو کچھ بیان کیا گیا پورا اور مکمل بگاڑ نہیں تھا۔ بلکہ بگاڑ کی ابتدا تھی۔

اصل میں لوگوں کو اس حقیقت کا علم نہیں ہے کہ اگر اخلاق کا رشتہ ایمان باللہ سے ٹوٹ جائے تو نہ اخلاق قائم رہ سکتا ہے اور نہ کسی قسم کی مزاحمت برداشت کر سکتا ہے۔

Marfat.com

لوگوں پر یہ حقیقت اس لئے منکشف نہ ہو سکی کہ وہ دیکھتے ہیں کہ بہت سی اخلاقی خوبیاں ابھی تک باقی ہیں اور ابھی تک فساد کا شکار نہیں ہوئیں اور انہوں نے خیال کیا کہ سیاست تابع اخلاق نہیں ہے اور موجودہ واقعات اخلاق کو ختم کرنے والے نہیں ہیں۔ بلکہ اشیاء کی طرف واقعیاتی نظر ہے اور واقعات کا اخلاق پر منطبق ہونا ضروری نہیں ہے۔

لیکن اللہ کی سنت کبھی نہیں بدل سکتی۔ اگر اخلاق کا رشتہ عقیدہ سے ٹوٹ جائے تو اخلاق بھی باقی نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ عقیدہ اخلاق کا طبعی اور بیات بخش سرچشمہ ہے اور عقیدہ اخلاق میں خلوص اور سچائی پیدا کرتا ہے۔

یورپ نے بجائے مذہب کے اپنی اخلاقیات کی بنیادیں فلسفہ میں تلاش کر لیں۔ یا یہ کہیئے کہ مذہب بیزاری میں آگے رہے سہے اخلاق پر فلسفہ کا پردہ ڈال دیا۔ اب جو لوگ روایاتی اخلاق اپنائے ہوئے ہیں۔ انہیں اخلاق کا مذہب سے تعلق ناگوار معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ "ضمیر" اور "فرض" جیسے الفاظ کے سہارے لیتے پھرتے ہیں لیکن یہ اخلاق جس کا رشتہ اپنے سرچشمہ سے منقطع ہو چکا ہے۔ زیادہ دیر باقی رہنے والا نہیں ہے۔

سیاسیات کا اخلاق سے رشتہ ٹوٹ جانے کا بعد معاشیات کا رشتہ بھی اخلاق سے منقطع ہو گیا۔

حقیقت تو یہ ہے کہ یورپ کا اقتصادی نظام شروع ہی سے غیر اخلاقی بنیادوں پر قائم رہا ہے مسیحیت سے پہلے، رومی سلطنت میں جاگیرداری نظام اپنی انتہائی برائیوں کے ساتھ لوگوں کو زمین کا غلام بنا کر چل رہا تھا۔ کانسٹینٹائن کے زمانہ میں بعینہٖ یہی جاگیرداری نظام یورپ میں آگیا اور کلیسا نے اس نظام کو اپنی خواہشات کے مطابق ڈھال لیا اور کلیسا کی مسیحیت اس نظام کو مذہبی اخلاق کا پابند نہ بنا سکی۔ بلکہ خود کلیسائی نظام تھوڑے عرصہ بعد جاگیرداری بن گیا، کلیسا بھی اپنی جاگیر میں وہی مظالم کرتا تھا۔ جو دوسرے جاگیردار کرتے تھے۔ فرق یہ تھا کہ کلیسا کا ظلم و ستم مذہب کے نام پر تھا!

اس کے باوجود بھی جاگیرداری معاشیات کا اخلاقی بگاڑ اسی دائرے میں محدود تھا۔ جس کی مسیحی کلیسا کوئی اصلاح نہ کر سکا تھا اور مذہبی تعلیمات نے باوجود تحریف کے سود کو ایک ناگوار

Marfat.com

کام قرار دیا اور بتایا کہ لوگ اپنے معاشی معاملات میں بدرجہ مجبوری سود کا لین دین کریں۔

جب صنعتی انقلاب آیا اور سرمایہ داری نے جنم لیا۔ تو لوگ اخلاق اور عقیدے سے بہت دُور ہو چکے تھے اور سرمایہ داری کو اخلاق کی بنیادیں کھوکھلی کرنے میں کوئی رکاوٹ محسوس نہیں ہوئی۔

سُود مسیحیت اور یہودیت دونوں مذاہب میں حرام تھا۔ لیکن سرمایہ داری کی بنیاد اسی سود پر قائم ہوئی اور سرمایہ داری اپنے ساتھ تمام برائیاں اور ظلم لے کر جلوہ گر ہو گئی۔ غریبوں کی محنت پر ڈاکے پڑے اور سرمایہ دار جس نے کوئی محنت نہیں کی، آرام و راحت سے تمام آمدنی سمیٹ کر اپنے گھر لے گیا۔!

مزدوروں کی محنت و مشقت پر دو روٹی کے بدلے ڈاکہ ڈالا گیا۔ بلکہ اکثر اوقات تو انہیں دو روٹی بھی نصیب نہ ہوئی!

بچوں سے چند ٹکوں کے عوض کئی کئی گھنٹے کام لیا گیا!

جب مزدوروں نے اجرتوں میں اضافہ اور مزدوری کی بہتر شرائط کا مطالبہ کیا تو ان کے مقابلہ پر عورتوں کو لایا گیا، تاکہ ان کی ہمتیں پست ہو جائیں۔

پھر عورتوں کو مردوں کی خواہشات پر بھینٹ چڑھایا گیا اور ان کو مجبور کیا گیا کہ وہ ایک لقمہ کے لیے اپنی عزت کا سودا کریں۔

تخریب اخلاق میں یہ مقصد پنہاں تھا کہ سرمایہ داری کھیل کود، لذتیں، زینت و لباس، فیشن اور دنیا بھر کی بدعات پھیلا کر زیادہ سے زیادہ نفع کما سکے۔

نفع کمانے کی دُھن میں نوآبادیات کے بے شمار کے خام مواد لوٹے گئے اور اصلی مالکوں کو تنگ دستی، پس ماندگی، جہالت، مرض اور بے چارگیوں کا شکار بنا کے چھوڑ دیا گیا اور ساتھ ہی ان کو اخلاق بے راہ روی بھی درآمد کر دی، تاکہ اس راستہ سے بھی سرمایہ دار نفع کما سکے۔

داخلی سیاست میں بُرائیوں کی اشاعت اور ضمیر کی خریداری کا مقصد یہ تھا کہ سرمایہ دار کے

ؔ یہ تصور اسلامی مشرق میں بھی سرایت کر گیا ہے۔ ایک شخص کہتا ہے کہ "میں شراب نہیں پیتا" پھر جلدی سے کہے گا جیسے کوئی بہت بری تہمت دُور کرنے کی فکر میں ہو "ایسا میں کسی دینداری کی بنا پر نہیں کرتا۔ بلکہ مجھے شراب پسند ہی نہیں ہے"

Marfat.com

مفادات محفوظ رہیں اور سامراج مسلّط رہے ۔!!

سرمایہ داری نے ان لوگوں کا مذاق اڑایا جو اخلاق کی دعوت کے علمبردار تھے ۔!

پھر ایسے نظریات بھی سامنے آئے ۔ جن میں کہا گیا کہ معاشیات کے اپنے خاص حتمی قوانین ہیں جن کا اخلاق سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ اس کا انسان سے بھی کوئی تعلق نہیں ہے ۔

اس طرح معاشیات بھی اخلاقیات سے بالکلیہ علیحدہ ہوگئی اور لوگ شانے لہرا کر کہنے لگے ۔

"یہ معاشیاتی مسئلہ ہے اس کا اخلاق سے کیا تعلق ؟" !!

سیاسیات اور اقتصادیات کے بعد جنس کا رشتہ اخلاق سے ٹوٹا ۔!

انسان کی حیوانی تعبیر عمل کی جنسی تعبیر اور جاہلیت منحرفہ میں آنے والے صنعتی انقلاب نے انسان کو مجنونانہ جنس پرستی کی بھٹی میں جھونک دیا !

شروع شروع میں تو اس اخلاقی بگاڑ کو محسوس کرتے رہے ۔ لیکن رفتہ رفتہ یہ سب باتیں بھول گئے ! یا شیطانوں نے بھلا دیں ! مارکس ۔ فرائڈ ۔ ڈرکایم اور دوسرے شیاطین ایک دوسرے کو جھوٹ اور پُرفریب باتیں القا کر رہے تھے !!

مارکس کہتا ہے :

"جنسی عفت تباہ شدہ جاگیرداری معاشرہ کی بچی کھچی چیز ہے ۔ اور اس کی وقتی قیمت اسی اقتصادی دور کے ساتھ تھی ۔"

ہرگز نہیں ! بلکہ اس کی اپنی ذاتی قیمت ہے اور معاشیات سے صرفِ نظر کر کے بھی انسان کو اس کی اتباع کرنی چاہیئے ۔ کیونکہ یہ صفت اس انسان کے ساتھ مخصوص ہے ۔ جو حیوان سے ممتاز ہے !

فرائڈ کہتا ہے ۔

"انسان بغیر جنسی بھوک رفع کیئے اپنے ذاتی وجود کو محقق نہیں کر سکتا ۔ مذہب، اخلاق معاشرہ اور روایات کی تمام بندشیں غلط ہیں اور انسان کی طاقت کو کچلنے والی

---

[1] دیکھئے "انسانی زندگی میں جمود و انقلاب" کا باب "تین یہودی"

[2] "۔ اجتماعیات کے اصول" ص ۱۶۵

ہیں۔ نیز یہ بندشیں غیر قانونی بھی ہیں۔"

ڈرکایم کہتا ہے

"ماہرین اخلاق انسان کے اپنے نفس پر فرائض کو اخلاق کی بنیاد بناتے ہیں۔ یہ ہی مذہب کا بھی معاملہ ہے۔ کیونکہ لوگوں کا خیال ہے کہ مذہب ان خیالات کی پیداوار ہے جو طبعی قوتیں پیدا کرتے ہیں۔ یا جو بعض یگانہ شخصیتوں کے ذہن میں آتے ہیں۔ (رسول اور انبیاء مراد ہیں) لیکن اس طریقہ کا اجتماعی ظواہر پر منطبق کرنا ممکن نہیں۔ سوائے اس کے کہ ہم ان ظواہر کی طبیعت ہی بدل ڈالیں۔"[۲]

مزید کہتا ہے:

"بعض علماء کہتے ہیں کہ انسان میں ایک فطری مذہبی میلان ہے۔ آخری میلان کسی درجہ میں جنسی غیرت، والدین سے نیکی، بیٹوں کی محبت اور اسی قسم کے دوسرے جذبات سے کچھ ملا ہوا ہے۔ کچھ لوگوں نے مذہب، نکاح اور خاندان کی بھی اس انداز سے تعبیرات کی ہیں۔ لیکن تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ انسان کے یہ تمام جذبات فطری نہیں ہیں۔"[۱]

مزید کہتا ہے:

"سابقہ رائے کو بنیاد بناتے ہوئے اب یہ کہنا ممکن ہے کہ قانونی اور اخلاقی قواعد سرے سے موجود ہی نہیں ہیں۔ اگر یہ تعبیر درست ہو۔ اسی وجہ سے یہ ممکن نہیں ہے کہ جن اخلاقی قواعد کا سرے سے کوئی وجود ہی نہیں ہے۔ وہی علم اخلاق کا موضوع بن جائیں۔"[۲]

جنسی تعلقات کے بگاڑ کے بارے میں ہم آئندہ باب میں گفتگو کریں گے۔ یہاں ہم صرف تاریخی جائزہ پیش کر رہے ہیں۔

ان فاسد اصولوں کی بنا پر لوگ جنس کی گہری کھائی میں گر پڑے۔ پھر یہ بھول کر وہ اخلاق سے منحرف ہو گئے ہیں۔ کہنے لگے کہ جنس ایک خالص حیاتیاتی عمل ہے۔ اس کا اخلاق سے کوئی تعلق

---

[۱] بحوالہ سابق ص ۱۷۳ [۲] بحوالہ سابق ص ۵۹ - ۶۰

Marfat.com

نہیں ہے۔ جیسے اس سے پہلے کہہ چکے تھے کہ سیاست بس سیاست ہے۔ اخلاق سے اس کا کیا تعلق!
گویا لوگ جب اس قسم کی باتیں کرتے ہیں تو یہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح حقیقت واقعیہ بھی بدل جائے گی
یا اپنے اوپر سے بگاڑ اور بگاڑ کے نتائج کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتے ہیں۔!

بہر کیف جنس کا بھی اخلاق سے رشتہ منقطع ہو گیا۔ جیسے پہلے سیاسیات اور معاشیات کا منقطع ہو چکا تھا۔ اور اخلاق کے اپنے حقیقی سرچشمہ یعنی مذہب سے تعلق ختم ہونے کے بعد اخلاق کا ایک ستون اور گر گیا ــ حقیقت میں مذہب سے ہٹ کر اخلاق کا کوئی وجود نہیں ہے۔
کیونکہ اخلاقی تنزل بہت سست رفتار ہوتا ہے اور چونکہ اخلاقی سرمایہ صدیوں میں جا کر جمع ہوا تھا۔ اس لئے اس کے ختم ہونے کے لیے بھی صدیاں چاہیئے تھیں۔ اس لئے سیاسیات، معاشیات اور جنس کے اخلاق سے علیحدہ ہونے کے باوجود بھی اخلاق کا بہت کچھ سرمایہ باقی رہ گیا، جو ابھی بگاڑ کا شکار نہیں ہوا ہے۔ اس لئے لوگوں کو اپنی جاہلیت میں یہ محسوس ہونے لگا کہ اخلاق عقیدہ سے جدا ہونے کے بعد بھی زندہ اور فعال رہ سکتا ہے۔ اور چونکہ لوگوں کے ذہنوں میں شیاطین نے مختلف نظریات ٹھونس دیئے ہیں۔ اس لئے وہ یہ بھی محسوس کرنے لگے کہ سیاسیات معاشیات اور جنس کا اخلاق سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ سیاسیات، معاشیات اور جنس خالص غیر اخلاقی اقدار کے ماتحت ہیں۔ سیاسیات، معاشیات اور جنس کا رشتہ ٹوٹ جانے کے باوجود بھی اخلاق بدستور زندہ اور فعال شکل میں موجود ہے۔ اس امر کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہمیں اسے فساد نہ کہنا چاہیئے ہمیں اسے ترقی اور حتمی ضرورت کہنا چاہیئے اور ترقی اور حتمیت میں تو کسی کو اختلاف ہو ہی نہیں سکتا۔
نہ ان کو کسی میزان میں تولا جا سکتا ہے۔ کیونکہ یہ خود میزان ہیں کسی خارجی شے سے ان کی پیمائش نہیں ہو سکتی۔ یہ الٰہ اور دیوتا ہیں۔ ان کے کسی فعل کے بارے میں کوئی سوال نہیں کیا جا سکتا۔ ہمیں ان کا حکم عاجزی سے قبول کرنا چاہیئے۔ بلکہ خوشی سے قبول کرنا چاہیئے۔
اخلاق بدستور تنزل پذیر رہا اور جب اخلاق کا تنزل شروع ہوتا ہے۔ تو پھر رکنے میں نہیں آتا۔ یہاں تک کہ لوگ قعرِ مذلت میں نہ گر جائیں۔
یورپ میں ابھی حقیقی اخلاق کا تھوڑا سا سرمایہ باقی تھا۔ کچھ پسندیدہ انسانی اخلاق۔ مثلاً سچائی، ایمان داری، مستقل مزاجی، کوشش پیہم، تنظیمی صلاحیتیں، پیداوار پر توجہ اور اس کے مقتضیات پر صبر

Marfat.com

اور زندگی کو حسین وجمیل بنانے کی جدّوجہد!

اور یہ تمام خوبیاں یورپ نے اخلاق کے اصل سرچشمہ مذہب سے حاصل کی ہیں۔ خواہ وہ دین مسیحی ہو۔ یا دین اسلام! البتہ اس اخلاق میں قدیم رومی مزاج بھی شامل ہوگیا۔ رومی مادہ اور مادی پیداوار میں تندہی سے کام لیتے۔ اور ہر مسئلہ کو تنظیم اور خوبصورتی سے انجام دیتے تھے۔

لیکن حقیقتاً رومی مزاج ہی نے مغربی اخلاق کے اس باقی ماندہ سرمایہ کو خراب کیا ہے۔

جیسا کہ قدیم یونانی (ہیلینی) تہذیب نے مغربی اخلاق کے ایک بڑے حصّہ کو تباہ کردیا تھا اور مثالیہ اور واقعہ میں فصل پیدا کرکے اس امر کو صحیح قرار دے دیا تھا کہ اخلاقی مثالیہ سے۔ عاجی برجیوں — میں لطف اندوز ہوا جائے۔ خواہ عملی زندگی اس سے متاثر ہو یا نہ ہو! (اسی سے سیاسی دنیا میں میکیاویلی فلسفہ پیدا ہوا۔) اسی طرح رومی مزاج بھی مغربی اخلاق کے باقی ماندہ سرمایہ پر دو طرف سے حملہ آور ہوا۔

رومی مزاج ایک طرف "نفع پرست" تھا۔!

اور — دوسری جانب "انانیت پسند"!

قدیم رومی جاہلیت کے ان دونوں لگاؤ سے جاہلیت جدیدہ میں مغرب کا باقی ماندہ اخلاق متاثر ہوا۔ اور "نفع پرست" اور "انانیت" پسند بن گیا۔!

سچائی، خلوص وغیرہ بیشک خوبیاں ہیں۔ لیکن ان کے کئی معیار ہیں اور کوئی ایک صورت نہیں ہے۔

یہ تمام خوبیاں انسانیت کے معیار کے مطابق بھی ہوسکتی ہیں۔ جیسا کہ ہونا چاہیئے اور مذہب کا سرچشمہ جس اخلاق کو سیراب کرتا ہے وہ بھی یہی "انسانی اخلاق" ہے۔

اخلاق قومی معیار کے مطابق بھی ہوسکتا ہے۔ یہ اخلاق قومیت کی حدود میں محدود ہے قومی حدود سے نکلتے ہی اخلاق پر ختم ہوا اور انسانی حدود سے گذر کر صرف انانیت رہ جاتا ہے اور اس کے سہارے انسان چوری کرتا ہے۔ لوٹتا ہے۔ دھوکہ دیتا ہے اور چکمہ دیتا ہے اور لیکن اسے کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ کیونکہ یہ اخلاق سرے سے انسانی بنیادوں پر قائم ہی نہیں ہے۔

Marfat.com

پھر قومی حدود میں رہتے ہوئے بھی اخلاق اس لئے نہیں برتا جاتا کہ وہ خود مستقل اقدار کا حامل ہے بلکہ اس لئے کہ اس اخلاق سے اخلاق والے نفع اٹھا سکتے ہیں۔

بس پھر جتنا نفع پہنچنے کی امید ہوتی ہے اتنا ہی اخلاق برت لیا جاتا ہے اور اگر فائدہ حاصل ہونے کی امید نہ ہو تو اخلاق کی بھی ضرورت نہیں۔

یہ ہے مغرب کا بچا کھچا سرمایۂ اخلاق، جو رومی جاہلیت کے دونوں بگاڑ کا شکار ہو گیا۔ جب مسلمان صلیبی دور میں، اور خاص کر صلاح الدین ایوبی کے زمانہ میں عیسائیوں سے معاملات کر رہے تھے تو انہوں نے اپنے وعدے وفا کیئے اور جب وہ مجبور ہوتے تھے اور فائدہ بھی اسی میں ہوتا تھا کہ معاہدہ توڑ دیں۔ اس وقت بھی مسلمانوں نے اپنے کسی معاہدے کو نہیں توڑا۔ تو اس وقت مسلمانوں نے اخلاق کی ایک نمایاں مثال قائم کی۔

یہی اخلاق اپنی اصلی صورت میں تھا اور اللہ کی بتائی ہوئی صراط مستقیم کے مطابق تھا۔

وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَاءٍ - اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِيْنَ (سورہ انفال ۵۸)

اور اگر کبھی تمہیں کسی قوم سے خیانت کا اندیشہ ہو تو اس کے معاہدے کو علانیہ اس کے آگے پھینک دو۔ یقیناً اللہ خائنوں کو پسند نہیں کرتا۔

اور جب صلیبی مسلمانوں سے کیئے ہوئے معاہدے توڑ رہے تھے اور ان کو دھوکہ سے پکڑ کر مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں کا ایسا قتل عام کر رہے تھے۔ جس کو یورپ کا ضمیر ہی برداشت کر سکتا ہے اور جب تہتے مسلمانوں نے، اللہ کے گھر، امن دینے والے حرم مقدس مسجد میں پناہ لے لی تو صلیبیوں نے مسجدوں میں گھس کر مسلمانوں کا اس قدر قتل عام کیا کہ ان کے گھوڑوں کی ٹانگیں خون میں ڈوب گئیں۔!!

لیکن جب بعینہٖ یہی موقع مسلمانوں کو ملا اور وہ ان صلیبیوں پر کامیاب ہوئے تو انہوں نے صلیبیوں سے انسانی سلوک کیا اور اخلاق کی ایک دوسری نمایاں مثال قائم کی اور بتایا کہ ان کا اخلاق انسانی معیار پر قائم ہے۔ کیونکہ وہ اللہ کی بتائی ہوئی صراط مستقیم اور ہدایت کے مطابق ہے۔

مگر اللہ کی ہدایت سے منحرف جاہلی یورپ اخلاق کے اس معیار تک کبھی بھی نہ پہنچ سکا۔ کیونکہ یورپ کا اخلاق اپنے اصلی سرچشمہ سے مستفید ہونے کے بجائے یونانی اور رومی جاہلیتوں

Marfat.com

سے مستفید ہوا۔

قدیم رومی مزاج، ہمارے سامنے رومی قانون میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ جس رومی قانون میں عدل و انصاف صرف رومیوں کے لئے تھا۔ غیر رومی لوگوں کا عدل و انصاف میں کوئی حصہ نہ تھا یہی خود پسندانہ مزاج جاہلیت جدیدہ میں مغربی اخلاق پر غالب آگیا۔ اخلاق ان کے یہاں حدود قومیت میں تو قابلِ عمل ہے۔ لیکن قومیت کی حدود سے نکل کر اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہاں اگر کسی فائدے کی امید ہو تو قومیت سے باہر بھی اخلاق برتا جا سکتا ہے۔

سیاسیات کے دائرے میں تو مغربی اخلاق کی حقیقت ایک دنیا کو معلوم ہے۔ معاہدے کیئے جاتے ہیں اور جوں ہی قومی مصالح میں کوئی تبدیلی آئی۔ فوراً سارے معاہدے ٹوٹ گئے اور اور اس حرکت کے باوجود بالکل سبک اور بے پرواہ نظر آتے ہیں۔ جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ کیونکہ یونانی جاہلیت کے مطابق نظریہ اور عمل میں مطابقت ضروری نہیں ہے۔

اس "بلند اخلاق" کی جولان گاہ صرف سیاست نہیں ہے۔ بلکہ کچھ اور میدان بھی ہیں!!

مسلمانوں نے جن ممالک کو فتح کیا، وہاں کے غیر مسلموں کے عقائد مسلم حکومتوں کی زیر نگرانی اور تحفظ میں رہے۔ مسلمانوں نے کبھی اس بات کی کوشش نہیں کی کہ غیر مسلموں کو کسی حیلہ بہانے سے مسلمان بنالیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین میں مسلمانوں کو اسی اخلاق کی تعلیم دی تھی!

اس کے برخلاف مغربی اخلاق کی مثال دیکھئے....

جنوبی افریقہ میں انگلش جہازراں کمپنی کے جہازوں پر افریقی مسلمان ملازم تھے اور انگریزی کمپنی انہیں کسی قیمت پر مسلمان نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ چنانچہ کمپنی نے مسلمانوں کی مزدوریوں کا ایک حصہ شراب کی بوتلوں کی شکل میں دینا شروع کر دیا۔ مزدوریوں اور اُجرتوں کے سلسلہ میں یہ اپنی نوعیت کی علیحدہ مزدوری تھی!

چونکہ مسلمانوں کے یہاں شراب کا پینا اور فروخت کرنا دونوں حرام ہے۔ اس لئے یہ بے چارے مزدور شراب کی بوتلیں توڑ دیتے اور باقی ماندہ مزدوری پر گذارا کرتے تھے!!

کسی قانون دان نے ان غریب مسلمانوں کو نصیحت کی کہ وہ شراب کی شکل میں اجرت لینے سے انکار کر دیں اور اگر کمپنی اس عجیب طرز پر اُجرتوں کی ادائیگی پر اصرار کرے تو کمپنی پر مقدمہ کر دیا جائے۔

Marfat.com

لیکن نتیجہ یہ نکلا کہ کمپنی نے ان سب مسلمان مزدوروں کو ایک ہی دفعہ ملازمت سے علیحدہ کر دیا۔

یہ ہے مغربی اخلاق کا بلند اور اعلیٰ نمونہ !!

فرانس کے لوگ زیادہ ظریف اور مہذب ہیں۔ جب پیرس والے ادب روح ظرافت اور اٹیکیٹ کے ساتھ آپ سے پیش آئیں اور آپ کے اوپر بڑی نرمی اور مہربانی کا اظہار کریں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ فرانس میں جتنا روپیہ خرچ کر سکتے ہیں کریں۔

لیکن اگر آپ خرچ نہ کر سکیں ..... تو سنئے !

مجھے ایک مصری نوجوان نے سنایا۔ جس نے کچھ عرصہ فرانس میں گذارا تھا اور شراب پینے اور نامناسب مقامات پر جانے کا عادی نہ تھا۔ حتیٰ کہ ہوٹل والے اس کے کمرے میں "سامانِ تعیش" فراہم کرتے تو وہ اس سے بھی لطف اندوز نہ ہوتا۔ تو اس پاکبازی کے صلہ میں ہوٹل والوں نے اس کے استعمال کی اشیاء میں قیمتوں کا اضافہ کر دیا اور اسے مختلف طریقوں سے تنگ کرنے لگے۔ تاکہ وہ ہوٹل چھوڑ کر چلا جائے۔

حدود قومیت سے باہر بین الاقوامی تجارت میں جس نادر المثال ایمان داری سے معاملات کیے جاتے ہیں تو یہ ایمان داری اخلاق نہیں منفعت پرستی ہے۔

کیونکہ دھوکہ دہی سے مارکیٹ ختم ہو جائے گی اور اس طرح نفع بھی جاتا رہے گا۔ تو نفع کا شدید لالچ معاملات میں ایماندار بننے پر مجبور کر دیتا ہے۔

پھر اخلاق میں منفعت پرستی بیرونی معاملات تک موقوف نہیں رہی۔ بلکہ رفتہ رفتہ قومی زندگی میں بھی اخلاق کا محرک یہی مفاد پرستی بن گئی۔

گویا اولاً اخلاق انسانی معیار سے گر کر قومی معیار پر آیا ..... اور قومی معیار سے گر کر آپس میں لین دین کی منفعت بن گئی۔

سچائی قومی تنظیم میں فائدہ مند ثابت ہوئی ہے۔ آپ سچ بولتے ہیں تو بدلہ میں دوسروں سے بھی توقع کرتے ہیں کہ وہ بھی سچ بولیں۔ اس لئے نہیں کہ سچائی بذاتِ خود کوئی خوبی ہے۔ بلکہ اس لئے کہ آپ اور سب مل کر سچائی سے فائدہ اٹھائیں۔ سچ بول کر آپ بہت سی محنت کافی مال اور وقت کی بچت کر سکتے ہیں اور ان طاقتوں کو مزید فائدہ کمانے کے لئے صرف کر سکتے ہیں۔!

Marfat.com

اگر سچائی میں کوئی فائدہ نہ ہو۔ یا سچائی میں کوئی مادی نقصان ہو تو اس سچائی کی کیا قیمت رہ جاتی ہے اور اس سچائی کو اپنانے کے لیے کون سا محرک باقی رہ جاتا ہے۔!؟

مجھے امریکہ میں کچھ عرصہ گذارنے والے ایک مصری نے سنایا کہ:

"میں ایک 'اتوار کے اسکول' میں ایک استانی سے زبان سیکھا کرتا تھا۔ جب ہم ذرا مانوس ہو گئے اور استانی کو معلوم ہوا کہ میں اچھا خاصا دین دار مسلمان ہوں تو کہنے لگی۔ میں اسلام کے بارے میں کچھ ایسی باتیں جانتی ہوں کہ اس اسلام کی وجہ سے لوگ تم سے نفرت کرنے لگیں گے۔ امثال کے طور پر ایک دفعہ تمہارے نبی محمدؐ نے شراب پی، نشہ ہوا تو آپ اپنے آپ کو سنبھال نہ سکے اور گر پڑے۔ پھر ایک سؤر نے آپ کے کاٹ لیا۔۔۔۔ (نعوذ باللہ)۔۔۔۔ اسی وجہ سے آپ نے شراب اور سؤر حرام کر دیا!!

میں نے کہا اب تو آپ کو حقیقت کا علم ہو گیا۔ کیا آپ اب بھی بچوں کو یہی باتیں بتائیں گی۔ کہنے لگی اوہ! یہ دوسرا مسئلہ ہے۔ مجھے یہی باتیں پڑھانے کی تنخواہ ملتی ہے!"

کیونکہ اخلاق اپنی اصلی سرچشمہ سے جدا ہو کر اور یونانی اور رومی جاہلیتوں سے متاثر ہو کر جاہلیت جدیدہ میں اپنا سرمایہ لٹا بیٹھا ——— تو اب اخلاق کے بس کی بات نہیں رہی تھی کہ کسی مزاحمت کو برداشت کرتا۔!

مغربی اخلاق سے لوگ بڑے دھوکہ میں مبتلا ہو گئے۔ کیونکہ وہ دیکھتے ہیں کہ سیاسیات، معاشیات اور جنسی تعلق میں بگاڑ پیدا ہو جانے کے باوجود بھی اخلاق اپنی جگہ پر قائم ہے لیکن لوگوں نے اس اخلاق کی نفع پرستی اور انانیت پسندی کو نظر انداز کر دیا۔ چنانچہ یہ سمجھنے لگے کہ اخلاق اپنے مذہبی رشتہ سے منقطع ہونے کے باوجود بھی زندہ و فعال موجود ہے اور جو امور اخلاق سے علیحدہ ہو گئے وہ حقیقتاً اخلاق سے متعلق ہی نہ تھے۔ سیاسیات، معاشیات اور جنس میں خواہ کتنا ہی بگاڑ کیوں نہ پیدا ہو جائے (یا ترقی پذیر ہو جائیں یا حتمیت کے تابع ہو جائیں) اور خواہ مادی نفع پرست انانیت پسند مزاج انسانیت کے خلاف کتنی ہی سرکشی کیوں نہ اختیار کر لے۔

اخلاقی بندھن بہت آہستہ آہستہ ڈھیلے ہوتے ہیں۔ جس سے لوگ یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ شاید اخلاق کی گرفت ابھی تک مضبوط ہے۔

Marfat.com

لیکن اس ربع صدی میں جو واقعات سامنے آئے ہیں، وہ کسی اور ہی بات پر دلالت کر رہے ہیں۔

ہم مثالوں کے ضمن میں پہلے فرانس کو لیتے ہیں۔

فرانس میں جنسی تعلقات میں اخلاقی بگاڑ اس طرح سرایت کر رہا تھا۔ جیسے کوئی کیڑا ہڈی کے اندر کا گودا کھا رہا ہو۔ حتیٰ کہ جب جنگ ہوئی تو پورا فرانس جنس کے گندے جوہڑ میں غرقاب تھا!

نتیجہ یہ ہوا کہ فرانس چند ہی دنوں میں ہار گیا۔ اس لئے نہیں کہ فرانس کے پاس اسلحہ نہیں تھا بلکہ جدید ترین اور مہلک ترین اسلحہ فرانس ہی کے پاس تھا اور 'ماجینو' لائن کی قلعہ بندی مشہور تھی۔ لیکن چونکہ فرانس کے پاس جذبۂ جہاد نہیں تھا اور نہ ان کے پاس ایسی عزت تھی۔ جس کا وہ بچاؤ کرتے۔ بلکہ فرانس کو یہ خطرہ ہوا کہ جرمنی کی بمباری سے پیرس کی رقص گاہیں تباہ نہ ہو جائیں۔ چنانچہ دو ہفتہ کے اندر اندر فرانس نے ہتھیار ڈال دیئے۔!!

اور لوگ کہنے لگے۔۔۔ یہ تو حالات کا تقاضا تھا۔ اخلاق کا اس سے کیا تعلق ؟

دوسری مثال امریکہ کی لیجئے۔۔۔

کینیڈی نے ۱۹۶۲ء کے اہم بیان میں کہا کہ امریکہ کا مستقبل خطرہ میں ہے۔ کیونکہ نوجوان جنس پرستی میں اس قدر بہک رہے ہیں کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے کے قابل نہیں رہے۔ فوج میں شمولیت کے لئے آنے والے ہر سات نوجوانوں میں سے چھ ناکام لوٹا دیئے جاتے ہیں۔ کیونکہ شہوت پرستی نے ان کی طبی اور نفسیاتی حالت ابتر بنا دی ہوئی ہے۔

بلکہ اس سے بھی زیادہ خطرناک اور بدترین مثال لیجئے۔

امریکہ کی وزارت خارجہ نے اپنے ۳۳ ملازمین کو علیحدہ کر دیا۔ اس لئے کہ وہ جنسی بے راہ روی کے شکار تھے اور اس قابل نہ تھے کہ حکومت کے رازوں کے بارے میں ان کو قابل اطمینان سمجھا جاتا !!

انگلستان کی مثال لیجئے۔۔۔

انگلستان کے وزیر جنگ پروفومیو نے ایک فاحشہ سے لذت اندوز ہونے کی خاطر حکومت کے جنگی اسرار کو خطرے میں ڈال دیا۔!

روس کو لیجئے۔۔۔

خروشچیف نے بھی ۱۹۶۲ء میں کینیڈی کی طرح بیان دیا کہ روس کا مستقبل خطرے میں ہے اور روس کے نوجوانوں کے مستقبل پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے کہ وہ شہوت پرستی میں ڈوبے ہوئے ہیں!!

پھر یورپ کے شمالی ملکوں کو لیجئے جو زیادہ ترقی یافتہ ہے اور جاہلیت جدیدہ میں تمام ملکوں سے آگے ہے۔

پراگندہ حال، پریشان نوجوان ... چرس اور افیون پیتے ہوئے ... اپنی طاقتوں کو جنون اور پاگل پن میں صرف کرتے ہوئے ... لوٹ مار ... قتل اور اغوا کرنے والی ٹولیاں ... حکومت اور ماہرین اجتماعیات کے سکون کو لوٹ رہی ہیں!!

یہ سب کچھ صرف ایک جنس کے میدان میں ہے۔

اور مسئلہ اس حد پر آکر ختم نہیں ہو جاتا ... بلکہ گاڑی ڈھلواں راستہ پر پھسلتی ہی جا رہی ہے: امریکہ میں بڑے بڑے مہذب لوگوں کی انجمنیں ہیں۔ جن میں وکیل، ڈاکٹر، لکھنے والے اور قانون دان سبھی ہیں —— آپ کو معلوم ہے کہ یہ انجمنیں کیا کرتی ہیں؟!

ان انجمنوں کا کام ہے۔ لوگوں کو زنا کی سہولتیں مہیا کرنا!!

کیونکہ کیتھولک ریاستوں میں طلاق کی اجازت اس وقت تک نہیں مل سکتی جب تک زوجین میں سے کوئی ایک زنا کا مرتکب نہ ہو جائے۔ اس کے بعد دوسرا طلاق کا مطالبہ کرے

اس لئے جو طلاق لینا چاہتا ہے —— خواہ وہ شوہر ہو۔ یا بیوی —— وہ ان جماعتوں کی خدمات حاصل کرتا ہے۔ چنانچہ یہ جماعتیں کسی نہ کسی طرح اس شوہر یا بیوی کو زنا کا ارتکاب کرا دیتے ہیں اور اسی حالت میں اسے پکڑوا کر طلاق کے حصول کے لئے ضروری کاغذات پیش کر دیتے ہیں اور اپنی کارگزاری کی مقررہ فیس لے لیتے ہیں۔!!

امریکہ ہی میں لڑکیوں کو فروخت کرنے والی جماعتیں بھی ہیں۔ یہ جماعتیں لڑکیوں کو پکڑ کر یورپ کے دولت مندوں کی خواہشات پر بھینٹ چڑھا دیتے ہیں —— اور اپنا منافع حاصل کر لیتے ہیں!!

ایسی بھی جماعتیں ہیں۔ جو "جمہوری انتخابات" میں علانیہ مخالفین کو دھمکیاں دیتی ہیں

Marfat.com

اور ضرورت پڑے تو قتل بھی کر دیتی ہیں۔ اور اس کارنامہ کا بھی ان کو معاوضہ ملتا ہے۔
مسئلہ اس حد پر بھی آکر ختم نہیں ہو جاتا۔
یورپ کی نئی نسل انتہا درجہ کی اباحیت پسندی اور تنزل کا شکار ہے!
لوٹ مار اور اغوا کی انجمنیں بنی ہوئی ہیں!
بچوں کی ٹولیاں چلتی ہوئی ریلوں کی کھڑکیوں پر پتھراؤ کرتی ہیں!
بچوں کی ٹولیاں ریلوے لائن پر پتھر رکھ دیتی ہیں، تاکہ ان پر سے ریلیں گذر جائیں!
چرس۔ بھنگ اور مخدرات کی ٹولیاں!
سواریوں کے کرائے ادا نہ کرنا!
غرض وہ ساری برائیاں جن کا ایک انسان تصور کر سکتا ہے۔ وہ سب موجود ہیں!
بگاڑ اب بھی پوری اخلاقی زندگی پر محیط نہیں ہوا ہے۔ — اب بھی چند خوبیاں باقی ہیں
— جن کے سہارے — اگر اللہ کی منشا ہو — یورپ بالکل تباہ ہونے سے پہلے اپنی
جاہلیت جدیدہ میں ایک نسل اور گذار سکتا ہے! دیکھنا یہ ہے کہ یورپ کس طرف جا رہا ہے۔
ترقی کی طرف یا تنزل کی طرف! بھلائی کی جانب یا برائی کی جانب!
پہلے پہل لوگوں نے اس پیش آمدہ خطرے پر تجاہل سے کام لیا اور ہنستے قہقہے لگاتے اپنے سر
ریت میں چھپا لیے اور پکار پکار کر کہنے لگے۔ "دنیا بہت اچھی ترقی کر رہی ہے"!
اور۔ عقل و ثقافت کا مظاہرہ کرنے والے اور "معیار ترقی" پر پورے اترنے والے
لوگوں نے کہنا شروع کیا۔
"نئی نسل گذشتہ نسل سے زیادہ بہتر ہے۔ نئی نسل جری، کھلے ذہن کی مالک، ترقی پسند
اور اپنے زمانے کی عقل کے مطابق زندگی گزارتی ہے ترقی پسند نسل کے بارے میں، پس ماندہ
نسل کی عقلیت سے کوئی حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ ہماری اخلاقیات زندگی کے جدید حالات کے
مطابق نہیں ہیں۔ نئی نسل اپنے نو بہ نو بدلتے ہوئے حالات کے مطابق اپنے اخلاق خود بناتی ہے
اور جو لوگ یہ چیخ و پکار کر رہے ہیں وہ اپنے جمود اور پس ماندگی کی بنا پر حالات کو نئی نظر سے
نہیں دیکھ سکتے۔"

Marfat.com

پھر جن کے ہاتھوں میں تہذیب جدید کی باگ ڈور ہے ۔ یعنی یورپ اور امریکہ ۔ انہی کے یہاں سے خبریں آئیں ۔ کہ ——

یورپ اور امریکہ نے ان غلاموں کے منہ میں لگامیں لگائیں ۔ جو عقل ، ثقافت اور معیار ترقی کے نعرے لگا رہے تھے ۔ !

نوجوانوں کے بگاڑ پر غور کرنے کے لیے کئی علمی مجلسیں منعقد کی گئیں ۔ جنہوں نے پورے وثوق کے ساتھ یہ رپورٹ دی کہ معاملہ بے حد نازک ہے ۔ نئی ابھرنے والی نسل بگاڑ اور تنزل کا شکار ہے ۔ اس پر یہ اعتماد نہیں کیا جا سکتا کہ وہ مستقبل میں قیادت سنبھال سکے گی اور مغربی ممالک تباہی سے ہمکنار ہونے والے ہیں ۔ !

اگر غیر انسانی فکر سے صرف نظر کر لیا جائے —— غیر انسانی اس لئے کہ اس میں انسانیت کو پیش آنے والے خطرات پر غور نہیں کیا گیا ۔ بلکہ صرف حدود قومیت میں رہ کر سوچا گیا ہے —— اگر ہم اس نگاہ سے اور جاہلیت جدیدہ کے اس اخلاقی بگاڑ سے صرف نظر کر لیں ۔ تو ہم کہیں گے ۔ کہ اخلاق کا اس درجہ دیوالیہ ساری انسانیت کے زوال اور تباہی کا پیش خیمہ ہے ۔

پوری انسانیت کی تباہی اس لئے ہے کہ مغربی جاہلیت جدیدہ کا نام نہاد اخلاق متعدی مرض کی طرح پوری دنیا میں پھیل گیا ہے ۔

اور ۔ اخلاق جب اپنے اصلی سرچشمہ سے علیحدہ ہو گیا ۔ جب کہ اس کا تعلق اللہ پر سچے اعتقاد سے ٹوٹ گیا اور جب اخلاق میں عقیدے کا بگاڑ پوری طرح جھلکنے لگا ۔ تو اب نہ اخلاق قائم رہ سکتا ہے ۔ اور نہ زندہ رہ سکتا ہے ۔ ۔ ۔

یورپ کے اخلاق کی وہ عمارت جس کی صدیوں میں تعمیر ہوئی تھی صرف دو صدیوں میں کھنڈر بن کر رہ گئی !

جاہلیت جدیدہ میں دو چار خوبیاں ہی اس کی زندگی کے آخری سانسوں کا سہارا بنی ہوئی ہیں اور یہ دو چار خوبیاں بھی رو بہ زوال ہیں نئی نسل زیادہ بگڑی ہوئی اور زیادہ انانیت پسند ہے ۔ ۔ ۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ مستقبل حال سے زیادہ خطرناک ہوگا اور اخلاق کی گاڑی تنزل کی ڈھلوان سڑک پر لڑھکتی چلی جائے گی ۔

Marfat.com

اب یہ کہنے سے بھی کوئی فائدہ باقی نہیں رہا کہ فلاں فلاں باتوں کا اخلاق سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

سیاست دائرہ اخلاق سے نکلی۔ معاشیات کا اخلاق سے تعلق ختم ہوا اور جنس کا رشتہ اخلاق سے ٹوٹا ـــــ یہ اخلاقی دیوالیہ کی ابتداء تھی ـــــ اور پھر اخلاق کی سواری تنزل کی ڈھلوان سڑک پر پھسلتی چلی گئی! اور لحظہ بہ لحظہ اس کی رفتار میں بھی اضافہ ہوتا رہا۔!

اللہ کی عبادت سے منحرف جاہلیت جدیدہ کے مصائب کی وجہ یہ ہی ہے!

انسانیت کے ڈھانچے میں لگا ہوا کیڑا بہت آہستہ آہستہ گودا کھا رہا تھا۔ اس طرح کہ باہر سے جسم صحیح سلامت تھا اور کیڑا لگنے کا پتہ ہی نہیں چلتا تھا۔ حتیٰ کہ کیڑے کا کھایا ہوا جسم آناً فاناً بوسیدہ ہو کر گر پڑا۔!

اس کے باوجود بھی جاہلیت لوگوں کو یقین دلا رہی ہے اور لوگ بھی بڑی سادگی سے یقین کر رہے ہیں کہ جاہلیت میں بڑی خوبیاں ہیں اور بڑی اخلاق کی حامل ہے۔؟

Marfat.com

جنسی تعلقات کا بگاڑ

Marfat.com

جنسی تعلقات کا بگاڑ

اس باب میں "جنسی تعلقات کا بگاڑ" اخلاقی حیثیت سے کرنا مقصود نہیں ہے۔ کیونکہ گذشتہ باب میں ہم اس موضوع پر گفتگو کر چکے ہیں۔ یہاں جنسی تعلقات کا بگاڑ، انسان کے نفسیاتی تشخص اور انسان کی اجتماعی زندگی میں اختلال پذیر ہونے کی حیثیت سے زیر گفتگو آئے گا اخلاقی حیثیت سے جنسی تعلقات کا بگاڑ اتنا واضح ہے کہ اس کے بیان کی مزید کوئی ضرورت نہیں ہے۔

جاہلیت جدیدہ نے اس بات پر پردہ ڈالنے کے لیے کہ جنسی تعلقات کا بگاڑ حقیقت میں اخلاقی بگاڑ ہے۔ فرائڈ مارکس اور ڈرکایم کے علمی نظریات اور مادی تفسیر کو پیش کیا ہے اور لوگوں کو اس وہم میں مبتلا کر دیا ہے کہ جنس ایک حیاتیاتی عمل ہے اور اس کا اخلاق سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اس کے ساتھ ہی افسانے، ڈرامے، سینما، ٹیلی ویژن، ریڈیو اور صحافت بھی ساری زندگی کی جنسی تصویر کشی کر رہے ہیں اور یہ ذہن نشین کرانا چاہتے ہیں کہ جنسی تعلقات بالکل طبعی بنیادوں پر قائم ہیں اور اس میں کسی قسم کا بگاڑ نہیں ہے۔

ان تمام کوششوں کے باوجود بہرحال جنسی بے راہ روی اپنی ابتدا سے انتہا تک ایک اخلاقی بگاڑ ہی ہے۔

"علمائے یہود کے نظم عمل" میں تحریر ہے۔

"ہمیں ہر جگہ اپنی حاکمیت کے قیام کے لیے "اخلاقی گراوٹ" کے لیے کوشش

کرنا چاہیے۔

"فرائڈ ہمارے مقاصد کی تکمیل کے لیے جنس کو منظرِ عام پر لاتا رہے گا۔ تاکہ نوجوانوں کی نظر میں کوئی مقدس شے باقی نہ رہے۔ بس نوجوانوں کی زندگی کا مقصد یہی جنسی خواہشات کی تکمیل رہ جائے۔ یہی راستہ اخلاق کی تباہی کا ہے۔"

"ہم نے ڈارون، مارکس اور نطشے کی آراء کو پھیلانے اور کامیاب بنانے کے لیے لائحہ عمل مرتب کر لیا ہے۔ مذکورہ بالا مفکرین کی فکر و فلسفہ کا غیر یہودیوں کے اخلاق پر جو برا اثر پڑتا ہے وہ ہمیں اچھی طرح معلوم ہے۔"

ان حوالوں سے بھی یہی علم ہوا کہ جنسی تعلقات کا بگاڑ درحقیقت اخلاقی بگاڑ ہی ہے۔ کیونکہ لوگوں نے اپنی جاہلیت جدیدہ میں یہ تصور کر لیا ہے کہ زندگی کا اخلاق سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس لئے ہم بھی جنسی تعلقات کے بگاڑ کو اخلاقی بگاڑ کی حیثیت میں پیش کرنا نہیں چاہتے۔ حالانکہ درحقیقت اخلاق زندگی سے ہرگز علیحدہ نہیں ہے۔ اخلاق صرف ایسے منظر باتی اصولوں کا نام نہیں ہے جو عاجی برجیوں میں پائے جائیں۔

اخلاقی قوانین بھی وہی ہیں۔ جو واقعیاتی زندگی کے ہیں۔ یہ ہرگز ممکن نہیں کہ زندگی پوری خوبی سے رواں دواں ہو اور اس میں اخلاقی بگاڑ بھی پایا جاتا ہو۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اخلاقی بگاڑ لازمہ ہے زندگی کے بگاڑ کا۔ اور زندگی کا بگاڑ لازمہ ہے اخلاقی بگاڑ کا۔ کیونکہ اخلاق اور زندگی دونوں ہی کا سرچشمہ انسان کا مکمل وجود اور فطرت انسانی ہے۔

جب ہم جنسی تعلقات کے اختلال کو اس حیثیت سے ذکر کریں گے کہ اس کے واقعیاتی زندگی پر کیا اثرات ہیں۔ تو ہم آخر میں یہ بھی بتائیں گے کہ درحقیقت جنسی تعلقات کا بگاڑ اخلاقی بگاڑ ہی ہے۔

حیات انسانی کے دیگر پہلوؤں کے بالمقابل جنسی تعلقات میں بلاشبہ پسندی بہت آہستہ آہستہ اور ایک طویل عرصہ میں رونما ہوئی۔

قرون وسطیٰ میں کلیسا کی مسخ شدہ مسیحی تعلیمات مغربی ذہن پر چھائی ہوئی تھیں

Marfat.com

بلاشبہ حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات ایک قسم کے زہد اور جسمانی خواہشات سے بلند ہونے کی دعوت پر مشتمل تھیں۔

اگرچہ یہ ہر زمانے میں ہر نبی اور ہر دین کی دعوت رہی ہے۔ لیکن حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات میں زاہدانہ زندگی بسر کرنے کے متعلق کچھ زیادہ ہی مؤثر ہدایت تھیں۔ کیونکہ عیسائیت کو اس وقت کی بنی اسرائیل کے اخلاقی دیوالیہ پن کو دُور کرنا اور رومی دنیا کی مادی سرکشی کو کچلنا مقصود تھا۔ چنانچہ انجیل میں ہے۔

"اگر تمہاری نگاہ گناہ کرے، تو آنکھ نکال دو۔ کیونکہ جسم کے ایک حصّہ سے محروم ہو جانا۔ پورے جسم کو جہنم میں ڈالنے سے بہتر ہے"[1]

اس قسم کے اقوال سے کلیسا کا اخلاق اُبھرا اور رہبانیت کی بنیاد رکھی گئی۔

وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْهِمْ (سورۂ حدید ۲۷)	"اور انہوں نے رہبانیت کو خود ایجاد کر لیا۔ ہم نے ان پر اس کو واجب نہ کیا تھا۔"

ایک عام خیال یہ ہو گیا تھا کہ جنس گندگی اور نجاست کے مترادف ہے اور عورت شیطانی مخلوق ہے۔ اس سے بچنا ضروری ہے اور نکاح عوام الناس کی ایک حیوانی ضرورت ہے۔ جس سے پارسا اور متقی لوگوں کو احتراز کرنا چاہیئے۔

غرض ایک طرف رومی سلطنت کی برائیاں پھیلی ہوئی تھیں اور دوسری طرف رہبانیت تھی۔ جو جنگل اور دیہات میں پناہ لیتی پھرتی تھی۔

لیکی اپنی کتاب "تاریخِ اخلاقِ مغرب" میں لکھتا ہے:

"قرونِ وسطیٰ کے لوگ دو انتہاؤں پر تھے۔ ایک انتہا رہبانیت تھی اور دوسری انتہا فسق و فجور تھی۔"

جن شہروں میں فسق و فجور زیادہ تھا۔ انہیں شہروں میں بڑے بڑے زاہد بھی پیدا ہوئے۔ اس دَور میں گناہ اور توہم پرستی کی گرم بازاری تھی اور دونوں ہی انسانی شرافت

---

[1] انجیل متی اصحاح خامس۔ آیت ۲۴

Marfat.com

کے دشمن ہیں"۔ [1]

لیکی رہبانیت کے زیر سایہ بڑھنے والی جنسی نفرت کی ان الفاظ میں تصویر کشی کرتا ہے۔

"لوگ عورت کی پرچھائیں سے بھی ڈرتے تھے۔ عورتوں کی مجلس میں بیٹھنا بھی گناہ خیال کیا جاتا۔ وہ سمجھتے تھے کہ عورتوں سے سر راہ ملاقات ہو جانا یا ان سے بات کر لینا۔ ان کے سارے نیک اعمال اور روحانی جدوجہد کو ملیامیٹ کر دے گا۔ اگرچہ وہ عورتیں ان کی اپنی مائیں بہنیں اور بیویاں ہی کیوں نہ ہوں"۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی اپنی کتاب "پردہ" میں مغربی مفکرین کے بعض اقوال نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

"ان کا ابتدائی اور بنیادی نظریہ یہ تھا کہ عورت گناہ کی ماں اور بدی کی جڑ ہے۔ مرد کے لیے معصیت کی تحریک کا سرچشمہ اور جہنم کا دروازہ ہے۔ تمام انسانی مصائب کا آغاز اسی سے ہوا ہے۔ اس کا عورت ہونا ہی اس کے شرمناک ہونے کے لئے کافی ہے۔ اس کو اپنے حسن و جمال پر شرمانا چاہیئے کیونکہ وہ شیطان کا سب سے بڑا ہتھیار ہے۔ اس کو دائما کفارہ ادا کرتے رہنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ دنیا اور دنیا والوں پر مصیبت لائی ہے۔

ترتولیان جو ابتدائی دور کے آئمہ مسیحیت میں سے تھا، عورت کے متعلق مسیحی تصور کی ترجمانی ان الفاظ میں کرتا ہے۔

"وہ شیطان کے آنے کا دروازہ ہے۔ وہ شجر ممنوعہ کی طرف لے جانے والی۔ خدا کے قانون کو توڑنے والی، اور خدا کی تصویر ۔ مرد کو غارت کرنے والی ہے۔

کرائی سوسٹم جو مسیحیت کے اولیاء کبار میں شمار کیا جاتا ہے۔ عورت کے حق میں کہتا ہے۔

---

[1] "مسلمانوں کے زوال سے دنیا کو کیا نقصان پہنچا" (ابوالحسن ندوی)

Marfat.com

"ایک ناگزیر برائی۔ ایک پیدائشی وسوسہ، ایک مرغوب آفت، ایک خانگی خطرہ
ایک غارت گر دلربائی، ایک آراستہ مصیبت۔"

ان کا دوسرا نظریہ یہ تھا کہ عورت اور مرد کا صنفی تعلق بجائے خود ایک نجاست اور ایک قابل اعتراض چیز ہے۔ خواہ وہ نکاح کی صورت ہی میں کیوں نہ ہو۔"

اس منحرف جاہلی نظریہ کا ـــــ جس کا نہ کسی دین نے حکم دیا تھا اور نہ کسی نبیؑ نے کہا تھا ـــــ ایک شدید جاہلی ردعمل رونما ہوا۔

یہ ردعمل بہت آہستہ آہستہ سامنے آیا اور اس کے بہت سے اسباب تھے۔

اس ردعمل کا ایک سبب وہ اخلاقی بگاڑ تھا جس کا شکار خود کلیسا والے تھے اور وہ جنسی بگاڑ تھا جو راہب اور راہبات کو اپنی لپیٹ میں لے چکا تھا جس سے کلیسا کی عمارت متزلزل ہو گئی اور رہبانیت کی ساری قدریں خاک میں مل گئیں اور لوگوں نے جب اس خالی خولی پاکبازی کو دیکھا۔ تو وہ بھی شہوت پرستی کے مواقع ڈھونڈنے لگے۔

انسانیت کی حیوانی تعبیر ـــــ جس کو فرائڈ نے عمل کی جنسی تعبیر پیش کر کے کمال پہنچائی ـــــ نے یکلخت زندگی کو بگاڑ کے راستے پر گامزن کر دیا۔

صنعتی انقلاب بھی اس جاہلی ردِّعمل کا ایک بنیادی سبب تھا۔ جس نے عائلی نظام کو پارہ پارہ کر کے نوجوانوں کو دیہاتوں سے شہروں میں لا ڈالا۔ جہاں اخلاقی بندشیں ڈھیلی تھیں اور جہاں ان نوجوانوں کو اتنی آمدنی نہیں تھی کہ وہ گھریلو زندگی کی بنیاد رکھ سکتے۔ اس کے بجائے جنسی بھوک کے مٹانے کے لیے سستے اور غیر اخلاقی ذرائع مہیا کیے گئے!

اس کے ساتھ ہی عورت کو بھی میدان عمل میں لایا گیا اور اس کو ایک لقمہ کے بدلہ اخلاقی بے راہ روی پر مجبور کیا گیا۔

ساتھ ہی عورت کو "مساوات" کی راہ بھی سجھائی گئی اور اس "مساوات" میں بے حیائی اور بدکاری بھی شامل تھی!

یہ تمام اسباب زندگی کو ایک ہمہ گیر بگاڑ سے ہمکنار کرنے میں لگے ہوئے تھے کہ عالمی صیہونیت نے زندگی کی اس روش کو اپنے مقاصد کی تکمیل میں لگا لیا۔ چنانچہ مارکس فرائڈ اور ڈرکایم اخلاقیات کا

ٹھٹا اڑانے میں لگ گئے اور عورت کو دعوت دی کہ وہ جنسی بے راہ روی اپنا لے۔ تاکہ وہ مرد سے قریب تر ہو سکے۔

پھر سینما ـــــ جو بنیادی طور پر ایک یہودی صنعت ہے ـــــ ریڈیو اور ٹیلی ویژن جنسی بے راہ روی اور لذت پرستی کی نئی نئی راہیں سلجھانے پر لگ گئے۔

اس کے بعد فیشن کے مراکز ... اختلاط کی معاشرتی روایات اور پھر آخر میں اباحیت مطلقہ!! یہ سارا بگاڑ بہت آہستہ آہستہ اور بتدریج رونما ہوا۔ کیونکہ اخلاق پرست اباحیت سے گریزاں تھے اور ترقی پسند۔ اور روشن خیال لوگ ہر بگاڑ کو خوب بنا سنوار کر پیش کر رہے تھے چنانچہ دونوں گروہوں میں کش مکش لازمی تھی ـــ لیکن ـــ بہر حال پلڑا اباحیت کا ہی بھاری رہا۔ کیونکہ اس طبقہ کو نشر و اشاعت کے تمام ذرائع پر قدرت حاصل تھی اور سرمایہ داری ـــ جو بنیادی طور پر ایک یہودی نظام ہے ـــــ کے تراشے ہوئے اقتصادی حالات لوگوں کو اس بات کی سہولت نہیں دیتے تھے کہ وہ عین عالم شباب میں پاکیزہ نکاح کر سکیں۔ بلکہ غیر شادی شدہ نوجوانوں کو ہر قسم کی جنسی بے راہ پر اکسایا جاتا اور عورت کا حصول کچھ زیادہ مشکل نہ تھا کیونکہ عورت میدان عمل اور تعلیمی اداروں میں مرد کے دوش بدوش موجود تھی۔

ساتھ ہی صحافت، ریڈیو، سینما اور ٹیلیویژن نے عورت کو غرور و ناز کے تمام آداب بھی سکھائے۔

سرکاری اور غیر سرکاری عصمت فروشی کے اڈے قائم کئے گئے۔ تفریح گاہیں اور کلب قائم کئے گئے۔ جہاں دلال اس ذلیل ترین تجارت کے لیئے گاہک تلاش کرتے تھے۔

ان تمام برائیوں کی اشاعت کے بعد لوگوں کے ذہنوں میں یہ فکر القاء کی گئی کہ زندگی صرف تعیش پرستی اور لطف اندوزی کا نام ہے اور جب تک انسان بالکل پیر نہ ہو جائے خوب خوب داد عیش دے اور زندگی انسان کے لیے ایک ناقابل واپسی موقع ہے۔ اس سے انسان جس قدر فائدہ اٹھا سکتا ہے اٹھا لے۔

یہ تمام اسباب مل کر جاہلیت جدیدہ کی پیدائش کا سبب ہوئے۔ چنانچہ سارا معاشرہ اختلال پذیر ہو گیا اور معاشرے کی سخت ترین بندشیں کھل گئیں اور اس کی جگہ انتہائی ملحد پسندی

Marfat.com

اور اخلاق بے راہ روی نے لے لی !

عورت کو آزادی ملی اور لوگ بھی دین اخلاق اور روایات کی بندشوں سے آزاد ہو گئے اور اباحیت پسندی لوگوں کا دین بن گئی۔ جس کے لیے ریاست ہر قسم کی سہولتیں مہیا کرتی اور نشر و اشاعت کے تمام ذرائع اسی کے پرچار میں لگ گئے ۔

ول ڈیورانٹ اپنی کتاب " فلسفہ کی نیرنگیاں " میں کہتا ہے :

" ہم ایک مرتبہ پھر اسی کش مکش سے دوچار ہیں۔ جس سے سقراط گذر چکا ہے۔ ہم ایسے طبعی اخلاق کہاں سے لائیں۔ جو آسمانی سرزنش کی جگہ لے لیں۔ جس کا اثر لوگوں کی زندگی سے تقریباً ختم ہو چکا ہے اور اخلاقی بگاڑ ہمارے اجتماعی سرمایہ کو تباہ کرتا جا رہا ہے ۔ " ۔ (ص - ۶ - جلد اوّل)

" ضبط ولادت کی دوائیں بھی ہمارے اخلاقی بگاڑ کا ایک اہم سبب ہیں ۔ ماضی میں اخلاقی قانون جنسی تعلق کو نکاح کے ساتھ مشروط قرار دیتا تھا۔ کیونکہ نکاح ہی ایک ایسی ممکنہ شکل ہے۔ جس میں باپ اپنے بچے کا ذمہ دار قرار دیا جا سکتا ہے۔ لیکن اب تو جنسی تعلق اور نسل کشی کا رشتہ ہی منقطع ہو گیا۔ جس کے نتیجہ میں مرد و زن کے تمام رشتے تغیر پذیر ہوتے جا رہے ہیں "۔ (ص، ۱۲۰، جلد اوّل)

" شہری زندگی نے شادی بیاہ میں رکاوٹیں کھڑی کر کے جنسی بے راہ روی کے ان گنت راستے کھول دیئے ہیں۔ اب تو جنسی بلوغت بھی تاجیل پذیر تھا۔ جاگیرداری نظام معیشت میں اگر جنسی خواہش کا دبانا ایک امر معقول تھا۔ تو اب صنعتی نظام میں یہ ایک انتہائی دشوار کام ہے۔ کیونکہ صنعتی نظام لوگوں کو تیئس ۲۳ کی عمر ہو جانے تک نکاح کے مواقع فراہم نہیں ہونے دیتا۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ لوگوں کی طبیعت میں ہیجان پیدا ہوتا ہے اور ضبط نفس کی صلاحیت کمزور پڑ جاتی ہے ۔ اب صورت حال یہ ہے کہ عفت و پاک دامنی ایک مذاق بن کر رہ گئی ہے ۔ شرم و حیا کا نام و نشان باقی نہ رہا۔ مرد اپنی بے راہروی پر فخر کرتے ہیں عورتیں بے حیائی میں مردوں سے مساوات چاہتی ہیں۔ شادی سے قبل جنسی اختلاط ایک

Marfat.com

جانی پہچانی روایت بن چکا ہے۔

اور اب جاگیرداری نظام کا اخلاقی بندھن ٹوٹ چکا اور آج کے صنعتی دور میں اس اخلاق کی کوئی قیمت نہیں ہے"۔[۱] (ص - ۱۲۶ - ۱۲۷)

"یہ اندازہ لگانا مشکل ہے کہ ازدواجی زندگی کی اس تاخیر سے کیا کیا معاشرتی خرابیاں رونما ہوتی ہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ازدواجی زندگی کی غیر فطری تاخیر معاشرتی خرابی کا بنیادی اور اہم سبب ہے اور ازدواجی زندگی کے بعد کی اباحیت پسندی کی وجہ شادی سے قبل اس کی عادت ہو جاتا ہے۔

ہم اس پُرشکوہ صنعتی دور میں کبھی کبھی زندگی اور اجتماع کی علتیں تلاش کرتے ہیں اور کبھی یہ سوچ کر رہ جاتے ہیں کہ یہ ایک ایسی دنیا ہے جس سے اب کوئی راہِ فرار نہیں ہے اور یہی رائے اب موجودہ دور کے سارے مفکرین کی ہے۔ لیکن کیا یہ شرمناک بات نہیں ہے کہ امریکہ کی نصف ملین لڑکیاں اپنے آپ کو اباحیت پسندی کی نذر کر چکی ہیں۔ اور کلب اور غولیاں لڑکیاں ازدواجی زندگی سے محروم لوگوں میں جنسی ہیجان برپا کرنے پر لگے ہوئے ہیں۔ جب کہ یہ بیچارے صنعتی دور کی لاقانونیت کے بھی مریض ہیں۔

تصویر کا دوسرا رُخ بھی کچھ کم افسوس ناک نہیں ہے۔ کیونکہ ہر وہ شخص جس کی ازدواجی زندگی میں تاخیر ہو۔ وہ بازاری عورتوں کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور اس عرصہ میں اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے پورا بنا سنورا نظام اپنے علمی داؤں

---

[۱] واضح رہے کہ مصنف کی بحث "تاریخ کی مادی تعبیر" کی روشنی میں ہے۔ وہ معاشی انقلاب کو اخلاقی بگاڑ کا سبب بتاتا ہے۔ لیکن یہ حقیقت اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئی کہ اشتراکیت جو لوگوں کی رازق ہے اور جس نے سرمایہ داری سے نجات دلائی ہے ـــــ نے بھی اپنے نوجوانوں کو بروقت نکاح کی طرف متوجہ نہیں کیا ہے۔ جب کہ اس کا دعویٰ ہے کہ اس نے لوگوں کے کاندھوں سے معاشی بوجھ اٹھا لیا ہے۔ حقیقت میں یہ معاشی انقلاب نہیں بلکہ انسانیت کی تباہی کے لئے ایک چال ہے۔

Marfat.com

کے ساتھ پایا جاتا ہے اور کچھ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے خواہشاتِ نفس کے ابھارنے کے لئے عجیب وغریب طریقے ایجاد کر لئے گئے ہوں"۔ (ص ۲۷-۱۲۸)

"غالب گمان یہ ہے کہ لذت پرستی کے رجحان میں ڈارون کے مذہبی خیالات پر حملوں نے بڑا اضافہ کیا ہے۔ جب نوجوانوں نے یہ دیکھا کہ مذہب ان کی لذت پرستی کے خلاف ہے تو انہوں نے بھی مذہب کو نکما اور گھٹیا ثابت کرنے کے لیے ایک ہزار اسباب تلاش کر لیے"۔ (ص ۱۳۴-)

"کیونکہ موجودہ دور میں نکاح اپنے صحیح معنوں میں باقی نہیں رہا۔ بلکہ ایک جنسی تعلق ہو کر رہ گیا ہے۔ اس لئے عائلی زندگی کی بنیادیں ہی ہل گئی ہیں۔

اب ازدواجی زندگی میں زندگی کے آثار ختم ہو گئے۔ نتیجہ یہ کہ زن و شو میں ایک قسم کی اجنبیت سی پرورش پاتی رہتی ہے حتیٰ کہ علیحدگی تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ مرد کی طبعی خواہشات از سرِ نو ابھر آتی ہیں۔ جن کی تکمیل سے اس کی بیوی قاصر ہوتی ہے"۔ (ص-۲۲۵)

"ذرا ہم کچھ اہل علم سے اپنے موجودہ اعمال کے نتائج تو معلوم کر کے دیکھیں، جو ظاہر ہے کہ ہماری منشا کے مطابق نہیں ہوں گے۔ کیونکہ ہم گوناگوں تبدیلیوں اور تغیر کا شکار ہیں۔ جن کا انجام یقینی اور ناقابلِ فرار ہے۔

آخر عادات رسم و رواج اور مختلف نظاموں کے اس سیلِ بے کراں، کا نتیجہ کیا ہو گا جب کہ گھریلو زندگی تقریباً ختم ہوتی جا رہی ہے اور یک زوجی کا دستور اپنی اہمیت کھو چکا ہے۔ اب تو یہی ہو گا کہ جنسی تعلقات سے نسل کشی کا مقصد قطعی طور پر فوت ہو جائے گا۔ اگرچہ اس قسم کے آزادانہ تعلقات زیادہ تر مرد ہی کی جانب سے ہوں گے لیکن عورت بھی تن تنہا زندگی گذارنے سے اس روش ہی کو غنیمت خیال کرے گی۔

ازدواجی رشتے ٹوٹ جائیں گے اور عورت مرد کو شادی سے قبل تجربہ پر آمادہ کرے گی۔ طلاق کی کثرت ہو جائے گی۔

پھر نکاح کا نظام از سرِ نو استوار کیا جائے گا۔ جس میں زیادہ سہولتیں ہوں۔ ضبطِ ولادت ایک عام سی بات ہو جائے گی اور بچوں کی پرورش کے لئے گھریلو ماحول کی بجائے سرکاری تربیت گاہیں قائم ہو جائیں گی۔" (ص ۲۳۵ - ۲۳۶)

یہ اقتباسات ایک مغربی مصنف کے ہیں اور کسی تبصرہ کے محتاج نہیں!

جن خرابیوں کی مصنف نے نشاندہی کی ہے جو فی الواقع اس جنسی بے راہ روی کی نفس انسانی اور معاشرے میں رونما ہو چکی ہیں۔ "وہ" جاہلیت جدیدہ" کی برائیوں کی طرف ہماری آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہیں۔ ان برائیوں نے پوری کی پوری انسانیت کو ہلاکت و تباہی کے کنارے لا کھڑا کر دیا ہے۔ صرف اخلاق ہی نہیں بلکہ نفس انسانی اور معاشرے کا کوئی پہلو ایسا باقی نہیں رہا۔ جو بگاڑ سے ہمکنار نہ ہوا ہو۔

مصنف نے جو گھناؤنی تصویر پیش کی ہے۔ اس کے بعد کیا باقی رہ جاتا ہے۔ پھر قابل توجہ بات یہ ہے کہ مصنف نے یہ کتاب ۱۹۲۹ء میں لکھی تھی اور اب ہم ایک بھیانک جاہلیت کے دور یعنی بیسویں صدی کے نصف آخر میں ہیں۔ اب ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ مصنف نے جو پیشین گوئی کی تھی۔ وہ بالکل سامنے آگئی ہے اور جاہلیت کی برائیاں دنیا کے کونے کونے میں اس طرح پھیل گئی ہیں کہ اب اگر خود جاہلیت بھی انہیں ختم کرنا چاہے تو نہیں کر سکتی۔ زمام کار اب جاہلیت کے ہاتھوں سے نکل چکی ہے۔ اور جاہلیت کو اپنے بگاڑ پر کوئی دسترس حاصل نہیں رہی ہے!۔ اور یہ حالت اس وقت ہے ——

—— جبکہ مندرجہ بالا اقتباسات بگاڑ اور فساد کی پوری پوری تصویر کشی نہیں کرتے۔

میں نے اس موضوع کو اپنی کتاب "مادیت اور اسلام" کے ایک باب "جنسی الجھن" میں تفصیل سے ذکر کیا ہے اور ایک دوسرے انداز سے یہ بحث "جمود و ارتقاء" میں بھی آگئی ہے۔ اگرچہ ان مباحث کو یہاں نقل کرنا مقصود نہیں ہے۔ البتہ اس "جنونانہ جاہلیت" کی ایک جھلک ضرور دکھانا ہے کہ جب جاہلیت نے جنسی معاملات میں انسان کا تعلق "انسانیت" سے منقطع کر کے "حیوانیت" سے منسلک کر دیا۔ تو اس کے کیا نتائج ظہور پذیر ہوئے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے انسانی فطرت کو بڑے نپے تلے اصول و قواعد کے ساتھ تخلیق فرمایا ہے اور یہی اصول پوری انسانی زندگی کو کنٹرول کیئے ہوتے ہیں۔ اگر ذرا بھی انسان اس معیار سے ہٹ جائے تو یہ انحراف اس کے لیئے ہلاکت خیز ہوگا۔ اور انسان کبھی بھی فلاح و کامیابی سے ہمکنار نہ ہو۔ فطرت سے مقابلہ بھی بے سود ہے۔ کیونکہ دلیلِ فطرت ہر باطل دلیل پر غالب آکر رہتی ہے۔

اب ذرا اس بات پر غور فرمایئے کہ جب لوگ ماضی کی گھمبیر جاہلیت سے نکل کر خواہشاتِ نفس اور جنس پرستی میں گھر کر رہ گئے تو اس کے کیا نتائج ظہور پذیر ہوئے!

کیا شہوت رانیوں سے لوگوں کا جی بھر گیا؟

"آزادی کے علمبردار" تو یہی کہتے تھے کہ بندشوں اور ممانعتوں سے جنسی اشتعال بجائے کم ہونے کے اور بڑھتا ہے۔ بیشک یہ بات درست ہے۔ لیکن اس صورت میں جب کہ بندشیں حدِ اعتدال سے متجاوز اور غیر معقول ہوں — لیکن سوال یہ ہے کہ اس بے قید اباحیت کا کیا نتیجہ نکلا؟

پوری دنیا اباحیت پسندی کا شکار ہے اور اس کے پورے پورے مواقع مہیا ہیں۔ لیکن کیا اس بے قید و بند اباحیت سے جنسی بھوک مٹ گئی؟

آخر کیا بات ہے کہ موجودہ دور میں لوگ جنس میں بہت زیادہ الجھے ہوئے ہیں؟

فلمیں ... کتابیں ... افسانے ... شرمناک تصاویر ... ریڈیو اور ٹیلیویژن کے پروگرام ... گانے ... مخلوط قسم کی محفلیں ... سب پر جنس چھائی ہوئی ہے!

اور ان تمام مواقع پر نہایت سہولت کے ساتھ اختلاط کے مواقع فراہم کیے جاتے ہیں؛ لیکن اس کے باوجود بھی یہ بھوک ختم نہیں ہوتی۔

ہم اس وقت اخلاقی نقطۂ نظر سے گفتگو نہیں کر رہے ہیں۔ بلکہ ہم اس امن و سکون کے بارے میں بات کر رہے ہیں جس کا پورا پورا حصہ ہر انسان کو ملنا چاہیئے۔ کیونکہ انسانی زندگی کے مقاصد حیوانات سے قطعاً مختلف ہیں اور ہم ان انسانی اقدار کے بارے میں بات کر رہے ہیں جو قلبِ انسانی میں جاگزیں ہیں اور جو ایک صالح اور بلند تر زندگی کی وہ —

اقدار ہیں جو پورے انسانی وجود کو ایک ساتھ لے کر آگے بڑھتی ہیں۔!

دائمی بے چینی، اعصابی کھچاؤ، جنون اور خودکشی اس اباحیت پسندی کے وہ تحائف

ہیں جو اس نے اب تک انسانیت کو دیئے ہیں۔

رہ گئی عائلی زندگی تو اس میں نہ آرام و سکون باقی رہا اور نہ ہی کوئی مضبوط ازدواجی رشتہ باقی رہا! جس ازدواجی زندگی میں ننھے منے بچے اس رشتہ کو مزید مضبوط اور اس تعلق کو زیادہ گہرا اور پُرخلوص بنا دیتے ہیں!

بلکہ اب تو ازدواجی زندگی جانوروں کے معیار سے بھی گر گئی۔ کیونکہ بہت سے جانور اپنی ازدواجی زندگی کو طویل وقت تک برقرار رکھتے ہیں۔

سبب وہی ہے جو ول ڈیورانٹ بتاتا ہے۔ یعنی اباحیت!

رقص و سرود کی محفلوں اور زندگی کے مختلف گوشوں میں مخلوط طرز زندگی کے باعث نوجوان ابتدائے شباب ہی میں جنسی بے راہ روی کے عادی ہو جاتے ہیں اور اس بے راہ روی کو صحیح ثابت کرنے کے لئے دلیل یہ دی جاتی ہے کہ اس طرح مرد و زن ایک دوسرے کی عادات و مزاج سے بخوبی واقف ہو جاتے ہیں اور شریک حیات تلاش کرنے میں سہولت ہوتی ہے۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ یہ مقصود تو نظر انداز کر دیا جاتا ہے اور اباحیت پسندی ہی اصل مقصود بن جاتی ہے پھر اس جنسی بے راہ روی کے عادی ہونے کے بعد جب نوجوان اپنی شریک حیات تلاش کر لیتے ہیں تو ان کا عائلی تعلق چند مہینوں یا چند سالوں سے زیادہ باقی نہیں رہتا! اس کے بعد یہ تعلق ٹوٹ جاتا ہے۔ کیونکہ اس کی بنیاد انسانیت پر نہیں، بلکہ جنس پرستی پر ہے۔ جنس پرستی ہی دوستی کا سبب بنی اور یہی بالآخر ازدواجی تعلقات کا سبب بنی — اور اسی کے نتیجہ میں ازدواجی تعلقات میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے اور زن و شو پھر سے اپنی پرانی روش پر گامزن ہو جاتے ہیں!

کیونکہ عورت میں بھی ناز و انداز کے تمام طریقے بدستور موجود ہوتے ہیں اور مرد بھی حسب سابق عورتوں کے لئے قابل توجہ رہتا ہے۔ چنانچہ زن و شو اپنے اپنے دوست بناتے ہیں جن کی دونوں میں جدائی تک کی نوبت آ جاتی ہے۔

امریکہ میں ہر قسم کی بے راہ روی کی اجازت ہے بلکہ قانون کی حمایت حاصل ہے اور تمام ذرائع نشر و اشاعت بھی اس اباحیت پسندی کی تائید میں لگے ہوئے ہیں اور ایک مکمل فلسفہ اباحیت کی تائید و توثیق میں گھڑ لیا گیا ہے۔

اسی امریکہ کی بعض ریاستوں میں ۸۰ فی صد جوڑوں میں طلاق واقع ہوتی ہے! اور یہ تعداد روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔

Marfat.com

یہی حال شمالی یورپ کے ممالک کا ہے جو جاہلیت جدیدہ میں نہایت ترقی یافتہ ہیں!
گویا گھریلو زندگی بھی تباہ ہوئی! اور بچے بھی فطری محبت سے محروم اور بے سہارا ہوئے!
پھر ان لاوارث بچوں کو اقتصادی ضمانتیں مہیا کی جاتی ہیں لیکن ان معصوم بچوں کو احساس و شعور کی ضمانت کون دے سکتا ہے؟!

پھر اس جاہلیت جدیدہ میں بچوں کی ایک اور مشکل بھی ہے اور وہ یہ کہ مغرب کی فسق و فجور سے بھری ہوئی زندگی بچوں کے جنسی شعور کو قبل از وقت ابھار دیتی ہے اور اس سے پہلے کہ عائلی اور ازدواجی زندگی کا کوئی تجربہ حاصل ہو، بچے جنسی طور پر بالغ ہو جاتے ہیں۔!

اور اس بدکار نظام حیات میں نوجوان اپنی جوانی کے بالکل ابتدائی دور میں جنسی تجربات کرتے ہیں اور جنسی شذوذ کا شکار ہو جاتے ہیں!

جن ممالک میں جنسی آزادی ہے۔ وہاں "جنسی شذوذ" کی بڑھتی ہوئی رفتار ایک بھیانک مسئلہ بنتی جا رہی ہے۔

امریکیوں کی جنسی زندگی کے بارے میں کنزی کی تقریر پہلا علمی مطالعہ ہے ـــــ لیکن اس میں صرف اعداد و شمار بتائے گئے ہیں۔ نہ تو اس مسئلہ کے اسباب کا تذکرہ ہے اور نہ کسی علاج کی تلاش!

اس جنسی بے راہروی اور عورت پرستی کے جنون کے بارے میں ہم نے اپنی رائے دوسری کتابوں میں بیان کی ہے۔

یہاں تو ہم جاہلیت جدیدہ میں جنسی بے راہ روی کا تذکرہ اعداد و شمار کی روشنی میں کرنا چاہتے ہیں:

رہ گئیں اباحیت پسندی کی اخلاقی برائیاں سو وہ یہ ہیں کہ ـــ اقوام عالم انحطاط و تنزل کا شکار ہیں اور مقابلہ کے میدان میں ان کے قدم جمنا مشکل ہو رہے ہیں۔

اب اخلاقی بگاڑ حکومت کی مشینری پر اثر انداز ہو رہا ہے اور نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ ایک لذتِ گناہ کے بدلہ فوجی راز دشمنوں کے جاسوسوں کو فروخت کیے جا رہے ہیں۔ انگلستان کے پروفیمو اور امریکی سیاسی شخصیات کے کردار اپنے سامنے رکھیے۔۔۔۔!

Marfat.com

دورِ جدید کی دو عظیم طاقتیں — روس اور امریکہ — اپنے نوجوانوں پر ان کی جنسی بے راہ روی کی بناء پر اعتماد نہیں رکھتیں کہ وہ آئندہ وقت پڑنے پر اپنے وطن کو تباہی سے بچا سکیں گے۔

یہ فطرت کا ایک چیلنج ہے!

یہ صرف — اپنے تنگ معنی میں — اخلاقی مسئلہ نہیں ہے، بلکہ یہ پوری انسانیت کے مستقبل کا سوال ہے:

اس اباحیت پسندی نے انسانیت ہی کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔

میں نے اپنی کتاب "جمود و ارتقاء" میں بتایا ہے کہ اباحیت اور اس کے لازمی نتائج جاہلیت جدیدہ کا خاصہ نہیں ہیں، بلکہ یہ ہر اس جاہلیت کی علامات ہیں، جو دنیا میں کبھی ظہور پذیر ہوئی ہو۔

اباحیت یونانی اور رومی جاہلیت میں بھی تھی، جس طرح ایرانی جاہلیت میں تھی — اور ان تمام جاہلیتوں کی ہلاکت کا سبب بنی — جیسا کہ اباحیت جاہلیت جدیدہ میں بھی پائی جاتی ہے اور اس میں بھی انسانیت تباہی سے ہمکنار ہے۔

لیکن یہ بات ذہن نشین رکھنا انتہائی ضروری ہے کہ جاہلیت جدیدہ کی ہلاکت خیزی زیادہ بھیانک اور زیادہ شدید ہے، کیونکہ قدیم جاہلیتوں میں بگاڑ اپنی طبعی رفتار سے بڑھتا تھا — مگر جاہلیت جدیدہ بگاڑ و فساد کو علمی سہارے دے دے کر اسے پروان چڑھا رہی ہے!

بگاڑ اور اباحیت کو معقول بنانے والے نظریات و افکار ہر جاہلیت میں پائے گئے لیکن قدیم جاہلیتوں میں ان کا انداز غیر علمی ہوتا تھا — اور — جاہلیت جدیدہ میں یہ افکار و خیالات خالص علمی اور سائنٹیفک انداز میں پیش کیے جا رہے ہیں اور تمام ذرائع نشر و اشاعت کو اس "نیک کام" میں لگا دیا گیا ہے — اور پس منظر میں عالمی صیہونیت خوشی اور شادمانی سے تالیاں بجا رہی ہے کہ وہ غیر یہودیوں کا اخلاق خراب کرنے کے "مبارک کام" میں کامیاب ہو گئی!

Marfat.com

ہم نے اس ساری بحث میں اخلاقی نقطۂ نظر کو نہیں لیا۔ کیونکہ اگر ایسا کرتے تو کچھ لوگ کہہ دیتے کہ اخلاق کا واقعیاتی زندگی سے کوئی تعلق نہیں۔

لیکن بیسویں صدی کی جاہلیت میں جو واقعیاتی حقیقت ہمیں صاف اور کھلم کھلا نظر آتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اخلاقی بگاڑ ہی انسانی نفس اور انسانی معاشرے کی تباہی کا باعث ہے اور اخلاقی بگاڑ ساری واقعیاتی زندگی میں فوراً سرایت کر جاتا ہے!

واقعیاتی زندگی کا بگاڑ درحقیقت اخلاقی بگاڑ ہی ہے — سیاسی، اجتماعی، اقتصادی اور جنسی کسی بھی قسم کا بگاڑ ہو وہ درحقیقت انسانی فطرت کا بگاڑ ہے۔ اخلاق زندگی سے غیر متعلق کوئی نظریاتی شئے نہیں ہے۔ بلکہ اخلاق فطرت کے وہ لافانی اصول ہیں۔ جو حقیقی انسانی زندگی میں کارفرما ہیں۔

جاہلیت جدیدہ ——— باوجود ہمہ قسم کی روشن خیالی کے — حقیقت فطرت سے زیادہ بے بہرہ — اور ان اصول فطرت سے جو اخلاق کی نشوونما کرتے ہیں زیادہ دور ہے۔

Marfat.com

آرٹ اور فن کا بگاڑ

آرٹ اور فن زندگی کی ایک شکل ہے اور اس سے زیادہ کچھ نہیں !

"واقعیت پسند" حضرات کہتے ہیں کہ فن برائے زندگی ہے اور فن برائے فن کوئی چیز نہیں ہے۔

ان حضرات کو غور کرنا چاہیئے کہ تاریخ کے جس حصے میں فن وجود میں آتا ہے اور جب یہ محسوس ہوتا ہے کہ فن برائے فن وجود میں آیا ہوگا۔ اس وقت بھی فن لوگوں کی زندگی کا عکاس ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر لوگ اس فن میں دلچسپی نہ لیتے تو نہ وہ وجود میں آتا اور نہ ہی لوگوں میں رواج پاتا۔ آپ بطور مثال "رومانویت" کو لے لیجئے۔ اس میں زندگی سے فرار اور تخیل پسندی اسی لئے پائی جاتی ہے ـــــ کہ یہ فن برائے فن تھا ـــ اور اس لئے بھی کہ لوگ اس وقت فی الواقع زندگی سے فراری اور "تخیل پسند" تھے !

اس لئے ہم کہتے ہیں کہ آرٹ اور فن زندگی کی ایک شکل ہے۔ خواہ وہ زندگی سے فرار کی عکاسی ہی کیوں نہ کرے !

یہ بحث اصل میں "تنقید فن" سے متعلق ہے۔ لیکن یہاں پر گفتگو کا مقصد یہ ہے کہ ہمیں ایک جاہلی معاشرے میں نشوونما پانے والے "جاہلی فنون" کے انحرافات کا علم ہو سکے ! کیونکہ فن زندگی کا عکاس ہے۔ اس لئے جوں جوں زندگی بگاڑ کی شکار ہوتی جائے گی۔ اسی قدر فن میں بھی انحراف اور بگاڑ رونما ہوتا جائے گا !

ہم نے اپنی کتاب "اسلامی فن کا طریقہ کار" میں ان تمام فنی موضوعات پر گفتگو کی ہے۔ یہاں صرف چند اصول کے بیان کرنے پر اکتفاء کریں گے۔

Marfat.com

سب سے پہلی اور سب سے اہم بات جو مغربی فنون میں پائی جاتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہ تمام فنون "وثنی" ہیں۔ وثنی ماحول میں پیدا ہوتے ہیں اور آخر کار انسان کو بھی وثنی بنا دیتے ہیں۔

بیشک ان فنون میں انسانیت کے بہترین اور بلند نمونے بھی پائے جاتے ہیں۔ یہ فنی نمونے انسان کے قلب کی گہرائیوں میں اتر کر اس کے غم والم اور فرح وشادمانی کے جذبات کی عکاسی کرتے ہیں اور انسانی شعور کو عالم بالا تک پہنچا دیتے ہیں۔

ان بلند اور اعلیٰ فنی مثالوں کو دیکھ کر لوگ یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ فن کو حقیقت میں وثنی ہی ہونا چاہیئے۔ اور وثنیت ہی کسی فن کی تحسین وتجوید کا سبب بنتی ہے۔!

فنی انحراف کے ساتھ ساتھ اعلیٰ نمونوں کا وجود بعینہٖ جاہلیت ہی کی طرح ہے۔ کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ جاہلیت سراپا شر بن جائے اور اس میں خیر وبھلائی کا نام ونشان نہ رہے —— نفس انسانی سرتاپا برائی نہیں بن سکتا۔ اس کے وجود کے کسی نہ کسی گوشے میں کوئی نہ کوئی صداقت ضرور موجود ہوتی ہے! ہاں یہ ضرور ہے کہ یہ بے ربط اور معمولی سی صداقت انسانیت کو جاہلیت کی تباہ کاریوں سے نہیں بچا سکتی —— بلکہ انسانیت کو اپنی جھولی میں ڈال کر مسلسل وادیٔ ہلاکت کی طرف لڑھکتی چلی جاتی ہے!

تاریخ کے تمام ادوار میں مغربی فن کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ وہ ہمیشہ دیوتاؤں اور انسان کی کش مکش کی عکاسی کرتا کرتا ہے:

میں اس وقت یہ نہیں بتا سکتا —— کیونکہ میں نے اس موضوع پر فی الحال غور نہیں کیا۔ بلکہ چاہتا ہوں کہ کوئی دوسرا شخص غور کرے —— کہ جس حد تک مغربی فن نے دیوتاؤں اور انسان کی کش مکش کی عکاسی کی ہے۔ اگر اسی حد تک فن اللہ اور انسان کے مابین صحیح تعلقات کی ترجمانی کرے تو اس وقت فن کی کیا نوعیت ہوگی؟!

مغربی فن کا دیوتاؤں اور انسان میں کش مکش کا عکاس ہونا ہی اس میں بگاڑ کا سبب بنا ہے کیونکہ فن بھی عقیدہ میں رونما ہونے والے درجہ بدرجہ تمام انحرافات سے متاثر ہوتا ہے۔

یورپ کی ابتدائے تاریخ میں یونانی فن دیوتاؤں اور انسان کی شدید کش مکش کا عکاس رہا اور تمام

Marfat.com

مشہور یونانی ڈراموں میں اس تخیل کی جھلک پائی جاتی ہے۔

انسان اپنے وجود کا اثبات چاہتا ہے۔ چنانچہ وہ تقدیر اور دیوتاؤں سے جنگ پر آمادہ ہو جاتا ہے اور اس جنگ میں ہمیشہ انسان حق پر ہوتا ہے اور دیوتا باطل اور ناجائز طریقوں سے اس پر حکمران ہونا چاہتے ہیں۔ اس المیہ کا انجام یہ ہوتا ہے کہ "بطل صالح" ـــــ انسان ـــــ تقدیر یا دیوتاؤں کے ہاتھوں شکست کھا جاتا ہے اور ظالم دیوتا اس پر کوئی رحم نہیں کھاتے۔ بلکہ اس کے اس گناہ پر سزا دیتے ہیں کہ وہ دیوتاؤں کے مقابلہ پر اپنے وجود کو اپنے نفس کا دیوتا اور اپنی ذات کو اپنی تاریخ کا خالق بنانا چاہتا ہے۔

اس المیہ کے اختتام پر یہ احساس ہوتا ہے کہ انسان نیکوکار اور مظلوم ہے اور دیوتا شریر و ظالم ہیں۔ اور ظالم جبروت اور مظلوم نیکوکار میں صلح کا کوئی ذریعہ نہیں ہوا کرتا!

اس جاہلی تصور کے زیر سایہ وہ فنی نوادر وجود پذیر ہوئے ہیں جو نفس انسانی کی گہرائیوں تک پہنچ جاتے ہیں اور کبھی کبھی انسان کو آفاق کی بلندیوں تک لے جاتے ہیں ـــــ لیکن کش مکش کی پیدا کردہ مسموم فضا ان ساری فنی خوبیوں پر پانی پھیر دیتی ہے۔

اس کی تحلیل نفسی کے طور پر یہ توجیہہ کی جا سکتی ہے کہ یہ انحراف درحقیقت، انسانیت کے زمانۂ طفولیت کا انحراف ہے۔ جس کی تمثیل دورِ یونانی میں نظر آتی ہے۔

بچہ اپنی نگرانی کو توڑ کر اس سے اپنی ذات کا اثبات چاہتا ہے۔ کیونکہ وہ محسوس کرتا ہے کہ اس نگرانی میں اس کی بے چارگی پنہاں ہے۔ جب کہ اس کے بڑے کسی دوسرے کے سامنے مجبور نہیں ہیں ـــ تو وہ اپنے آپ کو بڑا ثابت کرنے کے لیے اپنے بڑوں کی نافرمانی اور سرکشی کرتا ہے اور جب یہ بگاڑ حد سے گذر جاتا ہے تو بچہ محسوس کرنے لگتا ہے کہ بڑے اس کی شخصیت کو کچلنا چاہتے ہیں۔ جتنا وہ آمادۂ سرکشی ہوتا جاتا ہے۔ اتنا ہی بڑے اس کی نگرانی اور دیکھ بھال زیادہ کرتے جاتے ہیں حتیٰ آنکہ اس میں نفرت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور وہ بڑوں سے انتقام لینے پر آمادہ ہو

ہندی فن بظاہر فنا فی اللہ کا عکاس ہے اور یہ بات مجھے کسی اور فن میں نہیں ملی۔ بہر حال میری خواہش یہی ہے کہ میرے سوا کوئی اور اس ذمہ داری کو محسوس کرے۔ کیونکہ یہ ایسا موضوع ہے جس کا مطالعہ تاریخ فن پر مزید روشنی ڈال سکے گا!

Marfat.com

جاتا ہے :

اس انحراف سے تحلیلی نفسیات بخوبی واقف ہے ۔

بعینہٖ یہی انحراف یونانی جاہلیت میں رونما ہُوا۔ اگرچہ اس جاہلیت میں جو فن تشکیل پایا اس میں بعض بہترین نمونے بھی تھے۔ لیکن اس انحراف کی بدنما پرچھائیں سے خالی نہ تھے ۔

صرف پرومیتھیس کی کہانی اس کش مکش کی عکاس نہیں ہے ۔ بلکہ یونانی ڈراموں میں جتنی بھی کہانیاں ہیں وہ سب اسی قسم کی ہیں ۔

بہرحال یہ انسانیت کے زمانۂ طفولیت میں ہونے کے باوجود بھی انحراف ہی ہے۔ کیونکہ اوّل تو ہر بچے کے یہ احساسات نہیں ہوتے بلکہ جواباً بچے بھی بڑوں کے ساتھ محبت کا برتاؤ کرتے ہیں۔ پھر اگر کبھی کبھی بچہ بڑوں کی روک ٹوک کو محسوس کرتا ہے ـــــ کیونکہ نفس تنقید کو ناپسند اور تعریف کو خوشگوار محسوس کرتا ہے ـــــ اور یہ بھی چاہتا ہے کہ اپنی ذات پر اعتماد کرکے اور بڑوں کے تعاون سے مستغنی ہو جائے ـــــ لیکن معاملہ نفرت اور کراہت تک اسی وقت پہنچتا ہے جب انحراف ہو ۔

یونانی جاہلیت میں یہی انحراف تھا اور یہ انحراف ان کے فن میں پوری طرح واضح ہے کیونکہ فن بھی نفس اور زندگی کی ایک شکل ہے۔

زندگی اور فن میں پائی جانے والی یونانی جاہلیت کی نشانیوں میں سے یہ پہلی نشانی تھی ۔

دوسری نشانی اور علامت خوبصورت اجسام کی ' وثنی عبادت ' ہے ۔ جس کے بارے میں لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہ فن ہے ۔

جاہلیتوں میں اس قسم کے بے شمار خیالات ہوتے ہیں جو تنقید کا مقابلہ نہیں کر پاتے ۔ چنانچہ یونانی زندگی کے بارے میں کہا یہ جاتا ہے کہ اس میں لوگ ' مجرد جمال ' کی عبادت کرتے تھے ۔ حالانکہ یہ حقیقت ہے کہ اس پرستش جمال کے نتیجے میں پوری سوسائٹی بداخلاقی کا شکار تھی اور ساری یونانی تہذیب تباہی سے ہمکنار ہو گئی تھی ۔ جیسا کہ یونانیوں کی محبت اور جمال کی کہانیاں ایسی بداخلاقیوں سے پُر نظر آتی ہیں جس میں انسان اور دیوتا سب سرتاپا ڈوبے ہُوئے ہیں ۔

حقیقت یہ ہے کہ پرستش جمال کے پس پردہ جسمانی شہوت رانی اصلی محرک تھی !

Marfat.com

نشاۃ ثانیہ سے لے کر آج تک مغربی فنون یونانی جاہلیت کے ان دو مندرجہ بالا بگاڑ و انحراف سے متاثر چلی آتی ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کے بعد کچھ وقت کے لیے فن اللہ کی طرف مائل نظر آتا ہے۔ اس شکل میں جو مغربی کلیسا نے اللہ کی بنائی ہوئی تھی۔ اس پر بھی یونانی اور رومی تصورات غالب تھے کہ اللہ کو ایک محسوس جسم میں ڈھال کر اس کے مجسمے بنا کر رکھ دیتے[1] اور جب یہ دور ختم ہو گیا تو ہیلینی تہذیب پھر سے فکری اور فنی رجحانات پھر سے فکری اور فنی رجحانات پر غالب آ گئی اور لوگوں کو لے کر از سر نو انسانی وثنیت کی طرف رواں دواں ہو گئی۔

پھر یورپ پر ایک ایسا گذرا کہ اس میں یورپ دوہرا کردار ادا کرتا رہا۔ اس وقت یورپ مسیحی بھی تھا اور ہیلینی بھی! عقیدہ مسیحی تھا اور فکر و فن ہیلینی! پھر آہستہ آہستہ مکمل وثنیت کی جانب گامزن ہو گیا۔!

اس کے بعد وہ دور بھی آیا جب یورپ نے کلیسا اور کلیسا کے خدا سے بھاگ کر طبیعت کی پرستش شروع کر دی!

یہ دور مغربی فن کی تاریخ میں "تحریک رومانویت" کا دور کہلاتا ہے۔ اس میں بھی اللہ کا وجود نظر آتا ہے۔ لیکن اللہ کے تصور میں انحراف ہے! کیونکہ رومانویت میں صرف "طبیعت" سے دلچسپی کا اظہار نہیں۔ بلکہ طبیعت کی پرستش کی جاتی تھی۔ اور یہیں سے انحراف رونما ہوا۔

طبیعت کی پکار پر لبیک کہنا انسانی فطرت کی گہرائیوں میں پیوستہ شعور ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس طرح پیدا کیا کہ وہ طبیعت اور پوری کائنات کی پکار پر لبیک کہتا۔ اور ہر نوع جمال کو دیکھ کر مسرور ہوتا ہے۔

---

[1] یہاں ایک بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ جب عیسائیوں کا مسلمانوں سے واسطہ پڑا تو یورپ میں ایک تحریک اٹھی تھی جو تمام تماثیل اور مجسموں کو توڑ دینا چاہتی تھی۔ اس تحریک کا علمبردار آٹھویں صدی کا لیو سوم تھا اور یورپی کلیسا کی تاریخ میں یہ تحریک ۱۲۰ سال کام کرتی رہی۔ لیکن یہ تحریک اس وثنیت کو کچلنے میں کامیاب نہ ہو سکی۔

Marfat.com

لہٰذا "جمال" کی پسندیدگی انحراف نہیں۔ بلکہ جمال پسندی تو انسانی تشخص کا ایک لازمہ ہے اور اس کا نہ ہونا فطرت سلیمہ سے روگردانی ہے!

لیکن عبادت جمال — خواہ وہ کسی شکل میں ہو — ایک وثنی انحراف ہے۔ جس کی طرف وہ فطرت سلیمہ مائل نہیں ہو سکتی۔ جو خالق جمال کی عبادت کرتی ہے۔ لیکن وہ جمال و خوبصورتی کے بت تراش کر نہیں پوجتی!

ان دونوں باتوں میں ظاہر ہے کہ بہت نمایاں فرق ہے:

اس وثنیت کی معقولیت ثابت کرنے کے لئے جو خوبصورت ترین جملے دہرائے جاتے ہیں وہ یہ ہیں کہ "طبیعت اللہ کی محراب ہے"۔ جمال اللہ کی صورت ہے۔ اور ہم اللہ کی عبادت اس کی مخلوق کی پرستش کر کے کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ اور بہت سے چمک دار رومانوی فقرے ہیں۔ جو اس وثنی روح پر پردہ نہیں ڈال سکتے جو محسوسات کی پرستش کرنا چاہتی ہے۔ کیونکہ وہ روح کے ذریعہ اللہ کا ادراک نہیں کر سکتی — جبکہ روح محسوسات سے مستغنی ہوا کرتی ہے۔

اس معنی میں "تحریک رومانویت" تحریک وثنیت ہے۔ واقعیت پرستوں کے اس خیال سے ہمیں کوئی سروکار نہیں کہ "تحریک رومانویت اس لئے منحرف تھی۔ کیونکہ وہ زندگی کے ساتھ ساتھ نہیں چل رہی تھی اور لوگوں کے افرادی ذہن کی عکاس تھی"[۵]

اس بگڑی ہوئی تحریک رومانویت کی بناء پر یورپ نے ایک نئی فنی جاہلیت اپنالی اور اس نئی جاہلیت میں بھی الٰہ پھر سے تبدیل ہو گیا۔

اب نیچر پرستی نہیں رہی ۔۔۔۔ اب چونکہ انسان نے کائنات کے رازہائے سربستہ سے پردہ اٹھا دیا ہے اور خود انسانی علم نیچر پر غالب آ گیا تو انسان بھی صنعتی انقلاب سائنسی

---

[۵] ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ تحریک "رومانویت" میں زندگی سے انحراف نہیں تھا۔ بلکہ اس وقت کے لوگوں کی ذہنیت ہی فراری تھی۔ اس وقت لوگ کلیسا اور جاگیرداری کے مظالم سے راہ فرار ڈھونڈ رہے تھے۔ بہرکیف اس وقت مغرب کے جو بھی حالات تھے وہ ناقابل تبدیل تھے۔ چنانچہ لوگ کلیسا کے الٰہ سے فرار اختیار کرتے ہوئے نیچر پرستی پر مجبور ہو گئے۔ لیکن درحقیقت یہ وثنیت ہے۔ جس کی بنا پر لوگ اللہ کی عبادت سے منحرف ہو کر ایک محسوس شئے کی عبادت کرنے لگے۔

Marfat.com

ترقیات، اور قدرت انسانی کے زیر سایہ ایک نئے الٰہ کی عبادت کی طرف متوجہ ہوگیا

اور ۔۔۔۔ یہ نیا الٰہ خود انسان تھا!

اب انسان کے لیے یہی مناسب تھا کہ وہ اللہ کی غلامی کا وہ طوق گردن سے اتار پھینکے جو اس نے اپنے دورِ جاہلیت میں اپنی گردن میں ڈال لیا تھا۔۔۔ اب تو انسان کو خود ہی الٰہ بننا تھا!

اس مرتبہ بھی مغربی فن نے نئے الٰہ کی پیروی کی اور اس کی تمام تر توجہات طبیعت سے ہٹ کر انسان کی طرف منتقل ہوگئیں۔

اور یہ بات بھی واضح کر دینا ضروری ہے کہ انسان کو اہمیت دینا بذاتِ خود کوئی انحراف نہیں ہے۔ نہ ہی فن میں اور نہ زندگی میں! کیونکہ یہ فطری امر ہے کہ انسان اپنے وجود کو اہمیت دے اپنی زندگی اور جذبات کی عکاسی کرے۔ اپنی مشکلات کا حل تلاش کرے اور دنیا میں اپنی جدوجہد کو تیز تر کرتا چلا جائے۔۔۔!

بلکہ انحراف انسان کی عبادت کرنا ہے۔

اس عرصہ میں مغربی فن کا انسانیت کو اہمیت دینا الٰہ کے لیے ایک چیلنج رہا۔

مغربی فن کاروں کے یہاں مسئلہ صرف یہ نہیں تھا کہ فن کو خدا اور مذہبی افکار سے دور رکھا جائے۔ بلکہ یہ مذہبی خیال کا مذاق اڑانا اور ہر اللہ کا نام لینے والے پر پھبتی کسنا بھی ان کے مقاصد میں شامل تھا!

مذہبی لوگوں کا مذاق اڑانے کا صرف یہ مقصد نہیں تھا کہ یہ لوگ جادۂ حق سے منحرف ہو گئے اور فن کار اپنی تنقید سے ان کو صحیح راہ دکھانا چاہتے ہیں اور مذہب کو لوگوں کے سامنے لانا چاہتے ہیں۔ بلکہ مقصود یہ تھا کہ مذہبی لوگوں کا مذاق اڑا کر اس کے پردے میں مذہب کے اصول کا ٹھٹھا اڑایا جائے اور اللہ پر ایمان رکھنے والوں کی سادہ لوحی پر قہقہے لگائے جائیں۔

غرض یہ 'ملحدانہ ادب' دنیا میں اشاعت پذیر ہوا۔ اور یہ وہ ادب تھا جو اللہ پر الزام دھرنے اور اللہ کے بندوں کا مذاق اڑانے میں بڑا مشاق تھا۔۔۔ اور اسی ادب کا نام "آزادیٔ فکر" رکھا گیا۔

Marfat.com

بعینہٖ اسی وقت دو اور جاہلی محرکات فن کو مزید انحراف کی طرف لے جا رہے تھے۔
یہ دو محرکات تھے۔ انسانی وجود کی حیوانی تعبیر — اور انسانی عمل کی جنسی تعبیر —— !
انسانی وجود کی حیوانی تعبیر کے زیر سایہ جو فن تشکیل پایا اس کا نام "طبیعی فن" رکھا گیا۔
اس فن نے انسان کی تصویر کشی کچھ اس طرح پر کی — کہ انسان اپنی طبیعت اور فطرت ہی کے لحاظ سے نہایت درجہ کمینہ، دھوکہ باز اور مفاد پرست ہے — اس کے پاس نہ کوئی اخلاقی سرمایہ ہے اور نہ کوئی ضابطۂ زندگی !—— سارے اخلاق معاشرے سے منافقت کے نتیجے میں رونما ہوئے ہیں اور اس سے زیادہ ان کی کوئی حقیقت نہیں (ذرا غور کیجیے!) انسان نے آخر اس منافقانہ اخلاق ہی کو کیوں اختیار کیا۔ کیا منافقت ہی اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ انسانیت کا تقاضا کیا ہے؟)
رہ گیا دوسرا محرک —— یعنی انسانی عمل کی جنسی تعبیر۔ سو اس نے ایک مکمل فن ترتیب دیا ہے — اور اس فن کے مختلف گوشے یہ ہیں —— فحش ادب، عریاں تصاویر، سینما افسانے، گانے، وغیرہ !
غرض یہ فن رواج پا گیا —— اور اس کے پس پردہ عالمی صیہونیت، غیر یہودیوں کا اخلاق تباہ کرنے کے لیے کام کرتی رہی۔
یہ سارے انحرافات کسی ایک مرحلے پر آکر ختم نہیں ہو گئے بلکہ فن بھی ان تمام انحرافات سے دوچار ہوا۔ جو تصور اور عمل میں پائے جاتے تھے۔ ساتھ ہی نفس انسانی کے بارے میں موجودہ تصور بھی فن پر اثر انداز ہوا۔
چنانچہ "لاشعور" کے بارے میں فرائڈ کے نظریات سے ادب اور فن میں "سریالیت" نے جنم لیا اور تجریدی آرٹ اور جدید فن کی دیگر بدعتیں رونما ہوئیں؛ سب کی بنیاد یہی فلسفہ ہے کہ "عقل شعور" انسانی وجود میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ بلکہ اصل چیز "لاشعور" ہے
لیکن یہ دلیل نہایت کمزور ہے کہ لاشعور ہی انسان ہے۔ کیونکہ اس امر سے کیا مانع ہے کہ لاشعور اور — شعور دونوں کا مرکب انسان ہو"؟
اور یہ ایک ایسی بدیہی حقیقت ہے کہ فرائڈ سے پہلے ہر شخص اس بات کو سمجھتا تھا۔

انسان کو معلوم تھا کہ اس کے کچھ افکار مرتب اور منظم ہیں اور کچھ مشاعر ایسے بھی ہیں۔ جن میں کوئی منطقی ربط نہیں ہے اور یہ دونوں مل کر انسانی وجود کی تشکیل کرتے ہیں:

نظریۂ فردیت سے وہ فنون ظہور پذیر ہوئے جو اجتماعیت کی شکست و ریخت چاہتے تھے — اس نظریہ میں فرد کو دیوتا کا مقام حاصل ہے۔ کوئی بھی معاشرہ فرد پر حکمران نہیں ہو سکتا۔ نہ اس کے اخلاق عادات اور تصرفات کا نگران قرار دیا جا سکتا ہے۔

لیکن اس نظریہ کے ماننے والے یہ غور نہیں کرتے کہ اگر معاشرہ ختم ہو جائے تو فرد کا وجود کیسے باقی رہ سکتا ہے۔ اور اگر کسی وقت معاشرہ ختم ہو کر صرف افراد رہ جائیں۔ جو اپنی خواہشات کے بندے ہوں۔ نہ کوئی اصول ان کی راہ روک سکے اور نہ کوئی قانون رکاوٹ بن سکے۔ تو ان افراد کا کیا حال ہوگا؟

فلسفۂ ارتقا — کائنات کے خود بخود — اور بلا مقصد وجود نے" وجودیت" کا ایک فلسفہ تراشا ہے۔ ذرا آپ البیر کامو کا مطالعہ کریں۔ جو کائنات کے سامنے انسان کی حیرت و استعجاب بیان کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ انسان اس عظیم کائنات میں کس طرح اپنے وجود کو حقیر خیال کرتا ہے اور انسان کس قدر قلق و اضطراب کا شکار رہتا ہے جس وقت اسے یہ محسوس ہوتا ہے کہ اس کے وجود میں کسی حکمت و تدبیر کا کوئی دخل نہیں ہے۔

اس کے بعد فن میں پھر ایک بنیادی انحراف رونما ہوا اور وہ یہ کہ اب انسان معبود نہیں رہا۔ اب معبود جبریات بن گئیں۔ چنانچہ فن بھی جبریات کی طرف متوجہ ہو گیا اور انسان کی تعبیر جبریات کے ماتحت کرنے لگا۔

فن کے موجودہ اسکول جنہیں "اجتماعی مذاہب" کا نام دیا جاتا ہے ان کا موضوع انسان نہیں رہا۔ بلکہ انسان تو ایک ایسا عدسی شیشہ ہے جس میں سے اجتماعی جبریت۔ اقتصادی جبریت اور تاریخی جبریت کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

اب انسان ثانوی شے ہے۔ بنیادی شے اجتماعی اقتصادی اور تاریخی نظم ہے۔ جس کو یہ زندگی جنم دیتی ہے اور انسان پردۂ سیمیں پر حرکت کرنے والی وہ تصاویر ہیں جن کو یہ جبریات حرکت دے رہی ہیں۔

Marfat.com

اور یہ جبریات ہی اب وہ "پیمانہ" ہیں جس پر انسانی زندگی رواں ہے !

اب انسانیت کی ناپ تول کے لیے ادراک و شعور سے بالاتر یونانی پیمانہ نہیں ہے۔ بلکہ موجودہ پیمانہ احساس و شعور میں آتا ہے۔

اس کے باوجود انسان میں اور اس پیمانہ میں وہ ہی کش مکش ہے جو انسان میں اور پرانے یونانی پیمانے میں تھی۔ ہاں ایک فرق ضرور ہے اور وہ یہ کہ موجودہ جبریتوں کے دیوتا جو کچھ کرتے ہیں درست کرتے ہیں — اور ایک فرق اور بھی ہے کہ اب انسان اپنی ذات کے اثبات کی کوشش نہیں کرتا۔ کیونکہ انسان کا وجود ان جبریتوں میں پس کر ضائع ہو چکا ہے۔!

ان لامتناہی انحرافات کی موجودگی میں مغربی فن نے آرٹ کے بے مثال انسانی نمونے پیش کیے ہیں !

لیکن ان انحرافات کی بناء پر ان کے چہرے مسخ ہو کر رہ گئے ہیں !

فن کے ان نمونوں میں بہتر ادائیگی — اور انسانی زندگی اور اس کی نفسیات کے بعض گوشے کچھ اس طرح اجاگر کیے گئے ہیں کہ بے ساختہ جی چاہتا ہے کہ کاش یہ نمونے جاہلی انحرافات کا شکار ہو کر اپنا حسن نہ کھو بیٹھتے !

اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ بعض فنی شہ پارے انحراف کی لعنت سے بچ گئے ہیں۔ کیونکہ یہ ہم بتا ہی چکے ہیں کہ نفس انسانی کبھی بھی شر میں اتنا ملوث نہیں ہوا کرتا کہ اس میں خیر کا نام و نشان ہی نہ رہے !

فن کے یہ نمونے جو انحراف سے بچ گئے۔ اس قابل ہیں کہ ان کو تاریخ میں محفوظ کیا جائے۔ لیکن اکثر شہ پاروں کو انحراف نے کہیں نہ کہیں سے داغدار کر دیا ہے۔ جیسے ایک خوبصورت چہرہ کہیں کہیں سے آگ میں جھلس جائے۔!

رہ گئے فن کے وہ نمونے جو شہ پاروں کا درجہ نہیں رکھتے — اور اس قسم کے نمونے کثرت سے ہیں — تو ان میں نہ کوئی خوبصورتی ہے اور نہ کوئی حسن — بس انحراف ہی انحراف ہے !

رہ گیا جنسی ادب — جو انسانی زندگی کو ایک سرکش بھڑکی ہوئی جنس سے تعبیر

Marfat.com

کرتا ہے ـــــ تو اس میں نہ کوئی فن ہے۔ نہ خوبصورتی اور نہ کوئی حقیقت ـ کیونکہ بہرحال انسانی زندگی کی حقیقت جنسی اشتعال پذیری نہیں ہے!

اور ـــ رنگین ادب جو لاشعور کی ہذیان سرائی کو عین انسان بتاتا ہے۔ نہ تو یہ فن ہے نہ خوبصورتی ہے اور نہ ہی حقیقت ـــ بلا دلیل بکواس انسانی حقیقت نہیں بن سکتی!

ان تمام انحرافات سے گذر کر مغربی فن ایک ہمہ گیر "لامعقولیت" بن کر رہ جاتا ہے اور یہی دور جدید کے یورپ کی اوج کمال ہے!

اللہ سے بھٹکی ہوئی انسانیت کے تمام تجربات اپنے دامن میں ہلاکت آفرین ناامیدی اور قنوطیت لے کر آئے۔

انسانیت نے اللہ کی بتائی ہوئی صراط مستقیم سے ہٹ کر ہر راستے کو اپنایا اور اس پر چل کر دیکھا۔ لیکن ہر راہ پر انسانیت منہ کے بل گری اور دو قدم بھی گامزن نہ رہ سکی۔!

انسانیت نے مادیت کو بھی آزمایا اور سرمایہ داری اور اشتراکیت کو بھی۔ اس نے فردیت کو بھی تجربہ کیا اور اجتماعیت کی راہ پر بھی چل کر دیکھا!

لیکن ان میں سے کسی تجربے نے انسانیت کو اطمینان و سکون نہیں بخشا۔ لہٰذا عقل انسانی ان تمام تجربات سے بیزار ہو کر زندگی کے ہر پہلو میں لامعقولیت اختیار کرتی چلی گئی۔!

جذبات و شعور کی ساری دنیا "معقولیت" سے "لامعقولیت" کی طرف گامزن ہے۔ یہ ہے جاہلیت جدیدہ جو نہ کسی یقین کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور نہ ہی انسانیت کو قلق، حیرت اور بے چینی و شک کے چنگل سے چھڑاتی ہے!

مغربی فن کے شاہکاروں کا یہ مختصر جائزہ ہے اور یہ فن یونان کی جاہلیت سے چل کر ہر دور کی جاہلیت سے گزرتا ہوا بیسویں صدی کی جاہلیت تک اس حالت میں پہنچا ہے۔ جو ہمارے سامنے ہے۔ اس میں جاہلیت کی چمک دمک اور رنگینی بھی ہے۔ لیکن سب کے سب کیونکہ صحیح خطوط پر استوار نہیں ہے۔

یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ فن اپنے آپ کو جاہلیت سے آزاد کر دے اور انحراف سے بچ جائے کیونکہ فن تو بہرحال زندگی ہی کا عکاس ہوتا ہے اور زندگی پوری طرح جاہلیت زدہ اور انحراف آشنا ہے!

Marfat.com

"ہر شے میں بگاڑ"

اس جاہلی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا باقی نہیں رہا۔ جس میں بگاڑ نہ پایا جاتا ہو۔
ہم نے جاہلی زندگی کے ہر شعبے کا جائزہ لیا اور اس تفصیلی جائزے سے یہی علم ہوا کہ نفسیات ہو، یا اجتماعیات، سیاسیات ہو یا معاشیات اخلاق ہو یا فن، فکر ہو یا عمل، پوری کی پوری زندگی فساد اور بگاڑ کا شکار ہے!

ہاں ایک چیز ہے جو اس بھیانک جاہلیت میں لوگوں کی نگاہوں کو خیرہ کر رہی ہے۔
یہ خیرہ کن شئے سائنس ہے!

سائنس نے انسانی زندگی میں لامتناہی اور لاتعداد سہولتیں فراہم کر دیں۔ انسان کے سامنے مستقبل میں پیش آمدہ ترقیات کا دروازہ کھول دیا اور بڑی بڑی تنظیمات پر انسان کو قدرت عطا کر دی!

سائنس کی ان خیرہ کن ترقیات نے لوگوں کو دھوکہ میں ڈال دیا اور ایک بہت بڑے جاہلی وہم میں مبتلا کر دیا اور لوگ یہ خیال کرنے لگے کہ جب تک سائنس ترقی کرتی رہے گی۔ انسانی زندگی بھی ٹھیک ٹھیک خطوط پر ترقی کرتی رہے گی۔

یہ ایک جاہلی فریب ہے۔ جس کی بے شمار مثالیں تاریخ سے پیش کی جا سکتی ہیں!
ہر جاہلیت اپنا تہذیب و تمدن رکھتی ہے۔ جس کو دیکھ کر لوگ سمجھتے ہیں کہ جب تک یہ تہذیب و تمدن زندہ ہے۔ اس سے زیادہ ترقی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا —— لیکن نتیجہ ہمیشہ یہی ہوا کہ اپنے بنیادی بگاڑ اور انحراف کی بناء پر یہ تہذیبیں اور جاہلیت زوال پذیر ہو گئیں!

Marfat.com

جہاں تک علمی اور سائنسی ترقیات کا سوال ہے تو یہ اس جاہلیت کی پیداوار نہیں ہیں۔ علم تو ہمیشہ انسان کی ترقی کے ساتھ ساتھ ترقی کرتا رہا ہے اور علم کو خیر و شر سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا بلکہ یہ ایک خیر یا شر علم کو اپنے مقاصد میں لگا سکتے ہیں۔!

علم کا اصل محرک تو خود انسان کی ذات ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی طبیعت میں علم کی محبت۔ حصول طاقت کا جذبہ اور کائنات کی قوتوں پر قادر ہونے کی امنگ پیدا کی ہے۔

علم کا تعلق انسان کی عقل سے ہے ضمیر سے نہیں ہے اور عقل انسانی زندگی کے سفر میں کسی مرحلہ پر ٹھہر نہیں جاتی۔ بلکہ انسانیت کے ساتھ ساتھ سفر کرتی رہتی ہے۔ خواہ یہ سفر درست اور صحیح خطوط پر یا غلط اور تاریک راہوں پر!

غلط یا صحیح تو وہ طریقہ ہوتا ہے۔ جس کے ذریعے علم کو کام میں لایا جاتا ہے اور زندگی کے وہ میدان ہوتے ہیں جہاں علم کو استعمال کیا جاتا ہے۔

اس تمہید کو مدِ نظر رکھتے ہوئے یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ علم اور جاہلیت دو علیحدہ شئے ہیں۔ نہ تو علم اس جاہلیت کی پیداوار ہے کہ اس علم کی خاطر جاہلیت کو بھی اپنا لیا جائے اور نہ ہی علم کی رفتار ترقی رک سکتی ہے۔ اگر جاہلی نظم کو نکال کر اسلامی نظام برپا کر دیا جائے۔!

اس سے قبل تاریخ میں انسانیت اللہ کے بتائے ہوئے راستے پر چل چکی ہے۔ اور اللہ کے راستے پر چلنے کی بنا پر علم کو حیرت انگیز ترقی حاصل ہوئی اور ایک ایسی عظیم انسان علمی تحریک برپا ہوئی۔ جس نے یورپ کو "تجربی اسکول" سے روشناس کرایا اور یہ وہی علم ہے کہ جس کے خیرہ کن نتائج آج تک ظہور پذیر ہو رہے ہیں۔

علم جاہلیت جدیدہ کی پیداوار نہیں ہے۔ بلکہ جاہلیت جدیدہ تو علم کو تباہی کے راستے پر لے گئی ہے!

علم درحقیقت انسانیت کی پیداوار ہے۔ جس کی بدولت تاریخ میں دور تک پیوست ہیں ایک قوم دوسری قوم کو خزانۂ علم سپرد کرتی رہی حتیٰ کہ دور جدید میں یہ ذخیرہ یورپ کے ہاتھ لگ گیا۔ یورپ نے اس علم کی ذریعہ بڑی بڑی فتوحات حاصل کیں۔ لیکن یورپ انحراف کا شکار ہوا

اور اخلاقی فساد اور دنیا کی تباہی کا سبب بنا!

اگر ہم جاہلیت جدیدہ سے علم کو علیحدہ کر لیں تو ایک بھیانک اور تاریک جاہلیت کے سوا کیا باقی رہ جاتا ہے۔

بے شک۔ دنیا میں کچھ بھلائی اور خیر بھی ادھر اُدھر بکھری پڑی ہے۔

انسانیت کے بارے میں کچھ تحقیقات بھی ہیں۔ سیاسیات، اقتصادیات، اجتماعیت اخلاق اور فن میں کچھ موشگافیاں بھی ہیں۔!

کہیں کہیں معمولی سا انصاف، تھوڑی سی خوبی اور کسی قدر سرمایۂ افتخار انسان کو حاصل ہوا ہے!

اور یہ سب بڑے عظیم الشان فائدے ہیں —— کیونکہ جاہلیت کا ہر فائدہ عظیم الشان ہوا کرتا ہے۔!

لیکن —— جاہلیت کے اس سارے سرمائے اور ان تمام فائدوں کا پیمانہ یہ نہیں ہے کہ جاہلیت نے جس طرح ان فوائد کو عدسی شیشوں سے بڑا کر کے دکھایا ہے۔ آپ اس پر خوش ہو لیں۔ بلکہ اصل پیمانہ یہ ہے کہ ان تمام خیر کے پہلوؤں کے بالمقابل دیکھا جائے کہ شر کتنا ہے۔ ظلم و طغیان کس درجہ ہے —— ہمیں یہ بات ہرگز نظر انداز نہ کرنی چاہیئے کہ ایک معمولی سے خیر کے بدلے ایک بھیانک شر پوری انسانیت کو ہڑپ کر گیا!

سرمایہ دارانہ آمریت اور پرولتاری آمریت نے انسانیت کو کتنی بڑی ذلت سے ہمکنار کر دیا ہے۔

"سرکش ملکیت" غیر مالکوں کو غلام بنا رہی ہے۔ اور ملکیت کا طاغوتی انتزاع بھی غیر مالکوں کو غلام بنا رہا ہے۔!

بے لگام فردیت معاشرے کی توڑ پھوڑ کر رہی ہے۔ اور اجتماعیت انفرادی تشخص کو کچل رہی ہے!

اخلاقی گراوٹ کی کوئی انتہا باقی نہیں رہی!

جنسی تعلقات کا فساد اتنا ہمہ گیر ہے کہ وہ نفسِ انسانی اور معاشرے کو محیط ہو گیا ہے

اور اس فساد سے جو قلق و اضطراب انسانی زندگی میں واقع ہوا وہ ناقابل بیان ہے ؛

فن کی غلط توجیہہ ـــ جو نفس انسانی کے فساد کا باعث بنی ہوئی ہے ۔

غرض زندگی کا کوئی گوشہ اور حیات انسانی کا کوئی پہلو فساد و طغیانی سے خالی نہیں رہا ؛

اور دنیا میں جو رہی سہی بھلائی ہے ـــ خواہ اسے کتنا ہی بڑا کر کے کیوں نہ دکھایا جائے ـــ وہ اس عظیم شر کے بالمقابل بالکل بے حقیقت اور ناقابل ذکر ہے ؛

اس خیر اور بھلائی کی اتنی سی حقیقت ہے کہ "طاغوت" انسانیت کو دھوکہ اور فریب میں مبتلا کرنے کے لیے کچھ بھلائی اور فائدے بخش دیتا ہے ۔ تاکہ اس کی حاکمیت بغیر کسی مزاحمت کے قائم ہو سکے اور لوگ بلا چون و چرا طاغوت کی غلامی کا پھندا اپنی گردنوں میں ڈال لیں ۔ ؛

ان سب باتوں کے باوجود دنیا پر چھائی ہوئی جاہلیت جدیدہ خطرناک مستقبل سے دوچار ہے خواہ لوگ برضا و رغبت طاغوت کی غلامی میں رہیں یا اس کی غلامی کا جوا اتار پھینکنے کے لیے جدوجہد کریں ـــ جاہلیت کا مستقبل بہر حال لوگوں کے اختیار سے باہر ہے ؛

کچھ اللہ کی بنائی ہوئی "تقدیر" اور اس کی تخلیق کردہ "جبریتیں" بھی انسانی زندگی میں اپنا عمل کرتی ہیں ـــ [illegible] بنائی ہوئی تقدیر اور اللہ کی قائم کردہ جبریت کا تقاضہ یہ ہے کہ یہ جاہلیت ہمیشہ ہمیشہ باقی نہیں رہے گی ۔ بلکہ کبھی نہ کبھی اس کو ختم ہونا ہے ۔ یہ جاہلیت اپنے اندر غالب اور [illegible] کی [illegible] ہو جائے گی ۔

سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا (سورہ احزاب ۶۲)

یہ اللہ کی سنت ہے جو ایسے لوگوں کے حالات میں پہلے سے چلی آ رہی ہے اور تم اللہ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے ۔ (سورہ احزاب ۶۲)

لیکن اللہ کی سنت جو اس جاہلیت کا خاتمہ مقدر کر چکی ہے وہ یہ نہیں چاہتی کہ اس جاہلیت کے بعد لازمی طور پر "خیر" کی حکومت ہو جائے ۔ بلکہ یہ انسانیت کو اختیار دیا گیا ہے کہ طاغوت کے خاتمہ پر چاہے ۔ تو وہ ہدایت کو اپنا لے اور چاہے کسی دوسرے طاغوت کی حکمرانی تسلیم کر لے جس طرح سرمایہ داری کا طاغوت تباہی کا شکار ہوا تو فوراً "اشتراکی طاغوت" لوگوں کو ایک

Marfat.com

کر لے گیا۔!

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کے حال کو نہیں بدلتا۔ جب تک وہ خود اپنے اوصاف کو نہیں بدل دیتی۔ (سورہ رعد ۱۱)

(سورہ رعد ۱۱)۔

اس لیے مناسب ہے کہ لوگ اس جاہلیت کے خاتمہ سے پہلے غور و فکر کر کے اپنا راستہ متعین کر لیں۔ کہ کیا اس طاغوت کے بعد اپنے آپ کو کسی نئے طاغوت کے سپرد کر دینا ہے یا اس جاہلیت کا کوئی علاج تلاش کرنا ہے؟

اور علاج کیا ہو سکتا ہے؟!

Marfat.com

اسلام کے سوا کوئی راہِ نجات نہیں ہے

برٹرینڈ رسل کہتا ہے :

"سفید فام لوگوں کی قیادت کا دور ختم ہو چکا ہے"

یہ کوئی پیشین گوئی نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت واقعیہ ہے۔ جسے ہم عصر فلسفی نے اپنے روشن ذہن کی بنا پر محسوس کر لیا۔ لیکن عام لوگ اس حقیقت کو محسوس نہ کر سکے۔ جبکہ عوام الناس کی پیشوائی کو "دانشوروں" کا ایک جزء عنصر بھی موجود ہے!

رسل نے بھی اس حقیقت کو پوری طرح محسوس نہیں کیا کہ جاہلیت بذاتِ خود ختم ہونے والی ہے۔ کیونکہ رسل خود جاہلیت جدیدہ کے زیرِ سایہ زندگی گزار رہا ہے!

سفید فام نسل کی تہذیب تنزل اور انحراف کا شکار ہو چکی ہے۔ چنانچہ اب اس کا خاتمہ بھی قریب ہے۔

لیکن اس تہذیب کے خاتمہ کا لازمی نتیجہ یہ نہیں ہے کہ اس کے بعد نظام خیر نافذ ہو جائے — جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں:

کسی بھی جاہلیت کا خاتمہ ایک ایسا "عرصہ انتقال" ہوتا ہے۔ جس میں انسانیت کو یہ موقع ملتا ہے کہ اگر وہ چاہے تو اللہ کی بتائی ہوئی جادۂ حق کو اپنا لے، اس پر ایمان لے آئے۔ اور اسی کو راہ نجات سمجھ کر اپنی زندگی کو نظام خیر کا تابع بنا دے:

اگر انسانیت اس موقع سے فائدہ نہیں اٹھاتی۔ اور اللہ کے بتائے نظام حکم کو قائم کرنے کے لیے پوری جدوجہد نہیں کرتی تو نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ انسانیت ایک جاہلیت سے نکل کر دوسری جاہلیت کی نذر ہو جاتی ہے اور ایک طاغوت کے پنجے سے نکل کر دوسرے طاغوت کی بھینٹ

Marfat.com

چڑھ جاتی ہے ۔

البتہ اب کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انسانیت راہ ہدایت اختیار کرے گی ـــــ کیونکہ اس جاہلیت جدیدہ میں انسانیت نے ہر اس نظام کو اپنا کر دیکھ لیا۔ جس کا خیال بھی انسانی ذہن میں آسکتا تھا ـــــ فردیت ہو یا اجتماعیت ـــــ سرمایہ داری ہو یا اشتراکیت ـــــ ملکیت ہو یا لاملکیت ـــــ ہر نظام کو برت کر دیکھ لیا ہے !

انسان نے اکل و شرب لباس، رہائش اور جنسی لذت کا بھی تجربہ کر لیا ۔

انسانیت اپنے تراشیدہ ہر "الٰہ" پر ایمان لا چکی ہے ۔

خود "انسان" نے بھی الٰہ بن کر دیکھ لیا !

لیکن ہر تجربہ انسانی زندگی میں حیرت، بدبختی اور اضطراب کی زیادتی کا باعث بنا !

پھر بھی راستے صرف دو ہی ہیں ـــــ

اللہ کی بتائی ہوئی صراطِ مستقیم ـــــ یا ـــــ

ہمہ گیر تباہی !!

ہم انسانیت کے مستقبل کے بارے میں کوئی پیشین گوئی نہیں کر رہے ہیں ـــــ

قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ (سورۂ نمل ۶۵)

آپ کہہ دیجئے کہ جتنی مخلوقات آسمانوں اور زمین یعنی عالم میں وجود ہیں ان میں سے کوئی بھی غیب کی بات نہیں جانتا ۔

وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا

کوئی متنفس نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کمائی کرنے والا ہے ۔ (سورہ لقمان ۳۴)

بلکہ ـــــ ہم صرف اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ "سنت" بیان کر رہے ہیں ـــــ

سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا

یہ اللہ کی سنت ہے جو ایسے لوگوں کے

Marfat.com

مِنْ قَبْلُ وَ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلاً — معاملہ میں پہلے سے چلی آرہی ہے اور تم اللہ کی سنت میں کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے (سورہ احزاب)

اور جاہلیت جدیدہ میں جن تلخ تجربات سے انسانیت گذری ہے۔ اس کے پیش نظر سنت اللہ بتلاتی ہے — کہ دو ہی راستے ہیں — یا — ہدایت یا ہمہ گیر ہلاکت ۔ ۔ ۔

جاہلیت اس وقت تک اپنا وجود برقرار رکھ سکتی ہے۔ جب تک اس میں خیر کا کوئی پہلو باقی رہے اور جب شر خیر پر غالب آجاتا ہے اور خیر و بھلائی مٹ جاتی ہے تو پھر اللہ کی سنت حالات میں ایک نیا تغیر اور ایک نئی تبدیلی لے آتی ہے — لیکن اس تغیر و تبدیلی میں انسان کی کوشش ہی کام آتی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ (سورۂ رعد ۱۱) — حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کے حال کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے اوصاف کو نہیں بدل دیتی۔ (سورہ رعد ۱۱)

اللہ کی سنت — یا تو روئے زمین کو اس کی پوری سرکشیوں کے ساتھ زمین میں دفن کر دیتی ہے — یا —

لوگ اللہ کی ہدایت کو قبول کر لیتے ہیں — اور اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہونے لگتے ہیں۔

اب ہم تاریخ انسانی کے اس مرحلہ پر آگئے ہیں جہاں اللہ کی منشا کو حرکت میں آنا چاہیئے کیونکہ دنیا میں طاغوت کی سرکشیاں حد سے گذر چکی ہیں اور خیر کا اثر بالکل زائل ہو چکا ہے۔ اور خیر اس قابل نہیں رہی کہ طاغوتی طاقتوں کا مقابلہ کر سکے!

اب انسانیت کو اختیار ہے — یا —

تو اللہ کے راستے سے دور رہتے ہوئے ہمہ گیر تباہی کا شکار ہو جائیں — یا — اللہ کی ہدایت کو اپنا کر سکون و اطمینان حاصل کر لیں!

ہمیں انسانیت سے بھی اور اللہ کی تقدیر سے بھی حسن ظن ہے۔ کیونکہ ہم نہیں خیال کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی تباہی مقدر فرما دی ہوگی!

اس لیئے ـــــ اب اسلام کے سوا کوئی راہِ نجات نہیں ہے !

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ ۔ بے شک دین حق اور مقبول اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف اسلام ہے ۔

انسانیت کو جاہلیت ، ضلالت ، شقاوت ، حیرت ، قلق و اضطراب اور زندگی و افکار کی پراگندگی سے سوائے اسلام کے اور کوئی نظام نجات نہیں دلا سکتا :

تاریخ میں جب بھی کبھی کسی نظام نے انسانیت کو جاہلیت سے نجات دلائی ہے ۔ وہ اسلام ہی نے دلائی ہے ۔

وہ اسلام جس کو نوحؑ ، ابراہیمؑ ، موسیٰؑ ، عیسیٰؑ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ۔ !

اور اللہ کے آخری دین میں یہ اسلام مکمل ہو گیا !

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (سورہ مائدہ ۲) آج کے دن تمہارے لیئے تمہارے دین کو میں نے کامل کر دیا اور میں نے تم پر اپنا انعام تمام کر دیا ۔ اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لیئے پسند کر لیا ۔

یہی اسلام اپنی آخری اور مکمل شکل میں دنیا کی تمام جاہلیتوں کا واحد علاج ہے اور بالخصوص جاہلیت جدیدہ کا !

جہاں جہاں جاہلیت نے انحراف کیا ہے ۔ اسلام اس کی صحیح شکل دیتا ہے ـــ فکر و عمل ، سیاسیات ، اقتصادیات و اجتماعیات اخلاق و فن اور جنسی علائق ـــ غرض زندگی کے ہر گوشے میں اسلام انسانیت کی صحیح صحیح راہنمائی اور جاہلی انحراف کی پوری پوری نشاندہی کرتا ہے ۔

جاہلیت جدیدہ نے جس طرح انسانیت کو برباد کیا اور انسانی زندگی کے تمام معاملات کو خلل اور انتشار کا شکار بنا دیا ۔ اس پر نظر کرنے کے بعد ہم دیکھیں گے کہ اسلام ان تمام معاملات میں کیا رہنمائی دیتا ہے اور کس طرح انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کو مستقل بنیادوں پر کھڑا کر کے پوری انسانیت کو استقامت عطا کرتا ہے کہ کلیات اور جزئیات سب اپنی اپنی جگہ صحیح اور مناسب نظر آتے ہیں ۔

Marfat.com

اللہ، کائنات، زندگی اور انسان کے بارے میں جاہلیت کے جس قدر تصورات ہیں سب انحراف کا شکار ہیں!

اور جاہلیت کے اسی فکری انحراف کی بناء پر اس کی سیاست، اقتصاد، اجتماع، اخلاق اور فن غرض عملی زندگی کا ہر پہلو انحراف پذیر ہو گیا۔

ہم دیکھیں گے کہ جس وقت انسانی فکر مستقیم ہو گی، یہ تمام امور خود بخود درست ہوں گے۔ کیونکہ عمل فکر ہی سے ابھرتا ہے۔ اگر فکر مستقیم ہو گی تو عمل بھی مستقیم ہو گا اور اگر فکر منحرف ہو گی تو عمل بھی انحراف سے دوچار ہو گا۔!

تاریخ میں ایک مرتبہ انسانی فکر مستقیم ہو چکی ہے۔ جس وقت رسول اللہ نے امت مسلمہ کو اسی مستقیم فکر پر تربیت دی تھی جس امت مسلمہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ	تم لوگ اچھی جماعت ہو کہ وہ جماعت جو لوگوں
لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ	کے لیے ظاہر کی گئی ہے۔ تم لوگ نیک کاموں
وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ	کو بتلاتے ہو اور بُری باتوں سے روکتے ہو
وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ (سورہ آل عمران ۱۱۰)	اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو۔

جب امت مسلمہ کی فکر مستقیم ہو گئی اور تصور اللہ کی ہدایت کے مطابق درست ہو گیا تو زندگی کے تمام معاملات صحیح بنیادوں پر استوار ہو گئے اور تاریخ کی ایک عظیم نشاۃ ثانیہ ہوئی۔ اللہ کی طرف سے ہدایت یافتہ اس جماعت نے ساری دنیا میں اللہ کی ہدایت کی روشنی پھیلائی باوجودیکہ کچھ وقت گذرنے کے بعد مسلمان بھی صراط مستقیم سے کسی قدر منحرف ہو گئے تھے۔ اس کے باوجود بھی وہ تمام دنیا کے لیے روشنی کا مینار بنے رہے۔ لوگوں کو تعلیم دیتے رہے اور راہ راست کی طرف بلاتے رہے۔

جب مسلمانوں میں اپنے اندر کمزوریاں رونما ہو گئیں اور ان کی قوتی حرکت رک گئی تو جاہلیت جدیدہ نے انہیں اچک لیا اور مسلمان اللہ کے راستے کو چھوڑ کر شیطانی راستوں پر چل پڑے۔ بہرکیف موجودہ دور میں مسلمانوں کی کیسی بھی گئی گذری حالت ہو اسلام ان مسلمانوں

لہ دیکھئے کتاب "کیا ہم مسلمان ہیں"۔

Marfat.com

کے ساتھ مقید نہیں اور نہ ان کی رکاوٹ اسلام کے راستے کی رکاوٹ بن سکتا ہے ۔!

اسلام پوری انسانیت کے لیے اللہ کا نور ہے اور اس کے دروازے ہر بنی نوع انسان کے لیے کھلے ہوئے ہیں ۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا — اور اے نبیؐ ہم نے تم کو تمام ہی انسانوں کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے ۔ (سورۂ سبا ۲۸)

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ — اور اے نبیؐ ہم نے نہیں بھیجا تم کو مگر تمام جہان والوں کے لیئے رحمت کے طور پہ

جاہلیت جدیدہ میں جس قدر بھی انحرافات ہیں ۔ اسلام ان کو درست اور مستقیم کرتا ہے ۔

جاہلیت کا عظیم ترین انحراف جس سے فکر و عمل کے تمام انحرافات رونما ہوئے ، اور انسانیت شقاوت و بدبختی کا شکار ہوئی وہ اللہ کی حقیقت کو نہ پہچاننا ہے ۔ اسی سے اللہ کی عبادت میں بھی انحراف پیدا ہوا ۔

اسلام بعینہٖ اسی نقطہ سے اصلاح شروع کرتا ہے ۔

قرآن نے پورے تیرہ سال "الوہیت" اور اعتقاد کے مسئلہ پر صرف کیئے ہیں ۔

وجہ صرف یہی نہیں تھی کہ عرب بُت پرستی میں بُری طرح ملوث تھے ۔ بلکہ بنیادی اور اہم سبب یہ تھا ۔ کہ دراصل عقیدہ ہی انسانی زندگی کا محور گردش ہے ۔ جب تک عقیدہ درست نہ ہو ۔ انسانی زندگی مستقیم نہیں رہ سکتی ۔ بلکہ ایک غلط عقیدہ پر انسانیت کی جو بھی عمارت اٹھائی جائیگی ۔ وہ کچھ وقت بعد اپنی بنیادوں پر آ رہے گی !

جاہلیت جدیدہ اس حقیقت کا پورا پورا مصداق ہے ۔ ہم صاف دیکھ رہے ہیں ، کہ پوری انسانی زندگی میں صرف اس لئے بگاڑ رونما ہوا ہے کہ لوگوں کے دلوں میں الوہیت کا عقیدہ منحرف ہوگیا ۔

اسی لئے مکی قرآن نے لوگوں سے سوائے "عقیدۂ الوہیت" کے اور کوئی بات ہی نہ کہی ! پھر جب اسلامی معاشرہ تشکیل پذیر ہوگیا اور مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست قائم ہوگئی تو قرآن عبادات اور معاملات سے متعلق قوانین لے کر آیا ـــــ اور امت کو وہ ذمہ داریاں

Marfat.com

سونپی گئیں۔ جن کو لے کر اسے انسانیت کے سامنے آنا تھا!

لیکن ان قوانین و تشریع سازی کے وقت بھی عقیدہ بہر حال ساتھ رہا۔ بلکہ عقیدہ ہی تمام تشریعات کی واحد بنیاد بنا رہا![1]

اسلام نے "الوہیت" اور "عقیدہ" کے بارے میں ایک واضح نظریہ دیا ہے —— اور وہ یہ ہے کہ ——

"اللہ ہی خالق ہے۔ اللہ ہی مدبر کائنات ہے۔ اللہ ہی رازق ہے۔ اللہ ہی مالک ہے۔ اللہ ہی کا غالب ہے اور اللہ ہی معبود ہے"۔

یہ عقیدہ نہایت ہی سادہ، حد درجہ آسان اور غیر معمولی طور پر واضح ہے!

نہ فطرتِ الوہیت میں کوئی پیچیدگی ہے اور نہ اعتقاد میں کوئی الجھن!

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے —— پوری کائنات —— زمین و آسمان —— میں اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے —— نہ اس کے سوا کوئی خالق ہے۔ نہ اس کے سوا کوئی مالک ہے اور نہ اس کے سوا کوئی مدبر کائنات ہے! —— ملک، خلق، رزق اور تدبیر کائنات میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے —— اسی لئے اس کے سوا کوئی معبود بھی نہیں ہے —— اور اس کے سوا کوئی معبود ہو بھی نہیں سکتا۔

یہی سادہ، آسان اور واضح عقیدہ ہے۔ جس پر پورے اسلام کی عمارت قائم ہے۔ اسی پر امت مسلمہ گامزن رہی اور یہی تاریخ اسلام کا خاص امتیاز ہے۔

الوہیت کے مندرجہ بالا اسلامی عقیدہ کو ماننے پر لازمی طور پر یہ بات بھی تسلیم کرنا پڑتی ہے کہ زمین و آسمان میں ہر جگہ عبودیت صرف اللہ ہی کی ہو!

یہ بھی اپنی جگہ پر ایک آسان، سادہ اور واضح قضیہ ہے۔ جب خالق صرف اللہ ہے۔ جب مالک صرف اللہ ہے۔ جب رازق صرف اللہ ہے اور جب کائنات پر حکمران صرف اللہ ہے تو پھر اللہ کو چھوڑ کر کون ہے۔ جس کی مخلوق عبادت کرے اور اس کے سامنے سر جھکائے! کون ہے۔ اللہ کے سوا عبادت کے لائق؟

---

[1] "قرآن کے زیر سایہ" میں مائدہ انعام اور اعراف کی تفسیر دیکھئے۔

کیا انسان ہے ؟

کیا انسان کو اللہ نے نہیں پیدا کیا ؟ کیا اللہ تعالیٰ نے ہی اس انسان کو قوت و طاقت عطا نہیں کی اور اس کے لیے زمین و آسمان کو مسخر نہیں کر دیا ؟ کیا انسان نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے ؟ کیا کائنات کے قوانین انسان کے وضع کردہ ہیں۔ کیا انسان ان قوانین میں سرمو کوئی تبدیلی پیدا کر سکتا ہے۔

کیا انسان مادہ کے خواص بدل کر اسے دوسرے خواص دے سکتا ہے ؟ یا مادہ کو ان قوانین کے علاوہ جن پر اللہ نے اس کی تخلیق کی ہے کسی اور قانون کے مطابق پیدا کر سکتا ہے ؟

اگر نہیں ـــ تو اللہ کو چھوڑ کر انسان کیوں "الٰہ" بن بیٹھا ؟ ـــ یا اللہ کی عبودیت میں انسان کیوں شرکت کا دعوے دار ہو گیا ؟

اگر انسان الٰہ اور معبود نہیں ـــ تو کیا "جبریات" الٰہ ہیں ؟

ان قوانین میں "جبریت" ـــ کس کی پیدا کردہ ہے ؟ کیا کائنات میں اور انسانوں میں اللہ کی تقدیر نافذ العمل نہیں ہے ؟ ـــ اللہ کی تقدیر میں اسی قدر جبریت ہے۔ جس قدر اللہ چاہے ـــ تو اللہ کو چھوڑ کر "جبریتیں" کیوں الٰہ بن گئیں ـــ یا جبریتیں اللہ کی عبودیت میں کیوں شریک ہو گئیں ؟ ـــ

اللہ کے سوا کون ہے۔ جس کے سامنے مخلوق عبادت کے لیے سر جھکائے۔ ؟

عبودیت کا لازمی تقاضہ ہے کہ "حاکمیت اعلیٰ" بھی صرف اللہ کی ہو ـــ اور لوگ اللہ کے بتائے ہوئے قوانین کو اپنی زندگیوں میں نافذ کریں۔

یہی وہ مسئلہ ہے۔ جس سے تاریخ کی ہر جاہلیت کو اختلاف رہا ہے۔ حتیٰ کہ وہ جاہلیتیں جو اللہ کو پہچانتی تھیں۔ وہ جاہلیتیں بھی جو اللہ کی عبادت بھی کرتی تھیں اور وہ جاہلیتیں بھی جن کا خیال تھا کہ وہ اللہ کی عبادت کا پورا حق ادا کر رہی ہیں ـــ ان سب جاہلیتوں نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا۔ اور ہر جاہلیت اس وہم میں مبتلا رہی کہ اللہ کی عبادت ایک علیحدہ مسئلہ ہے اور اللہ کی حاکمیت کا اقرار اور اس کے بتائے ہوئے قانون کا اپنی زندگی میں نفاذ یہ ایک دوسرا اور غیر متعلق مسئلہ ہے !

Marfat.com

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ (سورہ الانعام ۹۱)

اور ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی جیسی قدر پہچاننا واجب تھی۔ ویسی قدر نہ پہچانی۔

بھلا بتائیے یہ اللہ کی عبادت کی کون سی شکل ہے۔ جب کہ آپ کا نظام زندگی غیر اللہ ہاتھوں میں ہو!

یہ تو جب ممکن تھا۔ جب اللہ تعالیٰ انسانیت کو کوئی قانون دینے کے بجائے کوئی قانون دینے کے بجائے فرما دیتا کہ اپنے لیے تم خود قانون سازی کرو ـــــ لیکن اللہ تعالیٰ نے نہ صرف لوگوں کو قانون عطا فرمایا۔ بلکہ یہ بھی فرمایا کہ میرے قانون کی اتباع کرو!

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ (مائدہ ۴۴)

اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے۔ سو ایسے لوگ بالکل کافر ہیں۔

(مائدہ ۴۴)

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ

اور جو شخص خدا تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے سو ایسے لوگ بالکل ستم ڈھا رہے ہیں۔ (مائدہ ۴۵)

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ (مائدہ ۴۷)

اور جو شخص خدا تعالیٰ کے نازل کئے ہوئے کے موافق حکم نہ کرے۔ تو ایسے لوگ بالکل فاسق ہیں۔

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ (مائدہ ۴۹)

اور ہم مکرر حکم دیتے ہیں کہ آپ ان کے باہمی معاملات میں اس بھیجی ہوئی کتاب کے موافق فیصلہ فرمایا کیجئے اور ان کی خواہش پر عمل درآمد نہ کیجئے اور ان کی اس بات سے احتیاط رکھیئے کہ وہ آپ کو خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوئے کسی حکم سے بھٹکا دیں۔

Marfat.com

اب بتائیے۔ انسانوں کو یہ کیسے جائز ہے کہ وہ غیر اللہ کو اپنی زندگیوں کا حاکم بنائیں۔

قرآن کریم میں جتنی بھی سورتیں "تشریع" سے متعلق ہیں۔ ان سب میں اس بات پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے کہ "حاکمیت اعلیٰ" صرف اللہ کے لیے ہے اور جس ذات کو الوہیت حاصل ہے۔ وہ ہی شارع بھی ہے۔ اللہ ہی الٰہ ہے اور اللہ ہی صاحب شریعت ہے اگر آپ اس امر کا اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ الوہیت میں تنہا اور لاشریک ہے۔ یہ بھی ماننا پڑے گا کہ اللہ "حاکمیت" میں بھی منفرد ہے اور کوئی اس کا شریک نہیں اور نہ کسی کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ اللہ کی حاکمیت کے ساتھ ساتھ اپنی حاکمیت کا بھی دعوے دار ہو — اگر کوئی ایسا سمجھتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو اللہ کا شریک بنا کر مشرک بن گیا اور جو لوگ اس کی اتباع اتباع کریں گے وہ بھی مشرک ہوں گے!

جاہلیت کی عظیم ترین گمراہی یہ ہے کہ اس نے شریعت کو عقیدہ سے اور حاکمیت کو الوہیت سے علیحدہ کر دیا — یہی بنیادی گمراہی ہے جس کے نتیجے میں پوری انسانیت سرکشیوں میں میں مبتلا ہے اور فی الواقع اس گمراہی کا یہی نتیجہ ہوتا بھی ہے۔

جب کوئی غیر اللہ انسانوں کے لیے قانون سازی کرتا ہے تو وہ اپنے آپ کو "الٰہ" بنا لیتا ہے۔ حلال و حرام اس کے اختیار میں آجاتے ہیں۔ تو وہ "طاغوت" بن جاتا ہے۔ کیونکہ اللہ کے حکم کے سوا ہر حکم "طاغوت" ہے اور خواہشِ نفس کی پیروی ہے — خواہ یہ "طاغوت" فرد ہو یا جماعت یا امت حاکمہ!

جاہلیت جدیدہ میں انسانوں کی حاکمیت "طاغوت" کو مل گئی اور انسانوں نے اسے قانون سازی کے اختیار دے کر طاغوت کے سامنے اپنا سر ذلت سے جھکا دیا۔ اور طاغوت کو لوگوں پر جبر اور سرکشی کا موقع مل گیا۔!

"جمہوریت" ہو یا "آمریت" ہر نظام طاغوت ہے اور ہر ایک کے نتائج یکساں ہیں[1]

---

[1] قرآن کے زیر سایہ جلد ۶ - ۸

اسلام الوہیت اور حاکمیت کے بارے میں صحیح صحیح تصور دیتا ہے اور تصور کو وسیع کر کے کائنات، زندگی اور انسانیت پر پھیلا دیتا ہے۔

اسلام کہتا ہے کہ کائنات الٰہ نہیں ہے اور نہ ہی کائنات بلا تدبیر و مقصد مخلوق ہے۔ نہ کائنات کی عبادت کی جا سکتی ہے اور نہ کائنات میں کسی "جبریت" کا نظریہ قابل تسلیم ہے۔ کائنات کا وجود اور اس وجود کی ساری جبریت صرف اللہ کی ذات ہے۔

اللہ نے کائنات کو پیدا کیا ہے —— اس لئے کائنات اللہ کی عبادت کرتی ہے اس طرح کہ اللہ کی مقرر کردہ سنت اور ہدایت پر چلتی رہتی ہے۔

ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ	پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا۔ جو اس وقت محض دھواں تھا۔ اس نے آسمان اور زمین سے کہا وجود میں آجاؤ۔ خواہ تم چاہو یا نہ چاہو دونوں نے کہا ہم آگئے فرمانبرداروں کی طرح (سورۃ فصلت ۔ ۱۱)

پھر کائنات کو اللہ تعالیٰ نے خواہ مخواہ ہی پیدا نہیں کیا۔ بلکہ اس کو "حق" کے ساتھ پیدا کیا ہے۔

مَا خَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ	اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو اور ان چیزوں کو جو ان کے درمیان ہیں کسی حکمت ہی سے پیدا کیا ہے۔ (الروم ۔ ۸)
وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لَاعِبِينَ۔	اور ہم نے آسمان و زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے۔ اس کو اس طور پر نہیں بنایا کہ ہم فعل عبث کرنے والے ہوں۔
إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا	(الدخان ۔ ۳۸) بلاشبہ آسمانوں اور زمینوں کے بنانے میں اور یکے بعد دیگرے رات اور دن کے

Marfat.com

وَقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ
وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ
هٰذَا بَاطِلًا .....
سُبْحٰنَكَ

آجانے میں دلائل ہیں اہل عقل کے لیے جن کی
یہ حالت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی یاد کرتے ہیں
کھڑے بھی، بیٹھے بھی۔ لیٹے بھی اور آسمان
اور زمین کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں
کہ اے ہمارے پروردگار! آپ نے
اس کو لایعنی پیدا نہیں کیا۔ ہم آپ کو منزہ
سمجھتے ہیں۔

آل عمران - ۹۰ : ۱۹۱)

انسان صرف اپنی عقل سے اس "حق" کا ادراک نہیں کر سکتا۔ جس "حق" پر زمین و آسمان کی تخلیق ہوتی۔ اور نہ ہی انسانی عقل کائنات کی لامتناہی وسعتوں کا احاطہ کر سکتی ہے ——

جہاں ادراک عقلی انسان کو لے جانے سے عاجز ہے —— وہاں اللہ سے ہدایت یافتہ روح لے جا سکتی ہے —— کیونکہ روح اور کائنات آپس میں اس زندۂ جاوید احساس میں شریک ہیں کہ دونوں ہی اللہ کی عبادت میں مصروف ہیں۔ دونوں ہی اپنے خالق کی طرف متوجہ ہیں، اور دونوں کے وجود کا منبع صرف اللہ کی ذات ہے —— اس لئے روح اس امر کا ادراک کر سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کو کس طرح "حق" پر پیدا کیا ہے۔ زمینوں اور آسمانوں میں اس حق کی گہرائیاں اور کائنات میں اس "حق کی وسعتیں کس قدر ہیں۔

پھر جس قدر انسان کی معلومات بڑھتی جاتی ہیں وہ کائنات کی وسعتوں کا مزید اندازہ کرتا جاتا ہے۔ لیکن یہ معلومات اس "عظیم حق" کے احاطے سے قاصر ہیں۔ کیونکہ یہ معلومات ظاہر اشیاء سے متعلق ہیں۔ اس "حق عظیم" کا جس پر اللہ تعالیٰ نے کائنات زندگی اور انسان کو پیدا کیا ہے روح ہی اندازہ کر سکتی ہے۔ نہ کہ عقل انسانی!

تخلیق حیات بھی عبث اور بے کار نہیں ہے۔

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ
عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ

(المومنون ۱۱۵)

ہاں تو کیا تم نے یہ خیال کیا تھا کہ ہم نے تم کو
یونہی مہمل خالی از حکمت پیدا کر دیا ہے اور تم
ہمارے پاس نہیں لائے جاؤ گے؟

Marfat.com

اسلام زندگی کے مسائل کو علیحدہ علیحدہ زیرِ بحث نہیں لاتا۔ بلکہ زندگی کو مکمل شکل میں سامنے رکھتا ہے اور بتلاتا ہے کہ دنیاوی زندگی ہی صرف زندگی نہیں ہے۔ بلکہ دنیاوی زندگی تو مقدمہ اور پیش خیمہ ہے۔ ایک اصل اور اہم زندگی کا اور اخروی زندگی نتیجہ ہے پہلی زندگی کا۔ اور وہی حقیقی زندگی ہے۔

وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ۔

اور اصل زندگی عالم آخرت ہے۔ اگر ان کو اس کا علم ہوتا تو ایسا نہ کرتے۔

(العنکبوت)

دنیاوی زندگی دارالعمل ہے اور اخروی زندگی دارالجزا ہے۔

اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا۔

ہم نے زمین پر کی چیزوں کو اس کے لیے باعث رونق بنایا۔ تاکہ ہم لوگوں کی آزمائش کریں کہ ان میں زیادہ اچھا عمل کون کرتا ہے۔

(الکہف)

وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ

(الانبیاء - ۳۵)

اور ہم تم کو بُری بھلی حالتوں سے اچھی طرح آزماتے ہیں اور پھر اس زندگی کے ختم پر تم سب ہمارے پاس چلے آؤ گے۔

اَلَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا

جس نے موت وحیات کو پیدا کیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون شخص عمل میں زیادہ اچھا ہے۔ (الملک - ۲)

وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۔

اللہ نے تو آسمان اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے اور اس لیے کیا ہے کہ ہر شخص کو اس کی کمائی کا بدلہ دیا جائے۔ لوگوں پر ظلم ہرگز نہ کیا جائے گا۔

(الجاثیہ - ۲۲)

Marfat.com

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور تم کو پوری پاداش قیامت کے روز ہی ملے گی۔ (آل عمران - ۱۸۵)

یہ ہے اسلام کی پیش کردہ زندگی کا مکمل تصوّر جس پر قلب انسانی مطمئن ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جب انسان یہ سمجھ لیتا ہے کہ یہی زندگی تمام کچھ نہیں ہے۔ بلکہ اس کے بعد بھی زندگی ہے تو ایک طرف تو وہ زندگی کی لذّتوں پر مجنونانہ نہیں لپکتا۔ جیساکہ انسان کے ذہن میں اگر یہ تصوّر ہو کہ یہی زندگی ہے۔ جو کچھ ہے۔ اس موقعہ کو ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے اور جو کچھ لوٹا جا سکے وہ لوٹ لیا جائے!

دوسری جانب انسان، اسلام کے دو حیاتی نظریہ کی بناء پر قنوطیت اور محرومیت کا شکار ہونے سے بچ جاتا ہے ـــــ کیونکہ انسان جب دنیا کے مظالم اور بگاڑ دیکھتا ہے۔ دنیا کی بے چینی اور عذاب کا مزا چکھتا ہے اور یہ سمجھنے لگتا ہے۔ اب حالات کی قطعاً کوئی اصلاح نہیں ہو سکتی، نہ ان مظالم کا کوئی صلہ ہو سکتا ہے اور نہ اس بدبختی سے کوئی راہ فرار ہے۔ تو انسان بجائے اس کے کہ ان حالات کا مقابلہ کرے۔ ہتھیار ڈال دیتا ہے اور خود قنوطیت و محرومیت کا شکار ہو جاتا ہے۔

اسلام کے دو حیاتی، نظریہ کا تیسرا فائدہ یہ ہے کہ انسانی ضمیر تباہ نہیں ہوتا۔ حق و انصاف پر سے اس کا ایمان ختم نہیں ہوتا ـــــ اور نہ ہی اس کے عمل و اخلاق بگاڑ کا شکار ہوتے ہیں ـــــ اور اگر انسان اس نظریہ کو نہ مانے۔ تو ظلم کرتا ہے اور ظلم سہتا ہے۔ حصول مقصد کے لیے ہر ذریعہ اختیار کرتا ہے۔ جب کہ نہ ذریعہ پاکیزہ ہوتا ہے اور نہ مقصد!

چوتھا فائدہ یہ ہے کہ انسان اللہ سے ڈرتا رہتا ہے اور اللہ سے پاک و صاف ملاقات کے لئے اپنے تمام اعمال میں پاکیزگی برتتا ہے۔

اسی لئے اسلام آخرت کے ذکر پر زور دیتا ہے! اور آخرت کے مناظر بیان کرتا ہے اور اخروی زندگی کا دنیاوی زندگی سے رابطہ بتاتا ہے ـــــ اور یہ کہ دنیا ہی اخروی زندگی کا ایک واحد ذریعہ ہے ـــــ اور آخرت میں صحیح نتائج حاصل کرنے کے لیے دنیاوی زندگی کو صحیح اور درست بنیادوں پر قائم کرنا پڑے گا۔

اسلام انسان کو ایک انوکھی اور بدیع شکل میں پیش کرتا ہے۔

انسان نہ الٰہ ہے، نہ حیوان و شیطان ہے؛ انسان صرف انسان ہے۔ انسان اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات میں ممتاز و بلند مرتبہ اور اپنا خلیفہ بنا کر پیدا فرمایا ہے۔

جاہلیت انسان کے بارے میں بڑی سرگرداں رہی ہے کہ کبھی اسے الٰہ بنایا اور کبھی اسے حیوان ہی بنا ڈالا اور کبھی اسے جبر بتوں کے الٰہ کے سامنے عبد ذلیل بنا کر رکھ دیا؛

مگر اسلام انسان کو صحیح صحیح مقام عطا کرتا ہے۔ نہ اس میں کوئی انحراف اور نہ کوئی جادۂ حق سے روگردانی؛

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً

اور جس وقت ارشاد فرمایا آپ کے رب نے فرشتوں سے کہ ضرور بناؤں گا زمین میں ایک نائب (البقرہ ۳۰)

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ (ص ۷۰-۷۱)

جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا میں مٹی سے ایک بشر بنانے والا ہوں۔ پھر جب میں اسے پوری طرح بنا دوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم اس کے آگے سجدے میں گر جاؤ۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰی كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِیْلًا

یہ تو ہماری عنایت ہے کہ ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی اور انہیں خشکی اور تری میں سواریاں عطا کیں اور ان کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر نمایاں فوقیت بخشی (الاسراء ۷۰)

وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ

اور تمہارا نقشہ بنایا سو عمدہ نقشہ بنایا (التغابن)

اسلام انسان کو گندگیوں میں غوطے نہیں دیتا جیسا کہ جاہلیت جدیدہ نے دیئے ہیں البتہ اسلام نے انسان کی پیدائش کی حقارت کی جانب اشارہ کیا ہے جیسا کہ ڈارون نے بھی کیا ہے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ

ہم نے انسان کو سڑی ہوئی مٹی کے سوکھے

Marfat.com

مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَاءٍ مَسْنُوْنٍ — گارے سے بنایا۔ (الحجر ۲۶)

اَلَمْ نَخْلُقْكُمْ مِنْ مَاءٍ مَهِيْنٍ — کیا ہم نے تم کو ایک بے قدر پانی سے نہیں بنایا (المرسلات ۔ ۲۰)

انسان کے ابتدائے آفرینش میں "سڑی ہوئی مٹی" اور "گندے پانی" سے حقیر اور کمتر کیا شئے ہو سکتی ہے۔

لیکن وحی الٰہی جب انسان کی ابتدائے تخلیق کا تذکرہ کرتی ہے تو اس کا منشا یہ نہیں ہوتا کہ وہ انسان کی کمتری اور پستی کو نمایاں اور کارزار حیات میں اسے سرگرداں ثابت کرے جیسا کہ ڈارونیت نے حیوانی تعبیرات انسان پر چسپاں کر کے کیا ہے بلکہ وحی الٰہی تخلیقی مراحل بیان کرنے کے ساتھ ساتھ انسان کے دوسرے حقائق پر بھی روشنی ڈالتی ہے۔

وحی الٰہی بتاتی ہے کہ انسان صاحب فضیلت اور حسن صورت والا اور زمین میں اللہ کا نائب و خلیفہ ہے۔

وحی الٰہی کی اس توجیہہ سے دو امور سامنے آتے ہیں:

اللہ کی عظمت ــــ اور ــــ انسان کی سربلندی!

یہی دو حقیقتیں انسان کو اللہ سے وابستہ رکھتی ہیں اور اس کو اس قابل بناتی ہیں کہ وہ اللہ کی خلافت کے بلند مرتبے کو حاصل کر سکے ــــ اور ساتھ ہی انسان غرور و سرکشی سے بھی بچ جاتا ہے۔

اسلام کی نظر میں انسان مٹی اور روح کی ملی جلی طبیعت کا نام ہے۔ مٹی اور روح الٰہی کا امتزاج کبھی نہ ختم ہونے والا ــــ اور یہ رشتہ کبھی نہ ٹوٹنے والا ہے۔

اسلام کی نظر میں انسان صرف مٹی بھی نہیں ہے کہ جمادات و حیوانات سے جا ملے اور صرف روح بھی نہیں ہے کہ اس کو الٰہ بنا لیا جائے۔

درحقیقت مٹی اور روح کا یہ امتزاج ہی انسان کو تمام مخلوقات میں ممتاز کیے ہوئے ہیں۔

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ — اور قسم ہے انسان کی جان کی اور اس ذات کی جس نے اس کو درست بنایا۔ پھر اس کی بدکرداری اور پرہیزگاری دونوں باتوں کا اس کو

Marfat.com

خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ۔ (الشمس ۔ ۷ ۔ ۱۰)

اتنا رکیا یقیناً وہ مراد کو پہنچا جس نے اس کو پاک کیا اور نامراد ہوا جس نے اسے گندہ کیا

وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ (البلد ۱۰)

اور ہم نے اس کو دونوں راستے بتلا دیے۔

اِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا (الانسان ۔ ۳)

ہم نے اسے بھلائی اور برائی کا راستہ بتلا دیا۔ یا تو وہ شکر گذار مومن ہو گیا۔ یا ناشکرا اور کافر ہو گیا۔

انسان کی اسی خاکی اور روحی امتزاج کی خاصیت میں ابتلاء اور جزا کا راز پنہاں ہے کیونکہ انسان پستی بھی اختیار کر سکتا ہے اور بلندی بھی اپنا سکتا ہے۔ اس لئے اس کو اس دنیا میں عمل کے لئے چھوڑا گیا۔ تاکہ آخرت میں اس کے اعمال کا بدلہ دیا جائے۔

پھر انسان ایسی ہستی ہے۔ جسے عالم بالا سے کچھ مزید خصوصیات بھی عطا فرمائی گئیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنا خلیفہ بنایا تو اس کے لئے کچھ سامان بھی اسے بخشا۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (البقرہ ۔ ۳)

اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام اشیاء کے نام سکھلا دیئے۔

وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ ۔ (النحل ۷۸)

اس نے تمہیں کان دیئے۔ آنکھیں دیں اور سوچنے والے دل دیئے (النحل ۷۸)

ان عطیات کے ساتھ انسان زمین کی آبادی کے لیے بھیجا گیا۔ اور اللہ کا خلیفہ بنایا گیا اور اس "امانت" کے لائق سمجھا گیا۔!

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ۔ (الاحزاب ۔ ۷۲)

ہم نے اس امانت کو آسمان اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کیا تو وہ اسے اٹھانے کے لیے تیار نہ ہوئے اور اس سے ڈر گئے مگر انسان نے اسے اٹھا لیا۔

ان تمام امور کا تقاضا ہے کہ انسان زمین پر ایک فعال عنصر کی حیثیت سے سرگرم عمل رہے "جبر بتوں" کے سامنے مہمل و مغلوب بن کر نہ رہ جائے۔!

Marfat.com

حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی تقدیر بھی اپنے نفاذ کے لیے انسان کی حرکت و عمل کو ہی ذریعہ بناتی ہے۔!

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ (الرعد۔۱۱)

حقیقت یہ ہے کہ اللہ کسی قوم کے حال کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے اوصاف کو نہیں بدل دیتی۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَھُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ۔ (البقرہ۔۲۵۱)

اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو بعضوں کے ذریعے دفع کرتے رہا کرتے۔ تو زمین فساد سے پر ہو جاتی۔

اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات انسان کے لیے مسخر کر دی اور کائنات کے بالمقابل انسان کو ہی فعال قرار دیا!

وَسَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْہُ (جاثیہ۔۱۳)

اس نے زمین و آسمان کی ساری ہی چیزوں کو تمہارے لیے مسخر کر دیا۔ سب کچھ اپنے پاس سے۔

نظریۂ اسلامی جب انسان کو اس مقام بلند پر پہنچا دیتا ہے تو انسان خدا کا دشمن بن کر نہیں رہتا کہ اس سے مقابلہ کرے اور ناراض رہے بلکہ اس مرتبہ پر پہنچ کر انسان خدا سے ڈرتا ہے اور اس کو محبوب رکھتا ہے۔!

انسان پر اللہ کی یہ نعمتیں اس سے شکر و عرفان کی طالب ہیں۔ کیونکہ یہ خصوصیات انسان کی پیدا کردہ نہیں ہیں۔ نہ انسان نے اپنے اختیار سے خلافت الٰہی کا خلعت زیب تن کیا ہے اور نہ ہی وہ اپنا خالق آپ ہے۔ اگر اللہ چاہتا تو انسان کو پیدا ہی نہ کرتا۔ یا اس کو یہ تمام صلاحیتیں اور نعمتیں نہ عطا فرماتا۔ اب ان نعمتوں پر صرف شکر ادا کیا جا سکتا ہے اور اللہ کی عبادت کی جا سکتی ہے ——— ان نعمتوں کا بدلہ وہ دشمنی اور کش مکش نہیں ہے۔ جیسا کہ یونانی جاہلیت میں دیوتاؤں اور انسان کے درمیان تعلق تھا اور جس کا گہرا سایہ بیسویں صدی کی جاہلیت پر بھی پڑا ہے اور اس جاہلیت میں اللہ اور انسان کا تعلق بگاڑ کا شکار ہو گیا!

Marfat.com

اسلام کی نظر میں انسان ایک مربوط اور غیر منقسم ہستی ہے۔ اس کے اجزاء خاکی و جزا روحی میں انفصال نہیں ہے۔ نہ انسان صرف جسم خاکی ہے اور نہ روح خالص ہے! نہ اس کے فکر و عمل میں فرق ہے۔ نہ عمل و اخلاق میں، نہ مثال و واقعہ میں کوئی تضاد ہے۔ نہ کوئی عقیدہ و شریعت اور دنیا و آخرت میں

یہ سارا ایک ہی مزاج ہے اور سب مل کر ایک وحدت ہے!

جسم و روح مل کر ایک وحدت ہے۔

فکر و سلوک ایک وحدت ہے۔

عمل و اخلاق ایک وحدت ہے۔ اور

عقیدہ و شریعت مل کر ایک ہی دین ہے۔ اور

دنیا و آخرت انسانی زندگی کے دو متکامل حصے ہیں۔ جن میں کوئی انقطاع اور فصل نہیں ہے۔

انسان ان سب اجزاء کا ایک متوازن مجموعہ ہے۔ اس متوازن مجموعہ میں۔

جسم روح پر غالب نہیں ہے۔

واقعیت خیال پر حاوی نہیں ہے۔

انفرادیت پسندی۔ اجتماعیت پسندی پر غالب نہیں ہے۔

سلبیت کو ایجابیت پر ترجیح نہیں ہے۔

دنیا کو آخرت پر فوقیت نہیں ہے۔

نہ زمین کی جانب کشش اور نہ آسمانوں کی بلندی کا جذبہ!

انسان کے اس متوازن تصور سے فرد اور معاشرہ متوازن ہوتے ہیں اور فکر و عمل میں ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے:

اگر اسلام کا پیش کردہ یہ واضح اور روشن تصور انسان کے قلب و ضمیر میں رچ بس جائے تو اس کی پوری زندگی مستقیم اور جادۂ حق پر گامزن ہو جائے۔

اسلام کا یہ تصور انسانی "محمدؐ بن عبداللہ کے نفس میں جاگزیں ہوا اور اس امت مسلمہ کے دل میں جس کی آپؐ نے اپنے سامنے تربیت کی۔ اس سے ایسے معجزات ظاہر ہوئے جس

کی تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔

سارے قبائل عرب جمع ہو گئے اور امت مسلمہ وجود میں آ گئی۔!

جاہلی نفوس نے اپنے عادات وخصائل، اپنے تصورات ونظریات، شہوات ولذات اور اپنے سب افسانہ ہائے ماضی چھوڑ دیئے اور صحیح راستے پر جم گئے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا۔ جیسے لوگ ہی بدل گئے ہوں۔ یا اسلام میں وہ از سرِ نو پیدا ہوئے ہیں۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ یہ ان کی ایک طرح سے اللہ کے زیر پیدائش نو تھی!

یہ اسلامی جماعت کچھ اس نہج پر ابھری۔ جس کا پیشرو یا آئندہ کے کسی طریقۂ کار سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

مسلمانوں کے ابھرنے کا انداز پرانے عادات وخصائل اور جاہلی طور طریقوں پر نہ تھا اور نہ کوئی ارضی تقاضا اس نشوونما کا محرک تھا!

اس جماعت نے انسان کو "طاغوت" کے پنجے سے چھڑایا۔ لیکن اس آزادی کا محرک دنیوی نہ تھا ——

پھر آخر اسلام کے ان چند ابتدائی سالوں میں کون سا انقلاب آ گیا۔

کیا لوگوں کی زندگی میں —— اسلام کے سوا —— کوئی نیا واقعہ رونما ہوا تھا۔

کیا کوئی ایسا واقعہ تھا جس نے لوگوں کو اس طرف مائل کیا کہ وہ اللہ کے بارے میں اپنے نظریہ میں درستگی پیدا کر لیں —— جب کہ —— اسلام کے علاوہ —— انسانیت اللہ کے تصور کے بارے میں بھٹکتی رہی ہے —— یہاں تک کہ بیسویں صدی میں بھی اللہ کے تصور میں انحراف ہے!

ایسا کون سا واقعہ رونما ہوا تھا۔ جس نے انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے آزاد کرا دیا —— حالانکہ یہی انسانیت —— اسلام کے علاوہ —— ہمیشہ ایک دوسرے کو غلام بناتی رہی ہے۔ برسرِ اقتدار طبقہ ہمیشہ اپنی ہوائے نفس کے مطابق قانون سازی کرتا رہا اور عوام ان کے سامنے سجدہ ریز ہوتے رہے اور حکومت وقانون کی بارگاہ میں کھڑے کانپتے رہے —— خواہ نظام سرمایہ دارانہ آمریت کا ہو —— یا پرولتاری آمریت کا!

وہ کون سی نئی بات تھی، جس نے لوگوں کو شہوات کی غلامی سے چھٹکارا دلایا —— حالانکہ

Marfat.com

یہی انسانیت ـــــ اسلامی نظام کے علاوہ ـــــ ہمیشہ ہی اپنی شہوتوں کی بندگی کرتی رہی بلکہ جوں جوں انسانیت جادۂ حق سے منحرف ہوتی گئی شہوت کی بندگی میں زیادہ سے زیادہ ملوث ہوتی گئی!

وہ کون سی نئی تبدیلی تھی۔ جس نے کائنات میں انسان کو صحیح مقام عطا کیا۔ جب کہ یہی انسانیت ـــــ اسلام کے علاوہ ـــــ ہمیشہ ہی انسان کو صحیح مقام دینے میں غلطاں و پیچاں رہی ہے۔ کبھی کھوکھلے غرور کا شکار ہو کر انسان کو الوہیت سے نوازا گیا اور کبھی اسے انتہائی ذلیل بندگی میں دھکیل دیا گیا ـــــ اور جبریتیں اسے مزید گندگیوں میں لتھیڑتی رہیں اور یہ سب کچھ ذلت و عاجزی و بے کسی انسان نے سلطان باطل کے ہاتھوں برداشت کی!؟

ایسی کون سی تبدیلی آئی تھی۔ جس سے اچانک انسانیت کا اخلاق درست ہو گیا ـــــ حالانکہ انسانیت ـــــ غیر اسلامی نظام میں ـــــ اپنے اخلاق کے باب میں سرگرداں رہی ہے کبھی اخلاق صرف سفید فاموں کیلئے مخصوص ہو گیا اور کبھی اخلاق کی بنیاد ذاتی نفع اندوزی قرار پائی!

کیا ایسی کوئی نئی بات پیش آگئی تھی جس نے فرد کا مجتمع کے بارے میں اور مجتمع کا فرد کے بارے میں موقف درست کر دیا ـــ جب کہ انسانیت ـــ غیر اسلامی نظام میں ـــــ فردیت اور اجتماعیت دونوں ہی میں انتہا پسند رہی ہے۔ فرد کے بالمقابل مجتمع تباہ اور مجتمع کے بالمقابل فرد بے کس رہا ہے!؟

ایسا کون سا انقلاب تھا جو ان واحد معاشرے کے جنسی علائق کو درست بنیادوں پر قائم کر دیا۔ جب کہ ـــ انسانیت ـــــ غیر اسلامی معاشرے میں ـــــ ایک ایسی حیوانی بھوک کا اور جنس کی ایسی آتش سوزاں کا شکار رہی ہے۔ جو اس وقت تک سرد نہ ہوتی تھی جب تک انسان کو جلا کر خاکستر نہ کر دے!؟

کس قدر عظیم تبدیلی تھی کہ حاکم ہوائے نفس کے مطابق حکومت کرنے سے باز آگیا ـــــ جب کہ غیر اسلام میں ـــــ انسانیت پر طاغوت ہی حکمران رہا کبھی جمہوریتوں کے زیر سایہ اور کبھی آمریتوں کے سائے تلے! ـــــ

آخر اسلام کے صرف چند ابتدائی سالوں میں وہ کون سا انقلاب عظیم برپا ہو گیا کہ ـــ

Marfat.com

بدل کر رہ گئی ؟ —

صرف یہ کہ فکر مستقیم ہو گئی۔ جس کے نتیجے میں عمل اور زندگی کے ہر گوشے میں استقامت اور درستگی آ گئی !

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت مسلمہ کو بہ نفس نفیس تربیت دی اور امت نے اپنی عملی زندگی وحی اسلام کے مطابق بنا لی !

امت مسلمہ کے عمل میں ایک عجیب قسم کی استقامت تھی !

ان میں انسانی فطری کمزوریاں بھی تھیں — اس کے باوجود بھی وہ اس قدر مستقیم تھے۔ جس قدر استقامت طاقت بشری میں ممکن ہے۔

امت مسلمہ کے تمام افراد میں ایک عجیب قسم کا ارتباط تھا۔

ان میں انسانی فطری کمزوریاں بھی تھیں۔ کیونکہ ہر انسان طبعی طور پر اپنے لیے بھلائی چاہتا ہے

وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ اور وہ مال کی محبت میں بڑا مضبوط ہے۔

(العادیات ۸)

لیکن اس کے باوجود آپس میں ایک دوسرے کے لئے اس قدر صاف تھے کہ تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ قرآن نے صحابہ کرام کی اخوت و محبت کا نقشہ کھینچا ہے۔

يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ

(الحشر ۹)

جو ان کے پاس ہجرت کر کے آتا ہے۔ اس سے یہ لوگ محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ ملتا ہے۔ اس سے یہ (انصار) اپنے دلوں میں کوئی رشک نہیں پاتے اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ۔

تمام مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں (الحجرات)

مومن مرد اور مومن عورتیں یہ سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ (التوبہ ۷۱)

Marfat.com

اس جماعت کا شعور انسانیت تمام لوگوں کے لیے عام تھا :

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ	اور کسی خاص لوگوں کی عداوت تم کو اس پر
قَوْمٍ عَلٰى اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا	باعث نہ ہو جائے کہ تم عدل نہ کرو، عدل
اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى	کیا کرو کہ وہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے
	(المائدہ - ۸)
لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ	اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں کے ساتھ احسان
الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِى	اور انصاف کرنے سے نہیں روکتا جو تم سے
الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ	دین کے بارے میں نہیں لڑے اور تم کو
دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ	تمہارے گھر سے نہیں نکالا۔
وَتُقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ	(الممتحنہ - ۸)
وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ	اور ایسا نہ ہو کہ تم کو کسی قوم سے جو اس
قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ	سبب سے بغض ہے کہ انہوں نے تمہیں
الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ	مسجد حرام سے روک دیا تھا۔ وہ تمہارے
تَعْتَدُوْا۔	لئے اس کا باعث ہو جائے کہ تم حد سے
	نکل جاؤ۔ (المائدہ ۲)

امت مسلمہ نے ایک ایسا معاشرہ تشکیل کیا، جس میں فرد اور مجتمع متوازن تھے۔ فرد کا تشخص ممتاز اور ہر زیادتی سے محفوظ تھا۔ اس کا کردار مثبت اور باوقار تھا۔ اسلامی معاشرے میں فرد اس امر کا مکلف تھا کہ وہ حاکم وقت پر اور معاشرے پر نظر رکھے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے اصول پر عمل پیرا رہے۔

اسی طرح مربوط معاشرہ تھا جو افراد کی رہنمائی کرتا۔ ان کے قلب و فکر اسلامی بناتا اور اللہ کی حرمتوں کی حفاظت کرتا۔

امت مسلمہ نے ایک ایسا اقتصادی نظام برپا کیا جس میں قرض اور غنیمت میں توازن تھا۔ غریب اور امیر ہر فرد کی کفالت تھی ـــــ بس ایک قوم تھی جس میں ایک

Marfat.com

دوسرے کا مسئول اور دوسرا پہلے کا ذمہ دار تھا۔ سب کارِ خیر میں برابر کے شریک تھے۔
ان میں کوئی بھی ایسا نہ تھا جو مال سمیٹ سمیٹ کر اپنی تجوریاں بھرتا ہو۔

كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ — تاکہ وہ مال تمہارے تونگروں کے قبضے میں نہ آجاوے۔ (الحشر ۔ ۷)

معاشرے کا کوئی بھی فرد محروم نہ تھا۔ کیونکہ دولت کا مرکز بیت المال تھا اور بیت المال تمام مسلمانوں کا کفیل تھا!

امت مسلمہ نے ایک ایسا اخلاقی نظام برپا کیا۔ جس سے زندگی کا کوئی بھی گوشہ خالی نہ رہا۔ سیاست اخلاق پر قائم تھی۔ امت مسلمہ کے داخلی معاملات ہوں یا خارجہ پالیسی تمام کی تمام اخلاقی اصولوں پر استوار تھی —— وعدہ کا پورا کرنا اور پابند میثاق رہنا اور ان کی خارجہ پالیسی کے اخلاقی اصول تھے!

معاشرے کے آپس کے تعلقات کی بنیاد اخلاق تھی۔

اقتصادیات میں خواہ معاملہ فرد کا ہو یا جماعت کا پابندیٔ اخلاق یہاں بھی ملحوظ خاطر تھی جنسی تعلقات میں اخلاقی نظامت تو تاریخ میں پہلی مرتبہ اسی مسلم جماعت نے پیش کی۔ یہی وجہ ہے کہ امت مسلمہ کی بنیادیں اتنی مضبوط ہو گئیں کہ اس عمارت کی شکست میں ایک ہزار سال لگ گئے جب کہ دشمنان اسلام ہر قسم کے وسائل سے اس عمارت شامخہ کی شکست و ریخت میں لگے ہوئے تھے۔!

اس قسم کا اسلامی معاشرہ صرف جزیرہ نمائے عرب تک محدود نہیں رہا۔ بلکہ امت مسلمہ جہاں جہاں گئی اللہ کے دین کی بشارت لے کر گئی اور جس جس مقام پر پہنچی اسلام کے قوانین عدل کو نافذ کر دیا۔ چنانچہ امت مسلمہ زمین کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پہنچ گئی اور اتنی سرعت رفتاری کے ساتھ کہ آج تک محققین حیران ہیں کہ دنیا کی کوئی بھی تحریک اتنی تیزی سے نہیں پھیلی۔ جس قدر اسلام پھیلا ہے۔!

اس وسیع سرزمین اور متعدد اقوام کو ملا کر اسلام نے صرف ایک قوم بنا دیا!

دنیا میں بہت سی پادشاہتیں قائم ہوئیں۔ رومی، فارسی، ہندی، چینی اور دوسرے

Marfat.com

ہیں برطانوی اور روسی سلطنتیں ـــــ ان میں سے کوئی بھی سلطنت اسلامی سلطنت کے مماثل نہیں ہے۔ کیونکہ اسلامی حکومت سلطنت یا پادشاہت نہیں تھی۔!

مندرجہ بالا تمام پادشاہتیں وجود میں بھی آئیں اور ختم بھی ہو گئیں۔ لیکن مختلف اقوام کو باوجود لاتناہی کوششوں کے ایک قوم نہ بنا سکیں۔ لیکن اسلامی دنیا بغیر کسی دباؤ اور بغیر کسی کوشش کے ایک قوم بن گئی۔! اور اس کا سبب بالکل سادہ سا ہے اور وہ یہ کہ دنیاوی پادشاہتیں اپنی ماتحت اقوام کو اپنا تابع بنانے کی کوششیں کرتی ہیں۔ جس کی بناء پر یہ اقوام یہ محسوس کرنے لگیں کہ وہ مغلوب ہیں اور اپنا مخصوص رنگ کھو کر غالب قوم میں ضم ہوتی جا رہی ہیں ـــ لیکن ـــــ

امت مسلمہ تو تمام کی تمام اللہ کے سامنے سرنگوں تھی۔ وہ غالب اور مغلوب کا کوئی احساس ہی نہیں تھا۔ اگر اسلام کے خلاف نہ ہوتا۔ تو ہر چھوٹی قوم اپنے مخصوص رنگ کو محفوظ رکھتی اور تمام اقوام کو اللہ پر ایمان کا رشتہ آپس میں ملا دیتا ـــــ اور آج بھی امت مسلمہ میں ایک قوم ہونے کا احساس باقی ہے۔ اگرچہ اس احساس کو کچلنے اور امت مسلمہ کو پارہ پارہ کرنے کی صدہا کوششیں کی جا چکی ہیں اور کی جا رہی ہیں:

اسلامی وحدت و اخوت کے سائے تلے ایک بلند تر اسلامی تہذیب صفحہ ہستی پر جلوہ گر ہوئی ـــــ اسلام سے پہلے عربوں کے پاس کوئی تہذیبی سرمایہ نہ تھا۔ کیونکہ عربوں کی بادیہ نشینی اور ان کے جغرافیائی، اقتصادی اور علمی حالات نے انہیں اتنا موقع ہی نہیں دیا کہ وہ کسی وسیع تہذیب کی بنیاد رکھ پاتے:

باوجودیکہ جزیرہ نمائے عرب کو روم اور فارس کی تہذیبوں سے واسطہ پیش آ چکا تھا لیکن اسلامی تہذیب اپنے ضمیر اور اپنے مزاج میں اس وقت کی تمام تہذیبوں سے مختلف تھی۔ نہ تو عربوں کے ماضی میں اس کے آثار ملتے ہیں اور نہ ہم عصر تہذیبوں میں اس قسم کا کوئی مواد تھا جس کے بارے میں کہا جا سکے کہ یہ مواد اسلامی تہذیب کا حصہ بن گیا۔

بیشک یہ صحیح ہے کہ مسلمانوں نے روم اور فارس سے بہت سے تنظیمی ادارے اپنائے لیکن بنائے تہذیب بہرحال اسلامی تھی۔

Marfat.com

پھر بعد میں دوسری تہذیبوں کے اثرات اسلامی تہذیب میں شامل ہوتے رہے۔ حتیٰ آنکہ مسلمانوں نے مغربی تہذیب کو اپنا لیا۔ جب کہ خود مغربی تہذیب اسلامی تہذیب کی خوشہ چیں ہے بریولٹ اپنی کتاب تعمیر انسانیت میں لکھتا ہے :

"مغربی تہذیبی ترقی کا گوشہ ایسا نہیں ہے جس کا رشتہ یقینی طور پر اسلامی تہذیب سے نہ ملتا ہو۔"

اسلامی تہذیب کی طرح مسلمانوں کی علمی تحریک بھی تاریخ کی زبردست علمی تحریک تھی۔ علم کی جانب عربوں کی کوئی خاص توجہ نہیں۔ انہیں تو خطابت سے دلچسپی تھی — عربوں میں پڑھنے لکھنے کی دلچسپی اور علمی ذوق صرف اسلام کا پیدا کردہ ہے۔

مسلمانوں نے اپنی پڑوسی اقوام سے علوم دنیاوی سیکھے یونان، روم، مصر اور ہندوستان سے مسلمانوں نے فلکیات، ریاضیات، طب، طبیعیات اور کیمیا حاصل کیے۔

لیکن مسلمانوں نے صرف اس پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ انہوں نے اسلامی ہدایت کے زیر سایہ تجربی اسکول کی بنیاد رکھی۔ جس پر آج یورپ کی تحریک علمی کی بنیاد قائم ہے!

بریولٹ مذکورہ بالا کتاب میں کہتا ہے :

عربی تہذیب (اسلامی تہذیب مراد ہے) نے جو کچھ ہمیں دیا ہے۔ اس میں علم سب سے زیادہ گراں قدر شئے ہے — باوجودیکہ مغربی تہذیبی ترقی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے۔ جس کا رشتہ یقینی طور پر اسلامی تہذیب سے نہ ملتا ہو۔ مگر سب سے زیادہ اور سب سے واضح اسلامی اثرات اس طاقت پر مرتسم نظر آتے ہیں۔ جس نے جدید دنیا کو ایک ممتاز قوت سے نوازا ہے اور جس میں موجودہ ترقی کا راز پنہاں ہے — یعنی علوم طبیعیہ — اور — علمی بحث کی رُوح —"

"ہمارا علم عربوں کا اس طرح مقروض نہیں ہے (مسلمان مراد ہیں) کہ انہوں نے کچھ

Marfat.com

نئے نظریات کے لیئے راہیں کھول دیں، بلکہ ہمارا سارا علم عربی تہذیب کا مقروض ہے بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ ہمارے علم کا وجود ہی عربی تہذیب سے وابستہ ہے۔ کیونکہ قدیم دنیا میں تو علم کا کوئی وجود ہی نہیں تھا۔ یونان کے پاس نجوم اور ریاضی بھی باہر سے درآمدہ علوم تھے۔ جو کسی دور میں یونانی ثقافت کا جزو نہ بن سکے"۔

"یونانیوں نے مختلف مدارس فکر بنائے۔ احکام کو عمومیت دی اور نظریات متعین کیے لیکن بحث کے سنجیدہ انداز، ایجابی معلومات کی جمع، علم کے تفصیلی مناہج کا بیان، باریک بینی اور تجربی بحث —— یہ تمام امور یونانی مزاج سے قطعاً مناسبت نہیں رکھتے۔ جسے ہم علم کہتے ہیں۔ وہ تو یورپ میں نئی روح بحث، استقصاء کے جدید طریقوں — تجربہ، ملاحظہ مقایلیس —— اور ریاضیات کے ترقی پانے کے بعد وجود میں آیا ہے۔ یہ روح اور علمی مناہج عربوں (مسلمانوں) کے ذریعے یورپ تک پہنچے ہیں"۔

دریبر امریکی اپنی کتاب "مذہب و سائنس کی کش مکش" میں لکھتا ہے:

"مسلمان علماء نے یہ ثابت کر دیا کہ عقلی و نظری اسلوب ترقی کا ضامن نہیں ہے۔ تلاش حقیقت کے لیے بذاتِ خود حوادث کا مطالعہ ضروری ہے —— اس لئے مسلمانوں کا طریقہ کار تجربی اسلوب رہا ہے"۔

مسلمانوں کے لیے اللہ کی وحی کا عملی ترجمہ یہ تھا کہ وہ اللہ کی مخلوق میں غور و فکر کریں کائنات میں اس کی نشانیاں تلاش کریں اور واقعیاتی زندگی گذاریں۔ خیالی دنیا میں نہ کھوئے رہیں۔

جب اللہ کے بارے میں تصور و عقیدہ درست ہو گیا تو امت مسلمہ نے تاریخ میں ایک ایسی روش اختیار کی کہ تاریخ بھی انگشت بدنداں ہے کہ یہ سب کچھ اور اتنا کچھ اتنے مختصر سے عرصے میں کیسے ہو گیا۔

لیکن آخر کار امت مسلمہ بھی اللہ کی بتائی ہوئی صراط مستقیم سے منحرف ہو گئی!

امت مسلمہ بھی جاہلی روش پر چل نکلی۔ یہاں بھی عقیدہ شریعت سے علیحدہ ہو گیا اور عقیدہ بے حس و بے کیف جذبہ کی طرح سینہ کے کسی اجڑے ہوئے گوشہ میں نیم مردہ حالت میں جا پڑا۔ اس کا حقائق کی دنیا سے کوئی رشتہ باقی نہیں رہا اور بجائے اس کے کہ عملی زندگی میں اللہ کا قانون نافذ

Marfat.com

ہو۔ مسلمانوں نے اپنی زندگی میں غیر اللہ کے قانون کو اپنا لیا ـــــ چنانچہ امت مسلمہ کا حقیقی وجود ہی ملیا میٹ ہو گیا۔ اگرچہ یہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے رہے اور وقتاً فوقتاً نماز روزہ بھی کرتے رہے۔

اشرات ـــــ پھر جب مسلمانوں میں ارتقاء کا محرک ہی ختم ہو گیا تو ساتھ ہی تہذیب بھی اُجڑ گئی اور علمی ذوق بھی پست ہو گیا ـــــ اور مسلمانوں نے اس ذلت و پستی کو تسلیم بھی کر لیا ـــ چنانچہ اور بھی اسلام سے دُور ہو گئے۔

اشرات ـــــ اب اخلاقی اباحیت نے بھی آ لیا ـــ اب مسلمانوں میں صدق و صفا رہی۔ نہ خلوص و صداقت رہی اور نہ اب ان کے معاملات میں استقامت رہی اور نہ ہی انسانیت کی بنیاد پر آپس کا ربط باہمی رہا!

جب یہ سارے مراحل تنزّل طے ہو چکے۔ تو فوراً یہودی سازش نے دلدل میں گھسیٹ لیا اور امت مسلمہ کا رہا سہا اسلام بھی جاتا رہا!

اسلام ان نام نہاد مسلمانوں سے قطعاً بے پرواہ ہے!

اسلام تو اللہ کی بتائی ہوئی وہ صراط مستقیم اور اللہ کی وحی کردہ وہ جادۂ حق ہے۔ جو محمدؐ بن عبداللہ انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیئے لے کر آئے تھے۔

اسلام انسانیت کے انحراف کے ساتھ منحرف نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اسلام تو انسانیت کو ابھارنے والا اور اس کو صحیح راستے پر گامزن کرنے والا ہے!

اسلام تو وہ سراج منیر ہے۔ جو لوگوں کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف ـــ اور ـــ طاغوت سے چھڑا کر اللہ کی طرف لاتا ہے!

اسلام ہی انسانیت کو سرکش و باغی اور انسانی وجود کو کچل ڈالنے والی جاہلیت سے نجات دلاتا ہے۔

اسلام ہی جاہلیت کے وہ سارے بگاڑ دُور کر سکتا ہے جس سے آج انسانیت دوچار ہے۔ جب بھی اللہ کی بتائی ہوئی صراط مستقیم کے مطابق تصوّر درست ہو جائے گا۔ عمل خود بخود استوار ہو جائے گا۔

جب گمراہ انسانیت اللہ کی طرف رجوع ہوگی ۔ زندگی کی صراط مستقیم اسے اپنے سامنے نظر آئے گی اور سیاست، اجتماع، اقتصاد، اخلاق، فن، جنسی علائق۔ غرض زندگی کا ہر پہلو سنور جائے گا۔

جاہلیت نے انسانیت اور اللہ کی بتائی ہوئی صراط مستقیم کے درمیان نہایت دبیز پردے ڈال دیئے ہیں۔

ایک دبیز پردہ نام نہاد ترقی ہے۔

جاہلیت کہتی ہے کہ ترقی "انسانیت کو اللہ کے دین سے بہت دور لے گئی ہے اور جو کچھ لوگوں کے لیے آج سے چودہ سو سال پیشتر درست ہو سکتا تھا وہ آج نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اب لوگ ترقی یافتہ ہو گئے ہیں!

"ترقی" وہ خوفناک بگاڑ ہے۔ جو تصور اور عمل میں نمایاں ہے (جس کا ہم پہلے دو ابواب میں ذکر کر چکے ہیں)، جس نے انسانی زندگی کا کوئی پہلو اور نفس انسانی کا کوئی گوشہ بغیر بگاڑ کے نہیں چھوڑا!

یہ "ترقی" ہی ہے۔ جو انسانیت کو تباہی کے غار کے کنارے پر لے آئی ہے۔!

وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ مُهْتَدُونَ اور خود کو ہدایت یافتہ خیال کرتے ہیں

اللہ کا راستہ ـــــ جب سے اللہ نے اسے انسانیت کے لیے متعین کیا ہے ـــ جاہلیت سے چھٹکارا دلانے والا اور تباہی سے بچانے والا ہے!

جب انسان ہدایت پا کر جادۂ حق پر گامزن ہو جائے ـــ جب وہ اللہ کی بتائی ہوئی ہدایت پر چلنے لگے ـــ جب وہ اللہ پر پکا سچا ایمان لے آئے ـــ جب وہ اللہ کی عبادت کا حق ادا کرے اور اس کے ساتھ کسی طاغوت کو شریک نہ کرے۔ جب وہ اپنے لئے خود قانون سازی کرکے اور اللہ کے قانون کو چھوڑ کر اترائے نہیں ـــ اور ـــ جب وہ خود اللہ کی حاکمیت اعلیٰ اپنی طرف منسوب کرکے نہ بیٹھ جائے۔ اس وقت جاہلیت کے تمام بگاڑ ختم ہو جائیں گے۔ اور انسانیت ظلم، بدبختی اور عذاب الیم سے نجات پا جائے گی۔

کیونکہ جب انسان عقیدہ اور عبادت کی جادۂ حق سے منحرف ہو جاتے ہیں۔ اللہ کی حاکمیت پر خود قبضہ جما لیتے ہیں ـــ اور انسان انسانوں کے الٰہ اور ارباب بن بیٹھتے ہیں کہ چند انسان قوانین

Marfat.com

بنائیں اور باقی انسان ان کی اطاعت کریں تو انسانیت یونہی ظلم، بدبختی اور عذاب الیم میں مبتلا ہو جاتی ہے!

اسلام آج بھی جاہلیت کے بگاڑ کو دُور کرنے والا اور صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرنے والا ہے!
اسلام آج بھی حق و باطل کے درمیان فیصل، بانی انسانیت اور بگاڑ و سرکشی کو ختم کرنے والا ہے!
جب بھی لوگ اسلام کو اپنالیں گے۔ ان کی زندگی میں اعتدال اور استقامت پیدا ہو جائے گی!

یہاں ہم سیاست، اقتصاد، اجتماع، اخلاق، جنسی علائق اور فن کے بارے میں اسلامی نقطۂ نظر سے تفصیلی بحث تو نہیں کر سکتے۔ البتہ چند اہم مسائل کے بارے میں اسلامی طریق فکر پیش کریں گے۔ تاکہ اس سے مزید مسائل میں رہنمائی مل سکے:

اس سے قبل ہم مندرجہ بالا تمام امور میں جاہلیت کا بگاڑ واضح کر چکے ہیں۔ وہاں بھی ہم نے بغیر کسی تفصیل میں گئے ہوئے جاہلیت کے بگاڑ کو واضح کیا تھا۔ یہاں بھی ہم ان تمام مسائل حیات میں اسلامی فکر بتاتے ہوئے صرف اتنا ہی بیان کریں گے کہ جس سے راہیں روشن ہو جائیں اور تصحیح انحراف میں ممد ہو سکے:

سیاست، اقتصاد، اجتماع، اخلاق اور فن کے بارے میں اسلامی نقطۂ نظر سے تفصیلی مباحث کے لیے مستقل تصنیفات موجود ہیں۔

جن میں اہم یہ ہیں:۔

اسلام کا نظریہ سیاسی ——— مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی

اسلام اور ہمارے سیاسی حالات

اسلام میں سیاست مال اور حکم ——— عبدالقادر عودہ شہید

مولانا مودودی اور سید قطب کی اور بھی کتابیں ہیں۔ جن میں اسلامی اقتصاد پر بحث کی گئی ہے[1]۔

---

[1] مولانا مودودی کی تین کتابیں اصل موضوع پر ہیں۔ (۱) اسلامی معاشیات کے بنیادی اصول (۲) سود (۳) مسئلہ ملکیت زمین۔ سید قطب کی۔ اسلام کا نظام عدل

Marfat.com

سیاست میں جاہلیت کی ساری پیچیدگی یہ ہے کہ جاہلیت اللہ کے نازل کردہ احکام کو نافذ العمل نہیں کرتی!

اللہ کے نازل کردہ احکام کی تفصیل میں جائے بغیر پہلے ہم صرف یہ بتلائیں گے کہ اللہ کے نازل کردہ احکام کو عملی زندگی میں نافذ نہ کرنا ہی اصل انحراف اور بگاڑ کا سبب ہے۔ کیونکہ انسانوں کے خود ساختہ قوانین انسانوں کی ایک جماعت کو باقی تمام انسانوں پر حاکم بنا دیتی ہے اور اسی طرح ایک مخصوص گروہ کے مفادات تمام انسانوں کے مصالح پر غالب آجاتے ہیں!

یہ بات ہم اپنے نقطۂ نظر سے نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ یہ اقرار جاہلیت کے مارے ہوئے مغربی اشخاص کا ہے۔

ان کے نزدیک اجتماع، سیاست اور اقتصاد سب میں یہ طے شدہ اصول ہے کہ جس طبقہ کے ہاتھ میں "ملکیت" ہو۔ وہ ہی طبقہ حاکم بھی ہوتا ہے اور یہ طبقہ تمام طبقات کے مصالح کو نظر انداز کر کے صرف اپنے مفادات کے حصول میں لگا رہتا ہے۔

سرمایہ داری مالک ہے — اور سرمایہ دار طبقہ کے مصالح اور مفادات کو مدنظر رکھتی ہے اور مزدوروں اور محنت کشوں کو کچل دیتی ہے!

اشتراکیت مالک ہے — تو وہ مزدور طبقہ کے مصالح اور مفادات کا خیال رکھتی ہے اور سرمایہ داروں کو ختم کرنے پر تلی ہوئی ہے۔

ہر طبقہ اپنا جہنم بھر رہا ہے اور دوسرے طبقہ کے استحصال میں لگا ہوا ہے۔!

تاریخ میں انسان جب بھی دوسرے انسانوں پر حکمران رہا۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ طبقہ حاکمہ نے تمام انسانوں کی مصالح کو مدنظر رکھا ہو ——

یہ تو جب ہی ہو سکتا ہے۔ جب لوگ اللہ کے نازل کردہ احکام کو نافذ العمل کریں۔ کیونکہ جب اللہ کا قانون نافذ ہوگا تو کسی ایک طبقہ کی حاکمیت نہیں ہوگی — اللہ کا نہ کوئی طبقہ ہے اور نہ اللہ کی کوئی مصلحت ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کا "رب" ہے اور اس کا نازل کردہ قانون تمام انسانوں کے لیئے ہے!

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اپنی عبادت کی طرف بلا کر اور انسان کو یہ بتلا کر کہ الوہیت اور حاکمیت مطلقہ صرف اللہ ہی کے لیے ہے۔ انسان ہی کو عزت کرامت اور آزادی عطا کی ہے جو اللہ کی عبادت چھوڑ کر انسان کو ہرگز ہرگز میسر نہیں آسکتی!

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنی بندگی کا اس لیے حکم نہیں دیا کہ ان کی بندگی کی اللہ کو کوئی ضرورت تھی!

مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ (الذاریات۔ ۵۷)

میں ان سے رزق رسانی کی درخواست نہیں کرتا اور نہ یہ کہ وہ مجھے کھلایا کریں۔

حقیقت یہ ہے کہ انسانوں پر یہ لازم ہے کہ وہ اپنے خالق رازق اور موت و حیات کے مالک کی عبادت کریں!

لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر یہ مہربانی فرمائی کہ اس فرض کی ادائیگی میں بھی ان کے لیے خیر پنہاں کر دی — اللہ کے بندے اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ ان کا خالق رب اور الٰہ ہے۔ پھر یہ عبادت ان کے لیے خیر و برکت اور ذخیرۂ آخرت بھی بنا دی جاتی ہے۔

بیشک اللہ تعالیٰ بندوں کی عبادت سے مستغنی ہے —

وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ (عنکبوت ۶)

اور جو شخص محنت کرتا ہے وہ اپنے نفع کے لئے کرتا ہے۔ ورنہ خدا تعالیٰ کو تمام جہان والوں میں سے کسی کی حاجت نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں سے مطالبہ کیا کہ وہ اللہ کو الوہیت اور حاکمیت میں منفرد سمجھیں اور اللہ کے سوا کسی قانون کو نہ مانیں۔ بلکہ اللہ ہی کے قانون کو اپنی زندگیوں میں نافذ کریں — اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:

وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ (المائدہ ۴۹)

ان کی اس بات سے احتیاط رکھیے کہ وہ آپ کو خدا تعالیٰ کے کسی حکم سے بھلا دیں۔

اس مطالبہ سے اللہ تعالیٰ کا منشأ انسانوں کو انسانوں کی غلامی اور بندگی سے آزاد کرانا ہے اور

Marfat.com

اس "طاغوت" کے پنجے سے انسانیت کو چھڑانا ہے۔ جو انسانوں کی بندگی کے صلے میں رونما ہوتا ہے۔ جس کے بھیانک آثار ہم جاہلیت جدیدہ میں اور تاریخ کی ہر جاہلیت میں پاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا منشاء یہ تھا کہ انسانیت حقیقی اور بھرپور آزادی سے ہمکنار ہو وہ آزادی جو انسانیت کو اپنے کسی بھی خود ساختہ نظام میں نصیب نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ انسانوں کے تراشے ہوئے ہر نظام میں انسان طبقہ حاکمہ کے غلام ہوتے ہیں اور طبقہ حاکمہ اپنے مفادات کے لیے باقی انسانوں کا استحصال کرتا رہتا ہے!

اللہ تعالیٰ کا منشاء یہ تھا کہ بنی نوع انسانوں کو کرامت عطا کرے۔ جو اس صورت میں ممکن ہے کہ تمام انسان اللہ کی بندگی کریں اور ہر اس طاغوت کا سر کچل دیں۔ جو لوگوں سے کہے کہ "میں لوگوں کا قانون ساز ہوں۔ میں لوگوں پر غالب ہوں۔ لوگ میرے ارادے کے سامنے سرنگوں ہیں۔ اور میں جس طرح چاہوں لوگوں کی زندگی تشکیل کر دوں۔ کوئی مجھے روکنے والا نہیں ہے"!

اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ لوگوں کو عزت حاصل ہو — اور یہ عزت اسی وقت ممکن ہے جب معاشرے کا ہر فرد یہ محسوس کرے کہ اسے بھی قانون میں اتنا ہی حق ہے جتنا باقی افراد کا ہے۔ جتنا انسان کا سرمایہ جدوجہد ہو۔ اتنا ہی وہ قانون سے قریب تر ہو جاتا ہے

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ — اللہ کے نزدیک تم میں سے عزت والا وہ ہے جو زیادہ ڈرنے والا ہے

یہ نہیں کہ جس کے پاس مال و دولت یا قوت و طاقت ہو وہ قانون کی ناک جس طرح چاہے موڑ دے:

اسلام کے اس منفرد اور بے مثل نظام میں انسانیت کو عزت و کرامت اور وہ حقیقی آزادی ملتی ہے اور لوگوں کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ آزادانہ بیعت کے ساتھ جس کو چاہیں۔ اپنا ولی امر منتخب کریں

لیکن اسلام میں ولی امر اپنی ذات کے لیے قانون نہیں بناتا نہ وہ لوگوں کی گردنوں کا مالک بن جاتا ہے اور نہ ان کو اپنے سامنے سرنگوں کر سکتا ہے — وہ تو صرف اللہ کے نازل کردہ احکام کو نافذ کرتا ہے۔

ولی امر کی بیعت اسی لئے کی جاتی ہے اور اسے حکومت اسی لئے دی جاتی ہے تاکہ وہ

Marfat.com

اللہ کے قانون کو نافذ کرے۔ اللہ کا قانون نہ کسی طبقہ کا خود ساختہ ہے اور نہ اس میں کسی طبقہ کے مفادات کو سامنے رکھا گیا۔ اللہ کا قانون تو تمام انسانوں کی مصالح کو مدنظر رکھتا ہے۔!

اسلام میں بھی ولی امر — خلیفہ — انسانوں ہی میں سے ہوتا ہے۔ لیکن اسے کوئی مخصوص طبقہ منتخب نہیں کرتا اور نہ اس کے انتخاب میں کوئی خاص گروہ مدد پہنچاتا ہے۔ کیونکہ اسلام میں کسی طبقہ کی کوئی مصلحت نہیں ہے کہ وہ کسی خاص شخص کو منتخب کرے یا اسے دوسروں پر فضیلت دے۔ سوائے اس کے کہ اس شخص میں ولایت کی اہلیت پائی جائے۔ کیونکہ جو شخص اسلامی نظام میں ولی امر یا خلیفہ ہوتا ہے اسے یہ اختیار تو حاصل نہیں ہوتا کہ وہ خاص طبقہ کے مفادات کے مطابق قانون سازی کرے اور اس طبقے کے مفادات کو عام مسلمانوں کے مصالح پر ترجیح دے سکے۔!

جب تک کسی مخصوص طبقے کے پاس عام لوگوں سے زیادہ طاقت و قدرت نہ ہو۔ وہ کیسے لوگوں کو اس پر مائل کر سکے گا کہ فلاں شخص کو خلیفہ منتخب کریں اور فلاں کو نہ کریں، اور اسلام میں کسی بھی طبقے کو باقی لوگوں پر کوئی اقتدار حاصل نہیں ہے!

ہاں یہ ممکن ہے کہ غلطی سے کسی ایسے شخص کی بیعت کر لی جائے جو ولی امر بننے کا اہل نہ ہو۔ اور بعد میں معلوم ہو کہ وہ کمزور ارادہ اور قلیل تجربہ ہے اور صاحب رائے نہیں ہے۔ پھر بھی تمام ذمہ داری عامۃ المسلمین پر ہوتی ہے۔ کیونکہ انہوں نے ہی اسے ارادے سے منتخب کیا ہے، اور وہ جب چاہیں تو اسے ہٹا بھی سکتے ہیں!

یہ ہے وہ نظام جس میں انسان کو حقیقی عزت اور بھرپور آزادی حاصل ہوتی ہے!

اگر کسی وقت ایسا ہو کہ خلیفہ اور تمام مسلمان محسوس کریں ایک خاص مسئلہ میں اللہ کی شریعت میں کوئی حکم موجود نہیں ہے تو وہ اسے سنت رسولؐ میں تلاش کریں گے اور اجماع قیاس اور اجتہاد سے مدد لیں گے اور مشورہ کی بنیاد پر اس مسئلہ کو حل کریں گے!

بہرکیف اسلام کے سیاسی نظام کے مندرجہ ذیل چند اصول مدنظر رکھنے چاہئیں۔

اسلام میں کوئی طبقہ مالکین نہیں ہے۔ جو اپنے مفادات کے لیے باقی تمام انسانوں استحصال کرے!

اسلام میں ولی امر کی آزادانہ بیعت ہوتی ہے اور نہ وہ کسی طبقہ کے مفادات کے لیے قانون بنا سکتا ہے!

حاشیہ اگلے صفحہ پر

Marfat.com

اسلام میں ولی امر اللہ کے قانون کو نافذ کرتا ہے۔ اس کے اقتدار کا دائرہ بس اتنا ہی ہے کہ وہ اللہ کے قانون کو نافذ کرے!

اسلام میں ولی امر اگر الٰہی قانون میں کسی مسئلہ کا حل نہیں پاتا۔ تو اسے یہ اختیار نہیں کہ وہ جو چاہے قانون بنا دے بلکہ وہ قانون سازی میں ان تمام اصولوں کو مدنظر رکھے گا جو اسے آخر الامر اللہ کی نازل کردہ حدود میں رکھیں!

"سیاست علی منہج اللہ" کے مندرجہ بالا اصول ہی درحقیقت انسان کی حریت اور عزت کے ضامن ہیں اور انسان کو طاغوت کے چنگل میں جانے سے بچانے والے ہیں!

اگر ہم اسلامی سیاست کے مندرجہ بالا اصولوں کا تاریخ کی دیگر جاہلیتوں۔ بالخصوص جدیدہ سے موازنہ کر کے دیکھیں تو یہ بات ہماری سمجھ میں آجاتی ہے کیوں اللہ تعالیٰ نے حاکمیت کا حق صرف اپنے پاس رکھا اور کیوں اللہ نے صرف اپنے آپ کو انسانیت کے لیے قانون ساز متعین فرمایا!

جاہلیت نے انسان کو گمراہ کر کے یہ سمجھایا کہ انسان اللہ کے قانون سے بے نیاز ہے اور جاہلیت نے اللہ کی حاکمیت سے انکار کر کے حاکمیت کا حق دار اپنے آپ کو سمجھا۔ چنانچہ انسانیت اس طغیان و سرکشی کا شکار ہو گئی۔ جو ہم سرمایہ دارانہ آمریت اور اشتراکی آمریت میں دیکھ رہے ہیں —— ان دونوں آمریتوں میں انسانیت ذلیل و رسوا ہو کر رہ گئی!

---

* میں نے اپنی کتاب "جمود و ارتقا" میں ان تمام عناصر کو بیان کیا ہے جو ثابت ہیں اور ان کو بھی جن میں نمو پایا جاتا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ اسلام کس طرح ان دونوں صورتوں سے نمٹتا ہے چنانچہ اسلام نے امور ثابتہ میں ناقابل تغیر شریعت ثابتہ دی ہے اور قابل تغیر مسائل میں ایک ایسا لچکدار نظام دیا ہے کہ جوں جوں پیش آمدہ نسلیں ارتقائی مراحل طے کرتی جائیں۔ یہ نظام اس کے مطابق قوانین وضع کر سکے۔ اسی لئے شریعت ثابت اور غیر متغیر ہے۔ لیکن فقہ ہمیشہ نمو پانے والا ہے۔ جیسا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا" لوگوں کے سامنے جس قدر مسائل آتے رہیں گے۔ اسی قدر انہیں فیصلے ملتے رہیں گے"۔

Marfat.com

حاکمیت کا اختیار صرف اللہ کے لیے مخصوص کر دینا ہی وہ واحد طریقہ کار ہے۔ جو انسان کو سرکش آمریت سے نجات دلا کر آزادی سے ہمکنار کر سکتا ہے اور انہیں اللہ کے قانون کے زیر سایہ ان کے امور کا ان کو مالک بنا سکتا ہے!

پھر اگر کبھی طاغوت اپنی حکمرانی کا اعلان کرے۔ لوگ اسے ختم کر سکتے ہیں۔ کیونکہ طاغوت کا وجود "تاریخ کی کوئی مادی جبریت" نہیں ہے ــــ اور نہ طاغوت اس لئے ابھرتا ہے کہ اس سے ایسے طبقہ کی مصالح متعلق ہیں جس کی حکمرانی کا تاریخی دور آگیا ہے!

طاغوت تو اس لئے ابھرتا ہے کہ لوگ اللہ کے قانون میں تساہل برتنے لگتے ہیں۔ حالانکہ لوگ جب چاہیں طاغوت کو ختم کر کے اللہ کے قانون کو نافذ کر سکتے ہیں۔ اگرچہ ان کو اس کے لئے کتنی ہی قربانیاں کیوں نہ دینی پڑیں اور کتنے ہی خطرات سے کیوں نہ گزرنا پڑے۔ کیونکہ یہ سب قربانیاں بہرحال ان قربانیوں اور ان مصائب سے کم ہی ہوں گی۔ جو طاغوت کی زیر حکمرانی انسانیت کو برداشت کرنی پڑیں گی!

ایک بات اور ذہن نشین کر لینے کے قابل ہے کہ اللہ کا قانون ہی انسانیت کے لئے بہترین عدل کامل اور خیر خالص ہے!

اور ــــ یہ امر بھی قابل وضاحت ہے کہ انسانوں کو آزادی حاصل ہو ہی نہیں سکتی۔ اگر وہ انسانوں کو قانون سازی کے اختیار دیتے رہے۔ اور ظالم اقتدار سے نہیں نکل سکتے جب تک اللہ کے قانون کو نافذ نہ کر لیں۔

اللہ کے قانون نے انسانوں سے قانون سازی کے اختیارات ختم کر کے، انسان کی کرامت فاعلیت اور تقدم میں کوئی کمی نہیں کی ہے۔ بلکہ انسان کو آزادی کی وہ راہ سجھائی ہے۔ جس پر چلے بغیر انسان طاغوت سے کسی قیمت آزاد نہیں ہو سکتا۔

"سیاست علی منہج اللہ" کے چند اصول بیان کرنے کے بعد اب ہم اقتصاد، اجتماع اور اخلاق وغیرہ کے بارے میں گفتگو کریں گے کہ اسلام اس سلسلہ میں کیا رہنمائی کرتا ہے!

اقتصادیات ــــ میں جاہلیت کے بگاڑ کے دو بنیادی اسباب ہیں:۔

طریقۂ ملکیت ــــ اور ــــ طبقہ مالکین کا طبقہ حاکمہ ہونا۔

Marfat.com

اللہ کی بتائی ہوئی صراطِ مستقیم ان دونوں بیماریوں کا علاج کرتی ہے۔

اوّل تو اسلام کسی بھی طبقہ کے اقتدار کو تسلیم نہیں کرتا کہ وہ بعد میں باقی انسانوں پر ظلم کرے۔ بلکہ اسلام حاکمیت اعلیٰ صرف اللہ کے لیے مخصوص کر دیتا ہے۔ اور انسانوں کو اس حق سے محروم قرار دیتا ہے۔!

دوم مسئلہ ملکیت میں بھی اسلام "موضوعی انصاف کی راہ اپناتا ہے!

اگر سرمایہ داری "غیر محدود انفرادی ملکیت" کی قائل ہے۔ جس کا نتیجہ غیر مالکین کی غلامی ہے۔ اور ـــــ اگر اشتراکیت سرے سے ملکیت ہی کو ختم کر دیتی ہے ـــــ

ـــــ جس کا نتیجہ بھی غیر مالکین کی غلامی ہے ـــــ

تو اسلام نہ تو انفرادی ملکیت کا قطعاً خاتمہ کرتا ہے ـــــ اور نہ اس کو غیر محدود رہنے دیتا ہے۔

کیونکہ انفرادی ملکیت کا خاتمہ تمام سرمایہ کو حکومت کے ہاتھوں میں منتقل کر دیتا ہے اور لوگ ایک لقمہ کی خاطر حکومت کے غلام بن جاتے ہیں!

اسلام اپنا سیاسی، اقتصادی اور اجتماعی نظام اس بنیاد پر قائم کرتا ہے کہ لوگ اپنے ولی امر ـــ خلیفہ ـــ کے نگران ہیں۔ وہ یہ دیکھتے ہیں کہ کس

حد تک اللہ کے قانون کو نافذ کر رہا ہے۔ اگر کسی وقت خلیفہ غلطی کرتا ہے تو لوگ اسے متوجہ کرتے ہیں اور اگر وہ اللہ کے قانون کی خلاف ورزی کرے تو عامۃ المسلمین اسے خلافت سے ہٹا دیتے ہیں۔

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

اور تم میں ایک جماعت ہونا ضروری ہے کہ خیر کی طرف بلایا کریں اور نیک کام کرنے کو کہا کریں اور برے کاموں سے روکا کریں۔

(آل عمران ۱۰۴)

حدیث رسولؐ ہے:

"اگر تم میں سے کوئی شخص برائی دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے مٹا دے۔ اگر قدرت نہ ہو تو زبان سے اسے برا کہے اور اگر اتنی بھی قدرت نہ ہو تو دل میں برا سمجھے اور یہ ایمان کا کمتر درجہ ہے"۔ (بخاری و مسلم)

Marfat.com

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا:

"تم میری اطاعت کرتے رہو۔ جب تک میں اللہ کی اطاعت کرتا ہوں، اور اگر میں اللہ کی نافرمانی کروں تو تمہارے اوپر میری اطاعت نہیں ہے"۔

ظاہر ہے اگر لوگ دو روٹی کے لیے حکومت کے غلام ہوں تو مندرجہ بالا نظام تشکیل نہیں پا سکتا۔

اسلام ایک واقعیاتی نظام ہے۔ وہ یہ نہیں چاہتا کہ لوگ فرشتے بن جائیں اور نہ اس کا مدعا یہ ہے کہ سب اولوالعزم ہو جائیں۔ اسلام انسانوں سے جو برتاؤ کرتا ہے۔ اس میں ان کی قوت وضعف، اور ان کا تنزل وارتقا مدنظر ہوتا ہے۔ اسی لئے اسلامی نظام واقعیاتی بنیادوں پر استوار ہے۔

اسلام جابر سلطان کو ہٹانے میں لوگوں کی مدد کرتا ہے۔ اور اسلام چاہتا ہے کہ لوگوں کے رزق کے سرچشمے تمام کے تمام ان کے اپنے ہاتھوں میں ہوں اور مصادر رزق پر حکومت کی اس قسم کی بالادستی نہ ہو کہ ایک دانۂ گندم بھی حکومت کے ہاتھ سے لوگوں کے منہ تک پہنچے، دوسری جانب اسلام "غیر محدود انفرادی ملکیت" کو بھی برداشت نہیں کرتا کہ اس کے نتیجے میں معاشرہ ظلم وطغیان کا شکار ہو جائے!

اس لئے اسلام "ملکیت" پر کچھ ایسی موضوعی بندشیں لگاتا ہے۔ جن سے دولت چند ہاتھوں میں جمع نہ ہونے پائے۔

سب سے پہلے "ملکیت کے وسائل کی تحدید کر دی کہ یہ وسائل حلال وطیب ہونے چاہئیں۔

- وراثت کا قانون جاری کیا۔ تاکہ ہر نسل کے بعد دولت تقسیم ہوتی رہے۔
- زکوٰۃ مقرر کی جو اصل سرمایہ اور منافع پر سال بسال لی جاتی ہے۔
- سود اور اجارہ داری کو حرام قرار دیدیا۔

پھر جیسے اسلام نے ولی امر کو یہ اختیار دیا کہ وہ جب بھی لین دین کے طریقوں میں کوئی بگاڑ پیدا ہوا انہیں اسلامی اصولوں کے مطابق درست کر دے۔ اسی طرح رزق کے

Marfat.com

سرچشمے عوام کے ہاتھ میں دے دیئے۔ تاکہ عوام لقمۂ خبز کے لیے حکومت کے محتاج نہ بن جائیں !

سود اور اجارہ داری سرمایہ داری کی دو عظیم مصیبتیں ہیں۔ یہ دونوں عوام سے دولت سمیٹ سمیٹ کر سرمایہ داروں کے پاس جمع کر دیتے ہیں۔

اگر اسلام کے الٰہی نظام ہونے پر کسی دلیل کی ضرورت پیش آئے تو یہ بہت بڑی دلیل ہوگی کہ سرمایہ داری کا فساد و طغیان مخلوق خدا کی ذلت، خوفناک سامراج اور اقوام عالم کا استحصال جب اسلام نازل ہوا۔ اس وقت انسانیت کے سامنے نہیں تھے اور نہ یہی واضح تھا کہ 'سرمایہ داری' سود اور اجارہ داری کی بنیادوں پر قائم ہوگی ـــــ مگر ـــــ

پھر بھی اسلام نے سود اور اجارہ داری کو حرام قرار دیا تاکہ یہ معلوم کہ یہ نظام ربانی اور اللہ کا نازل کردہ ہے !

اس وقت اسلامی اقتصادیات بیان کرنے کا موقع نہیں ہے جیسا کہ ہم کہہ چکے ہیں کہ اس موضوع کے لیے مستقل کتابیں موجود ہیں۔

البتہ چند کلیدی امور پیش کیے دیتے ہیں۔

"اسلامی اقتصادیات کی بنیاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین میں اپنا خلیفہ بنایا ہے۔ مال اللہ کا ہے اور انسانی جماعت اس مال میں اللہ کی خلیفہ ہے ـ اور یہ انسانی جماعت اس مال کے تصرف میں اللہ کی نازل کردہ تمام حدود و شرائط کی پابند ہے ـــ خواہ یہ شرائط مبادیٔ کلیہ کی شکل میں ہوں ـــ یا قوانین جزئی ہوں۔

اور ـــ فرد اس مال میں مولفہ ہے۔ فرد کا کام یہ ہے کہ وہ انفرادی ملکیت کی بنیاد پر اپنی کوشش کے بالمقابل تصرف کرے اور یہ تصرف خود اس فرد اور پوری جماعت کی فلاح کا ضامن ہو اور اللہ کی مقرر کردہ شرائط کی حدود میں ہو۔

اگر فرد نے اپنے حق ملکیت کو غلط استعمال کیا ہے تو اس سے یہ حق ملکیت ختم ہو کر جماعت کے ہاتھوں میں منتقل ہو جائے گا کیونکہ جماعت ہی اس کی اصل مالک ہے !

مندرجہ بالا اصول ـــ انفرادی ملکیت سے ـــ جس پر اسلامی نظام قائم ہے ـ

Marfat.com

نہیں ٹکراتا۔ البتہ اس سے یہ ضمانت مل جاتی ہے کہ فرد اپنی ملکیت میں حسن تصرف کرے گا اور اپنے مال میں سے جماعت کا مقررہ حق ادا کرتا رہے گا۔ جیسے زکوٰۃ وغیرہ۔ انفرادی ملکیت بدستور باقی رہے گی، سوائے ان موارد عامہ کے جو عام ملکیت میں ہوں:۔

وَآتُوهُم مِّن مَّالِ اللَّهِ الَّذِي آتَاكُمْ۔ (النور ۳۳)

اور اللہ کے دیئے ہوئے اس مال میں سے ان کو بھی دو۔ جو اللہ نے تم کو دے رکھا ہے

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا

اور تم کم عقلوں کو اپنے وہ مال مت دو جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے مایۂ زندگانی بنایا ہے۔ (النساء ۵)

اس کے بعد اسلامی اقتصادی نظام "تقسیم دولت" کا اصول رکھتا ہے۔

كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنكُمْ۔

تاکہ وہ مال تمہارے تونگروں کے قبضے میں نہ آجاوے۔ (الحشر ۳)

اسلام اس امر کی اجازت نہیں کہ دولت سرمایہ داروں کے پاس جمع ہو جائے۔ بلکہ دولت کو بہت سے ہاتھوں میں تقسیم ہونا چاہیئے۔ تاکہ سرمایہ کی طبعی گردش قوم کے تمام افراد کے ہاتھوں میں ہوتی رہے!

اسلام میں مجبور و محروم کے بھی حقوق ہیں۔ ان حقوق کو جماعت وصول کرے گی، اور محتاجوں پر صرف کرے گی۔ غیر سوالی کا حق تھا۔

وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ۔

اور ان کے مال میں سوالی اور غیر سوالی کا حق تھا۔ (الذاریات ۱۹)

یہ حق — زکوٰۃ ہے اور زکوٰۃ کے علاوہ دوسرے حقوق و واجبات بوقت ضرورت سرمایہ داروں سے وصول کیئے جاتے ہیں۔

پھر اسلام میں کچھ قواعد کسب مال اور تعامل کے بھی ہیں۔ اگر کسی تعامل میں کسی فرد یا جماعت کا نقصان ہو تو اسلام اسے جائز نہیں قرار دیتا۔ اسی لئے لوٹ، چوری، دھوکہ اور اجارہ داری کی اجازت نہیں ہے۔ جیسا کہ سود جو ان تمام وسائل میں بدترین وسیلہ ہے بھی

Marfat.com

حرام ہے!

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو۔ اور جو کچھ سود کا بقایا ہے اسے چھوڑ دو۔ اگر تم ایمان والے ہو۔ پھر اگر تم اس پر عمل نہ کرو گے تو اشتہار سن لو جنگ کا اللہ کی طرف اور اس کے رسول کی طرف سے۔ (البقرہ ۲۷۹)

اسلام نے پاکیزہ امدادِ باہمی کا بھی حکم دیا ہے۔

فَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ وَّاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔

اور اگر تنگ دست ہو تو مہلت دینے کا حکم ہے اور معاف کر دو تو یہ زیادہ بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم کو ثواب کی خبر ہو۔

(البقرہ ۲۸۰)

یہ عام قواعد ہیں اور یہ وہ خاکہ ہے۔ جس میں اقتصاد اسلامی بغیر رکاوٹ کے نشو و نما پاتا ہے سوائے ان پابندیوں کے جو بگاڑ کا سبب بنتی ہیں۔

یہ وہ طریقہ ہے۔ جس پر منہج ربانی، اقتصادی امور کو درست کرتی ہے۔ لوگوں کو ظلم سے روکتی ہے اور ان کو طاغوت کی غلامی میں جانے سے بچاتی ہے۔

ان بنیادی اصولوں کے ساتھ ہم ایک اہم حقیقت بھی واضح کر دینا چاہتے ہیں جو اقتصادیات میں اللہ کی صراط مستقیم کا طرۂ امتیاز ہیں۔

اسلامی تصور انسان کو "جبریتوں" کا غلام نہیں بناتا۔ خواہ مادی جبریت ہو یا اقتصادی جبریت یا تاریخ کی جبریت! ——— بلکہ ———

اسلامی نظام میں انسان اپنے اقتصاد اور اپنے مجتمع کی خود تشکیل کرتے ہیں۔ اسلام کسی قسم کے ایسے جبری اطوار کو نہیں تسلیم کرتا۔ جو لوگوں کی زندگیوں کو معین قالب میں ڈھالیں یا کوئی طبقہ دوسرے پر حاکم ہو۔ اس لئے کہ اقتصادی جبریت نے اس طبقہ کو ملکیت اور اقتدار سے نوازا

Marfat.com

یہ سب باتیں جاہلیت کے زیرِ سایہ ہوتی ہیں۔

اسلام میں تو لوگ صرف اللہ کی عبادت کرتے ہیں "مادی جبریت" کی نہیں!

اسلام اس گئے گذرے دَور میں بھی بڑی حد تک بگاڑ کو پھیلنے سے روکتا ہے! چنانچہ یورپ کی بھیانک جاگیرداری اسلامی دنیا میں اپنی 'جبریت' مسلمانوں پر اس طرح مسلّط نہ کر سکی، جیسی یورپ میں کی ہے۔

اسلامی تصوّر میں انسان ہی قوت فاعلہ ہے اور کائنات پوری کی پوری اس کے لیے مسخر کر دی گئی ہے:

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِنْهُ — اس نے زمین و آسمان کی ساری ہی چیزوں کو تمہارے لئے مسخر کر دیا سب کچھ اپنے پاس سے۔ (الجاثیہ۔ ۱۳)

اسلام میں انسان اپنا اقتصادی نظام اپنے تصوّر و عقیدہ کے مطابق اپنے ارادے سے تشکیل کرتا ہے۔ وہ کسی "تاریخ کی مادی جبریت" کے سامنے ذلیل و خاضع نہیں ہے!

اسلام انسان کو یہ فعال ایجابیت عطا کر کے اسے عالم تصوّر میں مکرّم اور دنیائے عمل میں اس کے اقدام کو درست کرتا ہے — اس طرح انسانی معاشرہ ظلم، انحراف اور فساد سے بری ہو جاتا ہے۔

اجتماعی مسائل میں، اللہ کی بتائی ہوئی صراطِ مستقیم فرد اور مجتمع کے درمیان کھلا کھلا توازن اور معاشرے میں مرد و زن کے تعلقات کو بہتر بنیادوں پر استوار کرتی ہے۔

فرد و مجتمع اسلام کی نظر میں دو متحارب فریق نہیں ہیں۔

انسان کو اللہ کی عطا کردہ خلافت فرد اور مجتمع دونوں کو شامل ہے — اور انسان بھی فرد اور مجتمع دونوں کو شامل ہے۔

اس لئے فرد و مجتمع میں کوئی نفرت اور کوئی بالادستی نہ ہونی چاہیئے۔!

جس نظریہ میں مجتمع کو فرد کا دشمن تصوّر کیا جاتا ہے۔ وہ مجتمع کو کچلنے کی کوشش کرتا ہے اور جس نظریہ میں فرد کو مجتمع کا دشمن تصوّر کیا جاتا ہے۔ اس میں فرد سے ہر خیر و خوبی کی نفی ہے — یہ

Marfat.com

دونوں ہی تصورات انتہا پسند اور بگاڑ کا شکار ہیں۔

اعتدال کی راہ یہ ہے کہ فرد مجتمع سے ہے اور مجتمع فرد سے بنتا ہے۔ ان دونوں میں کوئی فصل وانقطاع نہیں ہے!

بگاڑ کا شکار اور انتہا پسند حالات میں سرکش فرد رونما ہوتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اس کے گرد اگرد پھیلے ہوئے معاشرے کے بندھن اسے انحراف کی راہ پر نہیں چلنے دیں گے۔ چنانچہ وہ معاشرے کو توڑ پھوڑ کر اس پر بھی بگاڑ مسلط کر دیتا ہے۔

کبھی سرکش معاشرہ ابھرتا ہے جو فرد کی استقامت گوارا نہیں کرتا۔ چنانچہ اس کو کچل ڈالتا ہے۔

لیکن ـــ معقول حالات میں ـــ فرد اور مجتمع دونوں طبعی رفتار پر چلتے ہیں۔ ان کے مقاصد افکار اور شعور میں یگانگت اور ارتباط ہوتا ہے ـــ اور معاشرتی ڈھانچہ مکمل اور سالم ہوتا ہے۔

اسلام بھی فطرتاً اعتدال کی راہ پسند کرتا ہے اور فرد و مجتمع دونوں میں اعتدال قائم کر کے ـــ انتہا پسندی اور بگاڑ کی راہیں مسدود کر دیتا ہے ـــ

اسلام فرد اور مجتمع میں متوازن کیفیت پیدا کرتا ہے۔ ایک طرف تو فرد کو اپنے تشخص کے نما کے لئے مواقع فراہم کرتا ہے اور دوسری جانب مجتمع کے مربوط تشخص کو ابھارتا ہے ـــ اور دونوں میں اعتدال پیدا کرتا ہے!

فرد سے اسلام براہ راست خطاب کرتا ہے۔ اس کو کچھ حقوق دیتا ہے اور کچھ ذمہ داریاں عائد کرتا ہے جس سے مضبوط و مربوط معاشرہ رونما ہوتا ہے۔!

اسلام میں فرد کا اللہ سے براہ راست بغیر کسی واسطہ کے تعلق ہے۔

فرد اللہ کو پکارتا ہے۔ مناجات کرتا ہے۔ اللہ کی عبادت کرتا ہے اور اللہ کے قریب ہوتا ہے اور ان تمام امور میں فرد مستقل اور بذات خود اپنا وجود رکھتا ہے۔

اسلام فرد کو ہمیشہ شعور دلاتا ہے کہ اس کو انفرادی طور پر اللہ کی پوری پوری رعایت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرد کو ماں باپ سے پیدا کرتا ہے۔ اپنی محدود قسمت لے کر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے

Marfat.com

رزق دیتا ہے۔ اگرچہ رزق انہی اسباب سے ملتا ہے۔ جس میں جماعت اور پوری کائنات مشترک ہے۔ لیکن یہ رزق اس کی ذات ہی تک محدود ہوتا ہے اور اس کی قسمت میں لکھا ہوتا ہے۔

پھر جب فرد اللہ کو پکارتا ہے۔ اللہ اس کی پکار کا جواب دیتا ہے۔ اس کی دنیاوی حاجت پوری کرتا ہے۔ یا آخرت میں اس کے لئے ثواب لکھ لیتا ہے۔ بہرکیف دونوں صورتوں میں اللہ تعالیٰ فرد کی دعا کو ــ انفرادی حیثیت سے ــ قبول فرماتا ہے:

پھر فرد آخر میں اللہ کے پاس بھی انفرادی حیثیت میں جاتا ہے۔

وَكُلُّهُمْ آتِيهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا (مریم ۹۵) — اور قیامت کے روز سب کے سب تنہا تنہا حاضر ہوں گے۔

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ — ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے میں محبوس ہوگا۔ (المدثر۔ ۳۸)

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرٰى — اور کوئی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھاوے گا۔ (الانعام ۱۶۴)

اللہ کے ساتھ فرد کے اس براہِ راست رابطے اور تعلق سے اس کا مستقل ذاتی انفرادی شعور پیدا ہوتا ہے!

پھر اللہ تعالیٰ فرد کو ــ انفرادی حیثیت میں ــ کچھ ذمہ داریوں کا مکلف بھی بناتا ہے ــ ہر فرد ذاتی طور پر مکلف ہے کہ وہ اللہ کے شعائر اور اللہ کے قوانین کی پابندی کرے اور معاشرے کے دیگر افراد کو بھی ان امور کی پابجائی کی دعوت دے۔ جس قدر بھی اس میں طاقت اور ایمان ہو۔

فرد ــ اسلام میں ــ امت کے مسائل کو اپنے ہی مسائل سمجھتا ہے۔ اور اسلام میں عام مسائل یہ ہیں: اللہ کے قانون کا نفاذ، صحیح و راست حکومت کا قیام، درست اقتصادی نظام کا قیام، صالح معاشرہ کا وجود، معاشرے میں اخلاقی اقدار کی اشاعت، معاشرے کو ہر اخلاقی بگاڑ سے پاک صاف رکھنا اور حاکم پر نظر رکھنا ــ کہ وہ اللہ کے قانون اور حق و انصاف سے نہ ہٹ جائے ــ

Marfat.com

مندرجہ بالا تمام امور اس بات کے ضامن ہیں کہ اسلام فرد کی مثبت اور فعال شخصیت کو واقعیاتی زندگی میں اجاگر کرتا ہے اور فرد کی انفرادی شخصیت کو بروئے کار لانے کیلئے تربیتی طریقہ کار اختیار کیا ہے کہ پہلے فرد کو نفسیاتی اخلاقی اور اجتماعی تربیت دیتا ہے تاکہ وہ اس نظام اسلام میں موجود عظیم تر ذمہ داری سے صحیح طور پر عہدہ برآ ہو سکے !

اس کے بعد اسلام فرد کو۔ انفرادی ملکیت کے حقوق بھی عطا کرتا ہے۔ اس سے بھی اس کی مستقل فردیت کو مزید نما ملتا ہے۔ خواہ فی الواقع اسے کوئی ملکیت حاصل ہو یا نہ ہو اس کا حق ملکیت تو بہر حال موجود ہے۔ اسی طرح اسے حصول ملکیت کے مواقع بھی موجود ہیں۔ ان دونوں امور سے جہاں فرد کی اپنی شخصیت کو ذاتی ملکیت کی بناء پر نمود و ظہور حاصل ہوتا ہے۔ وہاں فرد اپنا رزق ـــــ جو کچھ اللہ نے اسے عطا کیا ہے ـــــ اپنے سامنے پاتا ہے اور اپنے ہاتھ سے حاصل کرتا ہے۔ اس سے بھی اس کا ذاتی شعور ابھرتا ہے اور اس کے ہاتھ میں وسیلۂ روزی آجاتا ہے کہ جس سے وہ حاکم اور منحرف معاشرے کے طغیان کا مقابلہ کر سکتا ہے۔

اگر حق ملکیت موجود ہونے ـــــ اور حصول ملکیت کے مواقع فراہم ہونے کے باوجود معاشرے کا کوئی فرد محروم رہ جائے تو بھی اسلام اس فرد کو ضائع ہونے کے لیئے بے آسرا نہیں چھوڑ دیتا۔ بلکہ اسے حکومت کے بیت المال کی کفالت حاصل ہوتی ہے۔

اسلام میں حکومت کا کسی فرد کی کفالت کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ حکومت اس فرد کو کسی مفید کام کے لئے تربیت دے کر اسے کسی نفع بخش عمل میں لگائے گی ـــــ اور اگر کمزوری بڑھاپے یا بچپن کی بناء پر فرد کو عمل کے لیئے تیار نہ کیا جائے تو حکومت اسے بیت المال سے وظیفہ دے گی پھر اس فرد کو جو کچھ ملے گا۔ وہ کوئی لوگوں کا اس پر احسان نہیں ہوگا۔ بلکہ وہ اسلام کا مقرر کردہ حق وصول کرے گا !

کیونکہ لوگوں کے پاس جو رزق ہے۔ وہ اللہ ہی کا ہے اور اللہ نے اپنے رزق میں مستحقین کا بھی حق رکھا ہے۔

فرد کی ذاتیت کے ظہور کی یہ آخری حدود ہیں۔ جو دنیا میں کوئی نظام ممکنہ طور پر پیش کر سکتا ہے اور یہ نظام اسلام ہے !

Marfat.com

دوسری جانب اسلام "اجتماعی شخصیت" کو بھی نمایاں دیتا ہے۔

جس طرح اسلام نے فرد کو کچھ ذمہ داریوں کا مکلف بنایا ہے۔ اسی طرح جماعت بھی بعض امور کی مکلف ہے۔

جماعت ـــ اجتماعی حیثیت میں ـــ اللہ کے قانون کے نفاذ کی مکلف ہے۔

جماعت ہی خلیفہ کو منتخب کرتی ہے اور جماعت ہی سے بیعت ہوتی ہے۔ نہ کہ افراد سے ـــ جماعت ہی خلیفہ کی نگرانی کرتی ہے۔ اس کا محاسبہ کرتی ہے اور اس کو مشورے دیتی ہے۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ	تم میں ایک جماعت ایسی ہونا ضروری ہے کہ خیر کی طرف بلایا کریں اور نیک کام کرنے کو کہا کریں، اور بُرے کاموں سے روکا کریں۔ (آل عمران ۱۰۴)
وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ	اور ان کا ہر کام آپس کے مشورے سے ہوتا ہے۔ (الشوریٰ۔ ۳۸)
وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ	اور ان سے خاص خاص باتوں میں مشورے لیتے رہا کیجئے۔ (آل عمران ۱۵۹)

قرآن نے متعدد مرتبہ جماعت مسلمین کو مخاطب کیا ہے۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى	اے ایمان والوں تم پر قصاص فرض کیا جاتا ہے۔ مقتولین کے بارے میں۔ (البقرہ ۱۷۸)
يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً	اے ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہو۔ (البقرہ ۲۰۸)
يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ	اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طور مت کھاؤ۔ (النساء ۲۹)
يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا۔	اے ایمان والو! اپنی تو احتیاط رکھو، پھر متفرق طور پر یا مجتمع طور پر نکلو (النساء ۔ ۷۱۔)

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوْهُ

اے ایمان والو بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بُت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں۔ سو ان سے بالکل الگ رہو۔ (المائدہ - ۹۰)

ان تمام مخاطبات میں جماعت کے لیئے قوانین دیتا ہے اور ان کو حکم دیتا ہے کہ وہ اجتماعی انداز میں اپنی تربیت کریں اور اپنے اندر ایسے افراد کی تشکیل کریں۔ جو ان تمام ذمہ داریوں کو بخوبی انجام دے سکیں۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا

اور مضبوط پکڑے رہو اللہ تعالیٰ کے سلسلہ کو اور باہم نا اتفاقی نہ کرو۔

(آل عمران - ۱۰۳)

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ

اور نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کی اعانت کرتے رہو اور گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی اعانت نہ کرو۔ (المائدہ - ۲)

یہ تمام امور ایک مضبوط اور مربوط جماعتی حیثیت چاہتے ہیں۔ جو ان امور کے نفاذ پر قادر ہو۔

اسلام میں جماعت کی تشکیل افراد سے ہوتی ہے — مومن جماعت — جس سے قرآن تخاطب کرتا ہے۔ اور جس کی ذمہ داریاں اوپر بیان ہوئی ہیں — مومن افراد سے وجود میں آتی ہے۔ ہر فرد اپنی جگہ پر مومن ہوتا ہے اور اللہ سے اس کا رشتہ ہوتا ہے۔ لیکن اسلام نے افراد سے تشکیل پائی ہوئی ہیئت اجتماعی کو متمیز تشخص دیا ہے اور اس "اجتماعی ہیئت" کو یہ بالادستی عطا کی ہے کہ اگر کبھی فرد کو اس کی فردیت سوء سبیل سے ہٹا دے۔ تو اجتماعی ہیئت اس فرد میں توازن پیدا کرے۔ کیونکہ جماعت فرد کی نگران ہے اور اس کے اعمال کو صحیح رُخ دینے والی ہے اور اللہ تعالیٰ نے جماعت مسلمہ کو یہ اقتدار عطا فرمایا ہے کہ جب بھی کوئی فرد جادۂ حق سے منحرف ہو جائے تو جماعت اس کو راہِ راست پر لگا دے۔

Marfat.com

لیکن جماعت کو اس اقتدار کے غلط استعمال سے بچانے کے لئے اس کو پابند کیا گیا ہے کہ وہ ہر حال اور ہر شکل میں ـــــ اسلامی معاشرے میں اللہ کے قانون کی پابند رہے گی۔ اور اللہ کا قانون انسان کے لیے ہے جس میں فرد ـــــ اور ـــ مجتمع برابر کے شریک ہیں۔

جماعت مسلمہ کی ایک ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ اسلامی سرزمین، اسلامی قانون اور ارض اسلام میں رہنے والوں کی حفاظت کرے ـــ اور یہ تحفظ ایک مربوط اور متناسق ہیئت اجتماعی کے طور پر ہونا چاہیئے۔

اسلام میں جماعت ـــــ علمی نقطۂ نظر سے ـــــ سرمایہ کی مالک ہے۔ وہ ہی فرد کو اس میں تصرف کا حق دیتی ہے ـــــ اور ـــــ علمی نقطۂ نظر سے اگر کوئی فرد حسن تصرف میں کوتاہی کرے تو جماعت ایسے فرد سے ملکیت واپس لے لیتی ہے۔

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا وَارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَاكْسُوهُمْ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا

اور تم کم عقلوں کو اپنے وہ مال مت دو جن کو خدا تعالیٰ نے تمہارے لیے مایۂ زندگانی بنایا ہے اور ان مالوں میں سے ان کو کھلاتے رہو اور پہناتے رہو اور ان سے معقول بات کہتے رہو۔ (النساء)

پھر جماعت مسلمہ کا ایک فریضہ یہ بھی ہے کہ وہ حکومت کے تعاون کی ضرورت پیش آنے سے پہلے ہی اپنے کمزور افراد کو اپنی کفالت میں لے لے۔ کیونکہ حکومت تو ایسے لوگوں کا آخری سہارا ہے ـــ اور یہ اجتماعی کفالت پہلے خاندان کے دائرے میں پھر اجتماعی ہیئت میں اور پھر پوری امت اسلامیہ کی حدود میں ہونی چاہیئے۔

اس طرح اسلام میں ہیئت اجتماعی کا ظہور و نما ہوتا ہے اور فرد و جماعت کے تشخص میں توازن پیدا ہو جاتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ لوگوں کی واقعیاتی زندگی اس قدر سہل نہیں ہے۔ جس آسانی اور سہولت کی ساتھ ہم یہ باتیں لکھ رہے ہیں ـــــ

واقعیاتی زندگی میں جو تلخ حقیقت ہمارے سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ کبھی فرد

Marfat.com

معاشرے کے خلاف بغاوت کرتا ہے اور کبھی اجتماعی ہیئت فرد کے وجود کو ختم کرنے کھڑی ہو جاتی ہے !

لیکن اس حقیقت کے ذمہ دار لوگ ہیں۔ نظام نہیں ہے !

انسانوں میں بہر حال راہِ راست سے منحرف ہونے کا فطری جذبہ بھی اسی قدر ہے۔ جتنا جادۂ حق پر چلنے کا ہے ۔

نظریاتی اور واقعیاتی لحاظ سے ان دونوں باتوں میں بہت بڑا فرق ہے کہ انسان طبعی استعداد کی بناء پر کبھی کبھی منحرف بھی ہو جائیں — اور یہ کہ انحراف کسی نظام کا جزء لاینجزیٰ ہو کہ لوگ اس وقت تک انحراف سے نہ بچ سکیں۔ جب تک اس نظام میں بنیادی تبدیلیاں نہ کرلیں۔ یا جب تک اس غلط نظام کو بدل کر دوسرا نظام نہ لے آئیں

سرمایہ داری نظام کی طبیعت میں یہ بات شامل ہے کہ اس میں فرد معاشرے کے خلاف باغی ہوتا ہے ۔ اور لوگ اس بات پر قادر نہیں ہوتے کہ وہ فرد کی بغاوت کا راستہ روک دیں۔ الا یہ کہ وہ سرمایہ داری نظام کی بنیادیں ہی بدل ڈالیں — لیکن جب تک سرمایہ داری نظام رہے گا۔ لوگ نہ فرد کی سرکشی کو دبا سکتے ہیں اور نہ اسے راہِ راست پر لا سکتے ہیں۔

اشتراکی نظام اپنی فطرت میں فرد کے خلاف باغی ہے ۔ اس خوفناک اور بھیانک نظام کے بوجھ تلے فرد کا وجود لمحہ بہ لمحہ سکڑتا رہتا ہے اور اشتراکی نظام ہر اس فرد کو کچل ڈالتا ہے ۔ جو اس نظام کے خلاف آواز اٹھائے ۔ یا پرولتاری آمریت کے مقدس لیڈر کے خلاف بغاوت کرے ۔

اسلامی نظام کی فطری خصوصیت یہ ہے کہ اس میں فرد اور مجتمع نظام کی خرابی کی بناء پر باغی نہیں ہوتے ۔ ہاں جب فرد یا مجتمع اسلامی نظام سے انحراف کریں تو طغیان پیدا ہوتا ہے ۔ لیکن اس کی تمام تر ذمہ داری لوگوں ہی پر ہے اور ان کے ذمہ فرض ہے کہ وہ اپنے آپ کو اللہ اور رسولؐ کی طرف لوٹائیں ۔ تاکہ انحراف دور ہو جائے اور تمام معاملات مستقیم ہو جائیں ۔!

Marfat.com

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

اے ایمان والو! تم اللہ کا کہنا مانو اور رسولؐ کا کہنا مانو اور تم میں جو اہل حکومت ہیں ان کا بھی۔ پھر اگر کسی امر میں تم باہم اختلاف کرنے لگو تو اس کو اللہ اور اس کے رسولؐ کے حوالہ کر دیا کرو۔ اگر تم اللہ پر اور یوم قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔

(النساء - ۵۹)

اس موقعہ پر یہ اشارہ کر دینا ضروری ہے کہ تمام امور میں قانونی اقتدار صرف اللہ اور اس کے رسولؐ کو حاصل ہے اور اطاعت بھی براہِ راست اللہ اور اس کے رسولؐ کی ہے۔

اطاعت اولی الامر اللہ اور رسولؐ کی اطاعت سے متعلق ہے۔ اسی بنا پر "اطیعوا" کا فعل اللہ اور رسولؐ کے ساتھ مکرر لایا گیا ہے اور اولی الامر کی اطاعت کو اللہ اور رسولؐ کی اطاعت میں مدغم کر دیا گیا ہے۔ پھر مومنین کے درمیان اختلاف رونما ہونے کی شکل میں اللہ اور رسولؐ کی طرف رجوع کا حکم ہے۔ اس سے علم ہوا کہ قانون سازی کا اختیار صرف اللہ اور اس کے رسولؐ کو حاصل ہے۔ اولی الامر اس میں شریک نہیں ہیں!

اس اسلامی تصوّر کے زیرِ سایہ فرد اور مجتمع دو متقابل اور متحارب قوتیں نہیں ہیں۔ بلکہ فرد اور مجتمع میں تداخل اور تعاون ہے اور یہ دونوں مقاصد افکار اور شعور میں متحد ہیں ـــــ یہی اتحاد درحقیقت انہیں کش مکش اور سرکشی سے بچاتا ہے۔

اسلام معاشرے کے افراد (مرد۔ عورتیں۔ بچے) کے ساتھ بہت ہمدردی رکھتا ہے اور چاہتا ہے کہ ان کی نشأت صالح بنیادوں پر ہو۔ تاکہ وہ جاہلیت کے انحراف اور اس انحراف کے نتیجے میں شقاوت، بدبختی، حیرت و بے چینی اور عذاب الیم

سے بچ سکیں !

چنانچہ اسلام نے تقسیم کار کے اصول پر مرد کو مادی پیداوار اور اقتصاد و سیاست کا ذمہ دار بنایا ـــــ اور ـــــ

عورت کو پیدائش، گھریلو نگرانی اور نئی نسل کو صالح بنیادوں پر تربیت دینے کی ذمہ داری سونپی ہے ـــــ اور ـــــ

بچوں کے لئے مناسب ہے کہ وہ اپنی فطری پرورش گاہ سے رعایت اور تربیت حاصل کریں ـــــ اور خاندانی بنیادوں کو سہارا دیں !

لیکن یہ تقسیم کار جبری اور قطعی نہیں ہے۔ البتہ ـــــ اس تقسیم میں مرد و عورت کی فطرت اور ان کی طبعی استعداد کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

عورت، حمل، ولادت اور رضاعت کے لیئے فطری اور حیاتیاتی استعداد رکھتی ہے اور اس کی نفسیاتی ترکیب نے اس میں جذبۂ عاطفیہ کو زیادہ قوی اور جلد بیدار ہونے والا بنایا ہے اور یہی عورت کا اصل تشخص ہے ـــــ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ عورت گھریلو زندگی سے باہر اور وظیفۂ فطری کے علاوہ کوئی کام انجام دے ہی نہیں سکتی۔ پہلے باب میں آسٹریا کی خاتون ڈاکٹر کے بیان سے معلوم ہو چکا ہے کہ عورت نے مرد کے تمام اعمال میں مساوات کی کوشش کی اور اس کی یہ کوشش کس طرح اس کے حیاتیاتی تشخص پر اثر انداز ہوئی ہے اور اس کے اُمومت کے وظائف کمزور پڑ گئے اور عورت، عورت باقی نہیں رہی اور نہ مرد بن سکی (جو اس کی دلی تمنا تھی) بلکہ تیسری جنس ہی بننے والی ہے۔ جو پریشان و بے چین و مضطرب ہے۔ یہ فطرت کی سزا ہے۔ اور فطرت جاہلیت کی حماقتوں کے سامنے سرنگوں نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ فطرت اللہ کی صنعت ہے۔ جس نے ہر شے کو پیدا کیا اور اس کو اپنی فطرت کی طرف ہدایت فرمائی۔

جدید عورت کی تمام باتیں کھوکھلی ہیں۔ یا جو کچھ مرد اس کو کہتا ہے وہ عورت کو اس کی طبیعت سے نکالنا ہے۔ تاکہ مرد کے لیے حصول آسان ہو اور وہ مخلوط معاشرے میں اپنے جذبات کی تکمیل کر سکے !

Marfat.com

غرض یہ سب باتیں فطرت کا مقابلہ اور کھلی حماقتیں ہیں! فطرت وقت و زمانہ کی پابند نہیں کہ وقت آگے بڑھ گیا اور زمانہ ترقی کر گیا! اگر فطرت کے مقابلہ میں وقت کے پیمانے مختل ہو جائیں تو عورت ـــــ اور اس کے ساتھ مرد اور بچے بھی پراگندگی اور بدبختی کا شکار ہو جائیں!

عورت کی بے پردگی سے سارا معاشرہ تباہی اور شقاوت سے ہمکنار ہو گیا ـــ نہ گھر باقی رہا ـــــ نہ خاندان اور نہ گھر کا سکون!

اسلام تو جاہلیت کی حماقتوں پر چلنے سے رہا!

اسلام نہیں چاہتا کہ عورت اس طرح جاہلیت کے بگاڑ میں ختم ہو کر رہ جائے۔ بلکہ اسلام تو چاہتا ہے کہ عورت سعادت و سکون حاصل کرے۔

چنانچہ اسلام نے عورت کو فطری وظیفہ سپرد کیا ہے اور اس ضمن میں اس کو ہر ممکن کفالت اور صیانت مہیا کی ہے۔

بغیر عمل کے اسلام اس کے رزق کا ضامن ہے۔

اسلام اس کے انسانی احترام کا محافظ ہے۔

اسلام اس کی گھر اور گھر سے باہر کی کوششوں کو ضائع ہونے سے بچاتا ہے۔

اسلام اس کے اخلاق کا محافظ ہے اور نہیں چاہتا کہ وہ مخلوط معاشرے میں مل کر لوگوں کے لئے فتنہ اور انسانیت کے لیے تباہی کا سبب بنے۔ جیسا کہ ول ڈیورانٹ کہتا ہے۔

مرد تمام گھریلو اخراجات کا مکلّف ہے ـــــ اور اگر عورت کے پاس کوئی سرمایہ ہو تو وہ اس کی بھی مالک ہے اور اس میں تصرف بھی کر سکتی ہے اور یہ وہ حق ہے جو جاہلیت جدیدہ میں بہت بعد میں تسلیم کیا گیا اور ابھی تک مکمل نہیں ہے ـــــ اور یہ وہ حق ہے جس کے حصول میں مغربی عورت اپنی نسائیت، اپنی فطرت اور اپنا اخلاق بھی کھو بیٹھی ـــــ حالانکہ اسلام نے از خود یہ حق عورت کو عطا کر دیا!

Marfat.com

اسلام کے تمام قوانین و توجیہات عورت کے احترام انسانی کے کفیل ہیں اور حق ملکیت اور حق تصرف بھی اس کے لیے محفوظ ہے ۔

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ

مردوں کے لئے ان کی کمائی کا حصہ ہے اور عورتوں کے لیے ان کی کمائی کا حصہ ہے ۔

(النساء - ۳۲)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَن تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ

اے ایمان والو تم کو یہ بات حلال نہیں کہ عورتوں کے جبراً مالک ہو جاؤ ۔ اور ان عورتوں کو اس غرض سے مقید مت کرو کہ جو کچھ تم نے ان کو دیا ہے ۔ اس میں کا کوئی حصہ وصول کر لو ۔

(النساء)

اللہ نے انسانوں میں مساوات بھی مقرر فرمائی ہے ۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً (النحل ۹۷)

جو شخص بھی نیک عمل کرے گا ۔ خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ ہو وہ مومن اسے ہم دنیا میں پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے ۔

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ

(آل عمران - ۱۹۵)

سو منظور کر لیا ان کی درخواست کو ان کے رب نے اس وجہ سے کہ میں کسی شخص کے کام کو جو کہ تم میں سے کرنے والا ہو اکارت نہیں کرتا ۔ خواہ وہ مرد ہو یا عورت ۔ تم آپس میں ایک دوسرے کے جز ہو ۔

عائلی زندگی میں عورت کا احترام بھی اسلام میں ملحوظ خاطر ہے ۔

وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ (النساء - ۱۹)

اور ان عورتوں کے ساتھ خوبی کے ساتھ گذران کیا کرو ۔

حتیٰ کہ ناگواری کے حالات میں بھی عورت کا احترام مدنظر ہے ۔

فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا (نساء-۱۹)

اور اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ تم ایک شئے کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس کے اندر کوئی بڑی منفعت رکھ دے۔

اس طرح اسلام فکری و عملی، اقتصادی اور اجتماعی طور پر عورت کو اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہونے کے لیے فارغ کر دیتا ہے اور اس کے فطری تشخص کو بروئے کار لاتا ہے۔ جس کو جاہلیت جدیدہ نے مساوات کا جھگڑا کھڑا کر کے تباہ کر دیا!

پھر بھی عورت کے حق میں یہ تقسیم عمل آخری اور فیصلہ کن نہیں ہے۔ کیونکہ گھر سے باہر کے کام عورت کے لئے ممنوع و حرام نہیں ہیں۔ لیکن اسلام اس کو صرف ضرورت کے وقت ہی مناسب خیال کرتا ہے۔ خواہ وہ انفرادی ضرورت ہو یا اجتماعی ـــــ بغیر ضرورت اسلام عورت کے گھر سے باہر کے کاموں کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھتا۔

اور اگر انسانی زندگی کی اجتماعی، اقتصادی، فکری، روحی اور خلقی طور پر اس طرح تشکیل کی جائے کہ عورت زندگی کے ہر میدان میں مرد کی ساتھی ہو۔ تو یہ ایک تباہ کن جاہلی حماقت ہے جس کے نتائج عنقریب ظاہر ہونے والے ہیں کہ عورت جنس ثالث کی طرف منتقل ہو گی اور اس میں ہر قسم کی عقلی، عاطفی، وجدانی، اخلاقی اور جنسی پراگندگی پائی جائے گی اور بچوں کی نسل جو بغیر ماؤں کے نوکروں کے ہاتھوں یا تربیت گاہوں میں پرورش پائیں گے وہ بھی اسی قسم کی پراگندگی اور ابتری اور کا شکار ہوں گے اور ان عورتوں اور ان بچوں سے کل کا معاشرہ وجود میں آئے گا!

یہ کہتے کہ ہم تھوڑی سی مادی منفعت کے لئے خود ہی انسانیت کو تباہی میں ڈال رہے ہیں۔ مادی منفعت خواہ کتنی ہی عظیم کیوں نہ ہو ـــــ وہ جوہر انسانیت کے سامنے تو بالکل حقیر ہے ـــــ دنیا کی آج کی ساری مادی پیداوار اور کل کی الکٹرونی مشینوں کی فراہم کردہ مصنوعات ساری کی ساری بھی انسانیت کی قیمت نہیں بن سکتی!

Marfat.com

ہرگز نہیں!

اسلام جاہلیت کی حماقتوں کو کبھی بھی درست نہیں کہہ سکتا!

اسلام تو مرد، عورت اور بچوں سب کو صحیح مقام دیتا ہے! اسلامی نظام میں مرد مادی پیداوار اور سیاست و اقتصاد سے نمٹتا ہے۔ عورت پیدائش، پرورش، تربیت اور بچوں کی نشوونما کے فرائض انجام دیتی ہے —— اور بچے اپنی فطری پرورش گاہ میں پرورش حاصل کرتے ہیں۔ یہ مطمئن خاندان ہے —— جس کے بندھن عورت اپنے عاطفی جذبات سے باندھے ہوئے ہے!

اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ عورت بوقت ضرورت بھی مادی پیداوار کے لیے کام نہ کرے ہاں یہ کہ ایسا مشغلہ نہ بننا چاہیئے۔ جس سے طاقتیں تباہ اور اخلاق خراب ہو!

پھر مرد و عورت اسلامی نظام میں پاک و نظیف اجتماعی اصولوں کے مطابق گھر میں اور گھر سے باہر ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ لیکن ان کی یہ ملاقات حیوانی سطح پر لہو و عبث نہیں ہوتی وہ مل جل کر ایک صالح معاشرہ کے قیام کی جد و جہد میں لگے ہوئے ہیں۔

بغیر کسی مجنونانہ اختلاط کے جس میں مرد و عورت اور نوجوانوں کی قوتیں تباہ اور ان کی صلاحیتیں برباد ہوں۔ اسلامی نظام میں مرد و عورت مل جل کر اپنی اولاد کی اسلامی اخلاق پر پرورش کرتے ہیں۔

ذرا جاہلیت جدیدہ کی طرف نظر ڈال کر دیکھیئے۔ کتنا وقت، کتنی محنت اور کتنا سرمایہ رقص گاہوں اور مختلف محفلوں پر خرچ ہوتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں سوائے لذت حیوانی اور اخلاقی فساد کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔!

سارے معاشرے کے بگاڑ کی بنیاد ہی یہی ہے کہ عورت فساد کا شکار ہو گئی اور یہ فساد مردوں میں اور نوخیز نسل میں سرایت کر گیا۔!

Marfat.com

اخلاق معاشرے کے تمام معاملات کی بنیاد ہوتا ہے۔

اسلام اخلاق کا معاملہ لوگوں کے ہاتھوں میں نہیں چھوڑتا کہ وہ بھی تغیر و تبدل اور انحراف قبول کرلے!

اسلام میں اخلاق اللہ کا قائم کردہ ہے ـــــ اور یہ اخلاق زندگی کے کسی بھی مرحلے پر قانون سے علیحدہ نہیں ہوتا!

جیسے اسلام میں اخلاق اللہ کا قائم کردہ ہے ـــــ اور یہ اخلاق زندگی کے کسی بھی مرحلے پر قانون سے علیحدہ نہیں ہوتا۔!

جیسے اسلام اس بات پر زور دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو الوہیت اور حاکمیت میں منفرد سمجھا جائے۔ اسی طرح اسلام اخلاق کا سرچشمہ بھی اللہ کو قرار دیتا ہے۔

جیسے جاہلیت اللہ کی الوہیت اور حاکمیت کے عقیدہ سے منحرف ہو کر اضطراب میں پھنس گئی اور اس کا سیاسی اقتصادی اور اجتماعی نظام اختلال پذیر ہو گیا ـــــ اسی طرح جب جاہلیت اخلاقیات میں اللہ کے بتائے ہوئے راستے سے بھٹک گئی تو اس میں بھی اضطراب و اختلال پیدا ہو گیا!

کیونکہ ـــــ جب لوگ جادۂ حق سے دور ہو جاتے ہیں تو ان کی زندگی پر طاغوت حکمران ہو جاتا ہے۔ اور یہی طاغوت لوگوں کے لیے اخلاقی قوانین بھی بنا ڈالتا ہے۔

تاریخ کی مادی تعبیر کہتی ہے کہ اخلاق اقتصادی نظام کا ایک پرتو ہے اور اخلاق ـــ انقلاب پذیر ہے۔ جس وقت معاشرے کا اقتصادی ڈھانچہ بدلے گا لازمی طور پر نظام اخلاق بھی بدل جائے گا۔

یہ تعبیر اگرچہ مجموعی طور پر غلط ہے۔ لیکن اس میں جزئی صداقت بھی ہے۔

جاہلیت میں اخلاق فی الواقع اقتصادی نظام کے تابع ہے۔ اور جوں ہی اقتصادیات

Marfat.com

میں تبدیلی آتی ہے فوراً اخلاق بھی بدل جاتا ہے۔ کیونکہ جو طاغوت ایک طبقہ کے مفادات کی خاطر قانون بناتا ہے — وہ اسی طبقہ کے مفادات کے لیے اخلاق بھی گھڑ لیتا ہے —— جاہلیت سمجھتی ہے کہ اخلاق اور اقتصادیات میں سبب اور نتیجہ کا رشتہ ہے۔ حالانکہ ان دونوں کا ارتباط صرف اس وجہ سے ہے کہ دونوں کا تعلق ایک ہی طاغوت سے ہے۔!

اللہ کی صراط مستقیم میں بھی سیاست، اقتصاد، اجتماعی اور —— اخلاق میں ارتباط پایا جاتا ہے۔ لیکن یہاں بھی سبب اور نتیجہ نہیں ہے۔ بلکہ ارتباط صرف اس لئے ہے کہ یہاں بھی زندگی اور اخلاق دونوں کا مصدر اللہ تعالیٰ ہے۔

ہونا بھی یہی چاہیئے —— کہ ایک ہی مصدر لوگوں کی تمام زندگی کی تشکیل کرے۔ سیاست ہو یا اقتصاد —— اجتماع ہو یا اخلاق —— جنسی علائق ہوں یا زندگی کا کوئی اور گوشہ سب کی تشکیل ایک ہی مصدر سے ہونی چاہیئے —— خواہ وہ مصدر و مرکز اللہ ہو —— یا —— طاغوت۔!

جب مغرب کی جاہلیت جدیدہ میں اخلاق کا رشتہ اپنے اصلی سرچشمے یعنی اللہ کی صراط مستقیم سے ٹوٹ گیا۔ تو اخلاق بھی بگاڑ کا شکار ہو گیا!

اگرچہ یہ بگاڑ بہت آہستہ آہستہ رونما ہوا۔ کیونکہ اخلاق انسانی نفس کی گہرائیوں میں پیوست ہوتا ہے اور اس وقت تک اپنی جگہ نہیں چھوڑتا۔ جب تک انسانیت شدید بحران اور اضطراب سے دوچار نہ ہو جائے ——

لیکن بہرحال بگاڑ رونما ہو کر رہا!

پہلے سیاست اخلاق سے جدا ہوئی۔ پھر اقتصاد کا رشتہ ٹوٹا۔ پھر جنسی علائق جدا ہوئے حتیٰ کہ سارا اخلاق نفع پرستی اور خود پسندی کا نام ہو گیا

تاریخ میں کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ ایک ہی وقت میں سارا اخلاق تباہ ہو گیا ہو —— کیونکہ انسانیت —— جس میں خیر و شر کے دونوں پہلو موجود ہیں —— کبھی بھی کلیتاً شر اختیار نہیں کر سکتی۔ بلکہ خیر کے اجزا اس کی زندگی کے مختلف گوشوں میں بکھرے رہتے ہیں ہاں یہ ہوتا ہے کہ شر بڑھتا رہتا ہے۔ حتیٰ آنکہ خیر پر غالب آجاتا ہے —— اور —— جب شر خیر پر

Marfat.com

غالب آجاتا ہے۔ تو انسانی معاشرہ زوال پذیر ہو جاتا ہے؛

اسلام اخلاق کو بھی اس کا طبعی اور مناسب مقام دیتا ہے۔ اسلام میں زندگی کے تمام پہلوؤں کی طرح اخلاق کا بھی مرجع اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اس عقیدے کے پیشِ نظر اخلاق طاغوت کے ہاتھوں میں جانے سے بچ جاتا ہے۔ کیونکہ طاغوت اپنے وجود کو چھپانے اور انسانیت کے لیے فساد کو سہل بنانے کے لیے اخلاقی حلت پسندی کو "تطور" (ترقی) کے نام سے پیش کرتا ہے۔

کیونکہ اسلامی اخلاق اللہ کی جانب سے ہے۔ اس لئے نہ یہ لوگوں کی خواہشات کے مطابق بدلا جا سکتا ہے اور نہ اپنے راسخ اصولوں سے ہٹایا جا سکتا ہے۔ نہ کسی طبقہ کے مفادات کا تحفظ کرتا ہے اور نہ روز بدلنے والا فیشن بن کر رہ جاتا ہے۔

اور — چونکہ یہ اخلاق اللہ کی جانب سے ہے۔ اسی لئے یہ انسانی اخلاق بھی ہے یہ تمام انسانوں سے انسانیت کی بنیاد پر تعامل کرتا ہے نہ قومی مصلحت مدنظر ہوتی ہے اور نہ عصبیت دینی — اور نہ انحراف کا کوئی اور رنگ ہوتا ہے — جس کا اللہ کے راستے سے ہٹ کر مغربی اخلاق شکار ہوا ہے۔

اس کا انسان سے معاملہ صرف انسانیت کی بنیاد پر ہے۔ اس میں کسی رنگ عنصر طبقہ اور اعتقاد کا فرق ملحوظ نہیں ہے۔

اس اخلاق میں صرف وہ انسان مدنظر ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے مرد و زن سے پیدا فرمایا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ	اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو،
الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ	جس نے تم کو ایک جاندار سے پیدا کیا اور
وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا	اس جاندار سے اس کا جوڑا پیدا کیا۔ اور
رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً	ان دونوں سے بہت سے مرد اور
	عورتیں پھیلائیں۔
	(النساء ۱۔)

Marfat.com

إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ
بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ
بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ وَلَا تَكُنْ لِلْخَائِنِينَ
خَصِيمًا وَاسْتَغْفِرِ اللَّهَ
إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا
وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِينَ يَخْتَانُونَ
أَنْفُسَهُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا
يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا
أَثِيمًا يَسْتَخْفُونَ مِنَ النَّاسِ
وَلَا يَسْتَخْفُونَ مِنَ اللَّهِ وَ
هُوَ مَعَهُمْ إِذْ يُبَيِّتُونَ
مَا لَا يَرْضَىٰ مِنَ الْقَوْلِ وَ
كَانَ اللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطًا
هَا أَنْتُمْ هَٰؤُلَاءِ جَادَلْتُمْ
عَنْهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا
فَمَنْ يُجَادِلُ اللَّهَ عَنْهُمْ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ أَمْ مَنْ يَكُونُ
عَلَيْهِمْ وَكِيلًا وَ مَنْ
يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ
ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ يَجِدِ اللَّهَ
غَفُورًا رَحِيمًا وَ مَنْ
يَكْسِبْ إِثْمًا فَإِنَّمَا يَكْسِبُهُ
عَلَىٰ نَفْسِهِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا

بیشک ہم نے آپ کے پاس یہ نوشتہ بھیجا ہے
واقع کے موافق تاکہ آپ لوگوں کے درمیان
اس کے موافق فیصلے کریں۔ جو کہ اللہ تعالیٰ آپ
کو بتلا دیا ہے اور آپ ان خائنوں کی طرف داری
کی بات نہ کیجئے اور آپ استغفار فرمائیے۔
بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے مغفرت کرنے والے بڑے
رحمت والے ہیں اور آپ ان لوگوں کی طرف
سے جوابدہی کی بات نہ کیجئے۔ جو کہ اپنا نقصان
کرتے ہیں۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو نہیں
چاہتے۔ جو بڑا خیانت کرنے والا اور بڑا گناہ
کرنے والا ہو۔ جن لوگوں کی یہ کیفیت ہے کہ
آدمیوں سے تو چھپاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے
نہیں شرماتے حالانکہ وہ اس وقت ان کے
پاس ہے، جب کہ وہ خلاف مرضی الٰہی گفتگو
کے متعلق تدبیریں کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ
ان کے سب اعمال کو اپنے احاطے میں لیے
ہوئے ہے۔ ہاں تم ایسے ہو کہ تم نے دنیوی
زندگی میں تو ان کی طرف سے جوابدہی کی باتیں
کرلیں۔ سو خدا کے روبرو قیامت کے روز
ان کی طرف سے کون جوابدہی کرے گا۔ یا
وہ کون شخص ہوگا جو ان کا کام بنانے والا
ہوگا۔ یا جو شخص کوئی برائی کرے یا اپنی جان
کا ضرر کرے۔ پھر اللہ سے معافی چاہے تو وہ

Marfat.com

وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ۔ (الحجرات ۱۳)

اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔

اسلام میں اخلاقی قواعد ناقابل تغیر رہتے ہیں۔ خواہ اقتصادیات و سیاسیات میں تبدیلیاں آتی رہیں۔ کیونکہ اس کی بنیاد انسانوں کے درمیان انسانیت کی بنیاد پر مساوات ہے اور یہ کہ انسانوں کی حرمات کا دشمنوں سے تحفظ کیا جائے [1]

اسلامی تاریخ اس اخلاق کے کئی بہترین نمونے پیش کرتی ہے۔ جس کو سامنے رکھ کر اسلامی اخلاق اور مغربی اخلاق کا فرق واضح ہو جاتا ہے۔ جس مغربی اخلاق کی بنیادیں ذاتی نفع خود پسندی اور کسی طبقہ کا مفاد یا کسی قوم کی مصلحت کے حصول ہیں۔

ابتدائے اسلام میں جب یہودی اسلام کے خلاف بڑے شد و مد سے نبرد آزما تھے اور اس کوشش میں لگے ہوئے تھے کہ عقیدہ اسلامی کو جمنے سے پہلے اکھاڑ پھینکیں۔ دھوکہ فریب اور ہر قسم کی دغا بازیاں کر رہے تھے اور مسلمانوں کو شک و شبہ میں مبتلا کر رہے تھے اور مسلمان عورتوں پر تہمتیں لگا رہے تھے

اس ساری کش مکش کے ساتھ آلات حرب بھی استعمال کیئے جا رہے تھے، اور اس جنگ میں وعدہ سے پھر جانا۔ میثاق کو توڑنا اور مسلمانوں کی بے حرمتی کرنا ان کا عام شیوہ تھا!

اس ساری سرد و گرم جنگ کے باوجود جب ایک یہودی پر غلط تہمت لگائی جاتی ہے اور اسے سزا ملنے والی ہوتی ہے۔ تو اسلام اس بات کو قطعاً برداشت نہیں کرتا، کہ یہودیوں کی دسیسہ کاریوں کا بدلہ اس یہودی سے لیا جائے۔

بلکہ فوراً آیت نازل ہوتی ہے۔

---

[1] "جمود و ارتقا" میں "اسلام اور انسانی زندگی" کے باب دیکھئے۔

Marfat.com

حَكِيمًا وَمَنْ يَكْسِبْ خَطِيئَةً
أَوْ إِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهِ بَرِيئًا
فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَإِثْمًا
مُبِينًا وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ
عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهُ لَهَمَّتْ
طَائِفَةٌ مِنْهُمْ أَنْ يُضِلُّوكَ
وَمَا يُضِلُّونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ
وَمَا يَضُرُّونَكَ مِنْ
شَيْءٍ وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ
الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَ
عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ
تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ
عَلَيْكَ عَظِيمًا۔

اللہ کو بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا پائے گا اور جو شخص گناہ کا کام کرتا ہے تو وہ فقط اپنی ذات پر اس کا اثر پہنچاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے اور حکمت والے ہیں اور جو کوئی شخص چھوٹا گناہ کرے یا بڑا گناہ پھر اس کی تہمت کسی بے گناہ پر لگا دے۔ سو اس نے تو بڑا جاری بہتان اور صریح گناہ اپنے اوپر لادا اور اگر آپ پر اللہ کا فضل اور رحمت نہ ہو تو ان لوگوں میں سے گروہ نے تو آپ کو غلطی ہی میں ڈال دینے کا ارادہ کر لیا تھا اور غلطی میں نہیں ڈال سکتے لیکن اپنی جانوں کو۔ اور آپ کو ذرہ برابر بھی ضرر نہیں پہنچا سکتے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور علم کی باتیں نازل فرمائیں اور آپ کو وہ باتیں بتلائیں ہیں جو آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔ (النسآء ۱۰۵-۱۱۳)

یہ نو آیات تفصیلی بیان اور شدید و مکرر تاکید کے ساتھ نازل ہوئیں تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس یہودی کے خلاف فیصلے سے باز رکھ سکیں جس کے خلاف تمام قرائن موجود تھے لیکن حقیقت یہ تھی کہ وہ بری تھا۔

اس واقعہ سے اسلام نے وہ مثال قائم کی جو رہتی دنیا تک رہنی والی ہے ـــــ اور جیسی مثال اسلام کے سوا نہیں پائی جا سکتی[1]

یہ تو دینی عصبیت کا میدان تھا ـــ اور ـــــ

---

[1] "جمود و ارتقاء"

داخلی سیاست کے بارے میں ہمارے سامنے حضرت عمرؓ کا مؤقف آچکا ہے۔ جب آپ اعدائے اسلام کی اسلام کے خلاف جنگ سے نمٹ رہے تھے۔

اب ایک مثال خارجی سیاست کی بھی لے لیجئے۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے حیرہ سے متصل بعض شہر والوں سے معاہدہ کیا اور اس میں یہ تحریر فرمایا۔ کہ "اگر ہم تمہاری حملہ آوروں سے حفاظت کریں تو تم ہمیں جزیہ دو ورنہ نہیں"۔

جب ہرقل نے ان علاقوں پر حملہ آور ہونے کے لئے لشکر تیار کیا تو حضرت ابو عبیدہ نے شام کے مفتوحہ شہروں کے عمال کو تحریر کیا کہ ان شہروں سے جو جزیہ لیا گیا ہے۔ واپس کر دیا جائے اور آپؓ نے ان شہر والوں کو تحریر فرمایا۔ "ہم تمہارا مال واپس کر رہے ہیں، کیونکہ اس وقت ہم تمہاری یہ شرط پوری نہیں کر سکتے کہ بیرونی حملہ کی شکل میں ہم تمہاری حفاظت کریں گے آئندہ ہمارا معاہدہ بحالہ ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ ہمیں کامیابی عطا فرما دے"۔

اس طرح سیاست اخلاق میں داخل ہوتی ہے۔ اور میکیاویلی کا بچاؤ کرنے والا کوئی نہیں رہتا — جو کہتا ہے کہ سیاست کا اخلاق سے کوئی تعلق نہیں!

اقتصادیات میں تو جاہلیت جدیدہ کا یہ قطعی گمان ہے کہ اقتصاد اخلاق سے متعلق نہیں ہے۔ بلکہ اس پر جبری قوانین نافذ ہیں۔ جن کے بارے میں خیر و شر کا حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ ہر چیز کا پیمانہ یہ ہے کہ وہ کس جبری دَور سے گذر رہی ہے۔ جب وہ جبری دَور ختم ہو جائے تو ناپ تول کا پیمانہ بھی بدل جائے گا اور کل جو شئے صالح اور مناسب تھی۔ وہ آج ملعون و غلط ہو جائے گی اور اس میں اخلاق کا کوئی دخل نہیں ہے!

جاگیرداری اپنے دَور میں صحیح ہے اور اپنے امور کا خود ہی پیمانہ ہے۔ جب جاگیرداری دَور ختم ہو گیا۔ اور اس کی جگہ سرمایہ داری کا دَور آ گیا — تو جاگیرداری مردود و ذلیل قرار پائی۔ اس لئے نہیں کہ یہ نظام عدل و انصاف کے خلاف ہے۔ بلکہ اس لئے کہ اس کا دَور ختم ہو چکا۔ — اور — سرمایہ داری درست ہے — جب تک وہ اپنے طبعی دَور میں موجود ہے۔ اور جب سرمایہ داری ختم ہو جائے تو یہاں بھی میزان الٹی ہو جائے گی — اور تاریخ کا چکر اسی طرح چلتا رہے گا کہ اخلاق کسی شئے کے ناپنے کا پیمانہ نہ ہو!

Marfat.com

یہ سب باتیں ترقی، تقدم اور ارتفاع کی ہیں !!

اسلام اس بات کو تسلیم ہی نہیں کرتا کہ لوگوں کی زندگیوں کا کوئی حصہ ایسا بھی ہو سکتا ہے جس کا اخلاق سے کوئی تعلق نہ ہو۔

سود کی حرمت کی بنیاد اخلاقی بھی ہے اور اقتصادی بھی۔! اقتصاد اور اخلاق میں نہ قانون نے فرق روا رکھا ہے اور نہ عملی زندگی میں ہے !

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا	اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو کچھ
اللّٰہَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ	سود کا بقایا ہے اسے چھوڑ دو۔ اگر تم ایمان
الرِّبٰوا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ	والے ہو۔ پھر اگر تم اس پر عمل نہ کرو گے، تو
فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا	اشتہار سن لو جنگ کا اللہ کی طرف سے اور
بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَ	اس کے رسول کی طرف سے اور اگر تم توبہ کر لو گے
رَسُوْلِہٖ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَکُمْ	تو تم کو تمہارے اصل اموال مل جائیں گے۔
رُءُوْسُ اَمْوَالِکُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ	نہ تم کسی پر ظلم کرنے پاؤ گے اور نہ تم پر کوئی
وَلَا تُظْلَمُوْنَ وَاِنْ کَانَ ذُوْ	ظلم کرنے پائے گا اور اگر تنگ دست ہو تو
عُسْرَۃٍ فَنَظِرَۃٌ اِلٰی مَیْسَرَۃٍ	مہلت دینے کا حکم ہے، آسودگی تک اور
وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ	یہ کہ معاف ہی کر دو تو اور زیادہ بہتر ہے
اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ وَاتَّقُوْا	تمہارے لئے۔ اگر تم کو اس کے ثواب کی
یَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِیْہِ اِلَی اللّٰہِ	خبر ہو اور اس دن سے ڈرو۔ جس میں تم
ثُمَّ تُوَفّٰی کُلُّ نَفْسٍ مَّا کَسَبَتْ	اللہ کی پیشی میں لائے جاؤ گے۔ پھر ہر
وَھُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ۔	شخص کو اس کا کیا ہوا پورا پورا ملے گا اور
(البقرہ ۲۷۹-۲۸۱)	ان پر کسی قسم کا ظلم نہ ہوگا۔

اس طرح اسلام میں توجیہہ قانون کے ساتھ اور اخلاق سیاست اور اقتصاد کے ساتھ پیوست ہے۔

اللہ نے سود کو حرام قرار دیا۔ اس لئے کہ یہ ایک اقتصادی اور اجتماعی ظلم ہے ۔ اور ۔

اس وجہ سے کہ یہ ایک اخلاقی گراوٹ ہے - اور دونوں وجہ سود کو حرام قرار دینے میں مساوی ہیں۔ یہ نہیں کہ سود کی حرمت ایک اخلاقی گراوٹ ہونے کی حیثیت سے کم ہو اور اقتصادی ظلم ہونے کی حیثیت سے اس کی حرمت میں اضافہ ہو جائے ۔

اسلام سود کو حرام قرار دینے کے ساتھ ساتھ اس کے خلاف جہاد بھی کرتا ہے۔ کبھی یہ جہاد اخلاقی ہوتا ہے کہ لوگوں کو اللہ کے تقویٰ اور اس کے ثواب کی جانب متوجہ کرتا ہے۔ اور کبھی یہ جہاد اس طرح ہوتا ہے کہ اللہ اور رسولؐ اس کے خلاف اعلان جنگ کر دیتے ہیں ـــــ اور حکومت مسلمہ اپنے تمام سیاسی اداروں اور قضائی نظام کے ساتھ اس کے خلاف نبرد آزما ہو جاتی ہے ۔

لیکن سود کے خلاف اخلاقی جہاد اس جہاد سے کم یا زیادہ نہیں ہے۔ جو قانون اور عقوبت کے ذریعے اور پورے اقتصادی نظام کو غیر سودی بنا کر ہوتا ہے ۔

یہ دونوں طریق کار ایک ہی مبدأ سے پھوٹتے ہیں اور ان میں کوئی فرق نہیں ہے ۔

اقتصاد کو اخلاقی بنیادوں پر قائم کر کے اور اخلاق کو اقتصادی اصولوں سے مربوط کر کے اس دوگانہ اور مکمل طریقے پر اسلام کے پہلے اسلامی معاشرے نے اپنے اقتصادی نظام کی بنیاد رکھی ـــــ اور انفرادی اور اجتماعی تعامل میں اخلاق پر انتہائی زور دیا!

اسلام نے اپنے اقتصادی نظام میں سود اور اجارہ داری کو حرام قرار دیا، غصب لوٹ، چوری اور دھوکہ دہی کو حرام کیا۔ مزدور کو پوری پوری اجرت دینے کا حکم فرمایا اور حق کے غلط استعمال سے منع کیا

یہ سب اخلاقی اصول ہیں۔ جن پر اسلام کا اقتصادی نظام قائم ہے ۔

اخلاق میں اللہ کی بتائی ہوئی جادۂ حق سے انحراف ہی سے مغربی اقتصاد کو جاگیرداری کے مظالم، سرمایہ داری کے مظالم، سرمایہ داری کی مصیبتیں اور اجتماعی نظام کی ہولناکیاں برداشت کرنا پڑی ہیں ـــــ اگرچہ جاہلیت کے مارے ہوئے انسانوں کو ابھی تک اپنی جاہلیت کی سرگرانی سے ہوش نہیں آیا کہ وہ یہ محسوس کر سکیں کہ اپنے اقتصادی نظام میں انہوں نے جس ظلم، زیادتی اور سرکشی کا مزا چکھا ہے۔ اس کا واحد سبب یہی ہے کہ ان کے اقتصادی نظام اخلاقی

Marfat.com

منہج سے علیحدہ ہوگیا ـــــ اس کے بجائے جاہلیت نے لوگوں کو یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ اقتصاد کے اپنے جبری قوانین ہوتے ہیں۔ جن کا اخلاق سے کوئی تعلق نہیں ہوتا !!

اسلام نے اپنے پہلے مثالی دَور کے اقتصادی نظام میں اخلاق کا وہ اعلیٰ ترین معیار عملی زندگی میں پیش کیا ہے۔ جس کی تاریخ عالم نظیر لانے سے عاجز ہے۔!

جب ـــــ انصار نے مہاجرین کو اپنے مال میں راضی خوشی بغیر حکومت کے ایماء کے شریک کرلیا تھا !

جب ـــــ مسلمانوں نے ـــــ اسلامی معاشرے میں اجتماعی کفالت کے ٹیکس زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیئے بغیر حکومت کے دباؤ کے ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کی ـــ جس میں ان کا مدعا صرف اللہ کی خوشنودی حاصل کرنا تھا :

جس وقت ـــــ انفاق فی سبیل اللہ ـــــ زکوٰۃ کی مقررہ حد سے گذر گیا اور صحابہؓ نے اپنا پورا پورا مال اللہ کی راہ میں خرچ کردیا۔ !

جب ـــــ حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ ہوئے۔ تو حسب سابق تلاشِ معاش میں نکلے مسلمانوں نے عرض کیا کہ اے خلیفہ خلافت کے کام اب آپ کو اس کی مہلت نہیں دیں گے۔ فرمایا میری معاش کا کیا ذریعہ ہوگا؟ اس پر مسلمانوں نے بیت المال سے چند درہم آپؓ کے گھر والوں کے اخراجات کے لیئے بطور تنخواہ متعین کردیئے۔

لیکن ـــ حضرت ابوبکرؓ ـــــ ان درہم کو قرض لیتے رہے ـــــ اور وفات سے قبل بیت المال کا یہ قرضہ ادا کردیا !

جب ـــــ حضرت عمرؓ کے خادم نے آپؓ کی معمولی سرکاری تنخواہ میں سے ـــــ جو آپ کو بیت المال سے ملتی تھی ـــــ کچھ گھی خرید لیا ـ تو حضرت عمرؓ نے یہ گھی غریب مسلمانوں میں تقسیم فرمادیا کہ جب غریبوں کو کھانے کو نہیں ہے۔ تو عمرؓ کو کیسے حلال ہے !!

جب ـــ حضرت علیؓ نے بیت المال سے ایک بوری آٹا لیتے ہوئے اس پر مہر لگا کر فرمایا ـ تاکہ مجھے معلوم ہوسکے کہ "میرے پیٹ میں کس قدر جا رہا ہے"؟!

جب ـــــ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے وہ زمین جو ان کو بنو مروان نے دی تھی ـ اور جو

بنو امیہ نے بغیر حق لوگوں سے غصب کر رکھا تھا ـــ سب مسلمانوں کو واپس کر دیا ـــــ

پھر اسلام اپنے بعد کے دَور میں بھی ـ جب مسلمان بگاڑ و انحراف میں پڑ چکے تھے ـ جاگیرداری کے راستے میں حائل ہو گیا ! ـــ اور جاگیرداری عالم اسلام میں اس ہولناک ـ غیر اخلاقی شکل میں نہیں آئی ـ جس شکل میں وہ یورپ پر مسلّط تھی ـــــ

کیونکہ مسلمانوں میں خواہ کتنا ہی بگاڑ کیوں نہ پیدا ہو گیا ہو لیکن ان کا اقتصادی نظام کلی طور پر اخلاق سے عاری نہیں تھا ! ـــ جب کہ ـ غیر اخلاقی جاہلی نظام نے اپنی پوری تاریخ میں کبھی "انسانی نظامت" کا ذائقہ بھی نہیں چکھا ـــــ

ـــ نہ جاگیرداری ـــ نہ سرمایہ داری ـــ اور نہ ہی اشتراکی نظام ـــ کسی میں انسانیت کا کوئی شائبہ بھی نہیں ہے !

ان میں سے کوئی بھی نظام اپنے "مثالی دَور" میں بھی کوئی نمونہ پیش نہ کر سکا !

اشتراکی پارٹی ہر اشتراکی ملک میں اپنے لیے عام لوگوں سے کچھ مخصوص حقوق کی مالک ہے !

اشتراکی پارٹی کا کھانا پینا، لباس اور سکونت سب عام لوگوں کے معیار سے نہایت بلند ہے ـــ حتیٰ کہ اشتراکی پارٹی کے لیے ادویہ بھی صرف کثیر کے بعد باہر سے درآمد کی جاتی ہیں ـ اور عوام روس کی دواؤں پر گذارا کرتے ہیں !!

کیونکہ یہ سارا نظام ـــ اقتصادیات کی اخلاقی بنیادوں پر ایمان رکھنے کے بجائے میکیاولی جاہلیت پر ایمان رکھتا ہے ـــــ جس میں حصول مقصد کے لیے ہر ذریعہ جائز ہے ـــ پھر مقصد بذاتِ خود اخلاقی پیمانہ سے نہیں ناپا جاتا ـ !

اسلام ـــ اللہ کی بتائی ہوئی جادۂ حق ـــــ اپنے اقتصادی نظام کو اخلاق اور انسانی بنیادوں پر استوار کر کے انسانیت کو ہر قسم کے فساد، ظلم اور طاغوت کی حکمرانی سے بچاتا ہے

آج جاہلیت جدیدہ کے معاشرے میں جو اخلاق اور چند فضیلتیں پائی جاتی ہیں ـ مثال کے طور پر سچائی، امانت داری، اخلاص، عمل اور استقامت ـــــ تو یہ سب اسلامی اخلاق ہے جو یورپ نے قرون وسطیٰ کے مسلمانوں سے حاصل کیا تھا ـــــ اگرچہ اب مسلمان اس اخلاق سے بیزار ہو چکے ہیں ـــــ یہ بات بتا دینا ضروری ہے کہ یورپ میں اس اسلامی اخلاق

Marfat.com

کی بنیاد ذاتی نفع اور خود پسندی ہے۔ جبکہ اسلامی اخلاق کی بنیاد "انسانیت" ہے!

اسلام کا سارا اخلاق انسانیت کی اعلیٰ وارفع بنیاد پر قائم ہے۔ اس میں کسی مصلحت اور عصبیت کا شائبہ نہیں ہے ۔ کیونکہ اسلامی اخلاق فی الحقیقت "ربانی اخلاق" ہے جو تمام انسانوں کے لئے مساوی ہے۔!

انسان جب اللہ کی بتائی ہوئی صراطِ مستقیم پر چلتے ہیں۔ تو وہ خود بخود اسلام کے اس بلند وارفع اخلاقی معیار کو اپنا لیتے ہیں ۔ اور رفتہ رفتہ ان کی زندگی کے تمام پہلو اخلاق آشنا ہوتے چلے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ زندگی کا کوئی گوشہ اخلاق سے باہر نہیں رہتا ـــــ کیونکہ اسلام میں اخلاق کی روش عام ہے ـــ زندگی کے کسی ایک پہلو کے ساتھ مخصوص نہیں ہے!

جنس کے بارے میں گفتگو کے خاص طور پر کئی پہلو ہیں۔!

اس موضوع پر ہم اخلاقی نقطۂ نظر سے بحث نہیں کریں گے۔ کیونکہ اسلام میں اخلاق کا مفہوم بہت درجہ وسیع ہے ۔ اخلاق کا وہ محدود مفہوم نہیں ہے۔ جو لوگ سمجھتے ہیں کہ جنسی علائق میں پاکیزگی کا نام اخلاق ہے!

اسلام کی نظر میں انسان مجسمۂ اخلاق ہے ـــــ

انسان کے اپنے رب، اپنے نفس اور لوگوں کے ساتھ تمام روابط اسلام میں اخلاقی بنیاد پر قائم ہیں!

اخلاق صرف جنسی علائق ـــ یا ـــ معاملات کی حدود میں مقید نہیں ہے ۔ بلکہ پوری انسانی زندگی کو محیط ہے۔ حتیٰ کہ انسان کے وہ قلبی احساسات بھی جن کو وہ دوسروں سے بیان کرنا پسند نہیں کرتا ـــ بلکہ وہ احساسات بھی جن کو وہ اپنے دل میں سوچنا بھی پسند نہیں کرتا ـــ سب کو اخلاق شامل ہے ۔ کیونکہ ـــــ

يَعْلَمُ السِّرَّ وَأَخْفَى (طٰہٰ ۔ ۷) اللہ تعالیٰ راز اور پوشیدہ بات کو جانتا ہے۔

يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَ مَا تُخْفِي الصُّدُورُ (غافر - ۱۹)

وہ ایسا ہے کہ آنکھوں کی چوری کو جانتا ہے، اور ان باتوں کو بھی جو سینوں میں پوشیدہ ہیں۔

مناسب یہ ہے کہ انسان ہر اس بات میں پاکیزگی اختیار کرے جس کو اللہ جانتا ہے۔ اس لئے اسلام میں اس مغربی اخلاق کا کوئی وجود نہیں ہے۔ جس میں فرد کا — انفرادی حیثیت میں علیحدہ اخلاق ہوتا ہے اور جب لوگوں سے معاملہ کرتا ہے تو دوسرا منافقانہ اخلاق ہوتا ہے!

بہرکیف لوگوں نے طویل عرصہ سے اخلاق کا رشتہ جنسی علائق سے جوڑا ہوا ہے۔ اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اخلاق اخلاقیاتِ جنس کا نام ہے!

لوگ اخلاق کے مفہوم کو تنگ کرنے کے اس لئے درپے ہوئے ہیں۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اخلاق اپنے وسیع معنی میں پایا ہی نہیں جاسکتا اگرچہ لوگوں کے پاس جنسی علائق میں بھی اخلاق باقی نہیں رہا —!

جاہلیت نے اس سلسلہ میں بھی بڑی جدوجہد کی ہے کہ وہ یہ ثابت کردے کہ جنس کا اخلاق سے کوئی تعلق ہے — لوگ جنسی معاملات جس طرح جی چاہے کرتے رہیں۔ ان کے اخلاق کو کوئی خطرہ نہیں ہے!

اس سے قبل ہم جاہلی شخصیات کی آراء نقل کرچکے ہیں اور یہ بتا چکے ہیں کہ جب لوگ شہوتوں کے بھنور میں پھنس جاتے ہیں تو اللہ کی سنت ان کے ساتھ کیا برتاؤ کرتی ہے!

یہاں ہم اس موضوع پر اسلامی نقطۂ نظر پیش کررہے ہیں۔ یہ گفتگو اخلاق کے اس عمومی مفہوم کے ماتحت ہوگی۔ جو اسلام میں مراد ہے۔ جو پورے انسانی تشخص کو شامل ہے۔ اور جس کی بنا پر انسان کو دیگر مخلوقات۔ خاص طور پر حیوان سے ممتاز کیا جاسکتا ہے۔!

اسلام فواحشات سے اس لئے نہیں منع کرتا کہ یہ محدود اخلاقی مفہوم کے خلاف ہے۔ بلکہ اس لئے کہ یہ روش انسان کو انسانیت کے بلند مقام سے گرانے والی ہے!

انسان اللہ کا خلیفہ ہے۔ جس نے اللہ کی امانت کے بارگراں کو برداشت کیا — جس بارگراں کے اٹھانے سے زمین و آسمان عاجز تھے — انسان کو عمارت ارض، خلافت راشدہ کا قیام، عدل و انصاف، صالح سیاست صالح اقتصاد اور صالح معاشرے کے قیام کے فرائض سونپے گئے

Marfat.com

اور ان اعلیٰ ترین مقاصد کے لئے انسان کو جہاد کا حکم ہوا ـــــ کیونکہ بغیر جہاد کے یہ مقاصد رفیعہ حاصل نہیں ہو سکتے !

اگر انسان جنس کے گڑھے میں گر جائے تو یہ مقاصد کیسے حاصل ہو سکتے ہیں ۔

پھر کہاں خلافت راشدہ ـــــ اور کہاں جہاد !

پھر تو انسان و حیوان کے درمیان ہی کوئی فرق باقی نہیں رہتا ـــــ اور انسان باوجود کوشش کے حیوانیت سے مرتفع نہیں ہو سکتا !

اگر انسان اپنے اصلی مشن سے دستبردار ہو جائے ـــ تو کیا اخلاق اپنے وسیع تر مفہوم میں باقی رہ سکے گا !؟

کیا انسان کے پاس اخلاق باقی رہ جائے گا ؟ جب انسان شہوت رانی کرتا پھرے گا ۔ اور کسی طرح اس کی آتش سوزاں سرد نہ ہو گی ـــــ اور اس آتش کے سرد کرنے میں انسان اپنی تمام صلاحیتیں کھو بیٹھے گا ۔ اور اپنی وہ قوتِ ارادی ضائع کر دے گا ۔ جو اس میں اور حیوانات میں وجہ امتیاز ہے ۔ حتیٰ کہ اس کے وہ فطری ضوابط بھی ماؤف ہو جائیں گے ۔ جو جانوروں کو بھی حاصل ہیں ـــــ

اسلام فواحش کو حرام قرار دے کر انسان کو مکرم بنانا چاہتا ہے ـ تاکہ وہ خلافت کے بلند منصب کے لائق ہو سکے !

اسلام فواحشات کو اس لئے حرام نہیں قرار دیتا کہ اللہ کے بندے تنگی میں پڑ جائیں ـــــ یہ اللہ کا طریقہ کار نہیں ہے !!

هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ (الحج ۷۸)

اس نے تم کو اور امتوں سے ممتاز فرمایا اور تم پر دین کے احکام میں کسی قسم کی تنگی نہیں کی ۔

مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَٰكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ (المائدہ ۶)

اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہیں کہ تم پر تنگی ڈالیں لیکن اللہ کو یہ منظور ہے کہ تم کو پاک و صاف رکھے اور یہ کہ تم پر اپنا انعام تام فرما دے تاکہ تم شکر ادا کرو ۔

Marfat.com

وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوَاتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا۔

اور اللہ تعالیٰ کو تو تمہارے حال پر توجہ فرمانا منظور ہے اور جو لوگ شہوت پرست ہیں وہ یوں چاہتے ہو کہ تم بڑی بھاری کجی میں پڑ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کو تمہارے ساتھ تخفیف منظور ہے اور آدمی کمزور پیدا کیا گیا ہے۔

(النساء ۔ ۲۷ ۔ ۲۸)

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔ (البقرہ ۔ ۲۸۶)

اللہ تعالیٰ نے کسی جاندار کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی۔

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَآمَنْتُمْ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا

اور اے منافقو! اللہ تعالیٰ تمہیں سزا دے کر کیا کریں گے۔ اگر تم سپاس گزاری کرو، اور ایمان لے آؤ اور اللہ تعالیٰ بڑی قدر کرنے والے خوب جاننے والے ہیں۔

(النساء ، ۱۴۷)

اللہ تعالیٰ فواحشات کو اس لئے حرام فرماتا ہے، تاکہ انسانوں کو پاک وصاف کرے۔ اور انہیں انسانیت کے مقام بلند تک پہنچائے۔ انسان ـــ جس کو اللہ تعالیٰ نے مکرم بنایا اور اس کو تمام مخلوقات پر فضیلت دی!

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا۔ بنی اسرائیل

اور ہم نے آدم کی اولاد کو عزت دی اور ہم نے ان کو خشکی اور دریا میں سوار کیا، اور نفیس نفیس چیزیں ان کو عطا فرمائیں اور ہم نے ان کو اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی۔ (الاسراء ۔ ۷۰)

پھر انسان اپنی تخلیق میں بھی منفرد ہے۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ

جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا میں مٹی سے ایک بشر بنانے والا ہوں۔ پھر جب میں

Marfat.com

فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَ نَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَہٗ سَاجِدِیْنَ (ص - ۷۱ - ۷۲)

اسے پوری طرح بنادوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم اس کے آگے سجدے میں گر جاؤ۔

انسان اپنی اسی خاکی اور روحی مرکب طبیعت کی بناء پر نہ تو بے لگام شہوت پرست بن سکتا ہے اور نہ ایسا جسم بن سکتا ہے جس میں روح کا کوئی نور نہ ہو۔!

اسلام کا وضع کردہ اخلاق انسان کے تمام اعمال میں اسی مرکب طبیعت کا قانون ہے۔ اسلام میں اخلاق کوئی قائم بالذات اور انسانی تشخص سے علیحدہ قانون نہیں ہے۔ جو باہر سے انسان کے اوپر مسلط کیا جائے بلکہ اسلامی اخلاق انسان کی فطرت سلیمہ کا تقاضا ہے۔ جس کو خود انسانی طبیعت استوار کرتی ہے۔!

فرشتوں اور جانوروں کے اخلاق —— اگر یہ تعبیر استعمال کرنا صحیح ہو —— انسانوں کے اخلاق سے بالکلیہ مختلف ہیں کیونکہ ہر مخلوق کا اخلاق اسی مخلوق کے تشخص کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے —— اور —— یہی حال انسان کا بھی ہے!

فرشتے اللہ کی ایسی مخلوق ہیں۔ جن کے نہ جذبات ہیں اور نہ ارادہ چنانچہ ان کا اخلاق بھی ان کے طبعی مزاج کے مطابق ہے۔

لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَا اَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ۔ (التحریم ۶)

اللہ تعالیٰ جو ان کو حکم دیتا ہے۔ اس میں نافرمانی نہیں کرتے۔ جو کچھ ان کو حکم دیا جاتا ہے۔ فوراً بجا لاتے ہیں۔

یُسَبِّحُوْنَ اللَّیْلَ وَ النَّھَارَ لَا یَفْتُرُوْنَ۔

شب و روز پروردگار کی تسبیح کرتے رہتے ہیں۔ تھکتے نہیں۔ (الانبیاء ۲۰)

حیوانات دوافع فطری میں گھرے ہوئے ہیں۔ لیکن ارادے کے مالک نہیں ہیں۔ اور فطری ضوابط کے علاوہ کوئی ضابطہ نہیں ہے۔ اس لئے ان کا اخلاق ان دوافع پر لبیک کہنا ہے اور اس میں کسی فکر اور تدبر کی ضرورت نہیں!

انسان ہی ایک ایسی مخلوق ہے۔ جس کے دوافع بھی ہیں اور ضوابط بھی —— جو اس کی

Marfat.com

خاکی وروحی مرکب طبیعت سے اُبھرتے ہیں[1] اور اس کا اخلاق اس کی طبیعت سے ہم آہنگ ہے اس طرح کہ وہ اپنے دوافع پر لبیک کہے اور اس کی طبیعت کے فطری اور ارادی ضوابط اسے کنٹرول کرتے رہیں ـــــ اور جسمانی جذبہ پر روحانی روشنی لیئے ہوئے کہے ؛

اس طرح انسان کے اعمال نہ تو بلاضابطہ ہوسکتے ہیں اور نہ بے مقصد رہ سکتے ہیں ـ اور نہ ہی اس درجہ گر سکتے ہیں کہ حیوانیت آجائے ۔

چنانچہ انسانی اخلاق، تمام اعمال میں دوافع فطری کو پُورا کرنا ہے۔ لیکن ان دوافع پر ضبط، اور ان کی تکمیل میں مقصد اور روحانی اشراق ہونا چاہیئے ۔

انسان کے لیئے جنسی علائق میں اخلاق بھی زندگی کے دیگر پہلوؤں کی طرح ہے کہ انسان جنسی جذبہ کی تکمیل "شہوت" کے معیار پر نہیں ۔ بلکہ "عطف" کے معیار پر ہے ۔ جنس بذاتِ خود کوئی مقصد نہیں ہے بلکہ مقصد کے لیے وسیلہ ہے ۔ اور قوانین وضوابط اس کو کنٹرول کرتے ہیں تاکہ فرد کی ہلاکت اور جماعت کا بگاڑ نہ بن جائے !

اسی طرح زندگی کے تمام اعمال کے لیئے اخلاقیات ہیں ۔ جیسے کھانا پینا ۔ لباس، رہائش وغیرہ اس اخلاق سے انسان ۔ انسان بنتا ہے ۔ اور اس کے بغیر جانور سے بھی گیا گذرا ہوجاتا ہے ۔

لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ	ان کے پاس دل ہیں ۔ مگر وہ ان سے سوچتے
بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ	نہیں ۔ ان کے پاس آنکھیں ہیں ۔ مگر وہ
بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ	ان سے سنتے نہیں وہ جانوروں کی طرح ہیں
بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ	بلکہ ان سے بھی زیادہ گئے گذرے ۔ یہ وہ
أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ (الاعراف ۱۷۹)	لوگ ہیں جو غفلت میں کھوئے گئے ہیں ۔

اس ہمہ گیر بنیاد پر اسلام جنسی مسائل کو بھی حل کرتا ہے اور انسان کی تربیت بھی کرتا ہے اسلام نہ جنس کو گندگی کہتا ہے ۔ نہ اس سے انسانی شعور واحساس کو متنفر کرتا ہے ۔ جس طرح ہندو دھرم اور مسیحیت وغیرہ کرتے ہیں ۔ جو طہارت کے حصول کے لیے انسانی جسم کو مجبور کرنے کی کوشش کرتے ہیں ۔

---

[1] نفس انسانی کا مطالعہ" میں "مرکب طبیعت" کا باب دیکھئے ۔

[2] "نفس انسانی کا مطالعہ" میں یہ ابواب دیکھئے ۔ دوافع اور ضوابط ۔ بلند اقدار ـــ

Marfat.com

اسلام تمام فطری دوافع اور زندگی کے ہر نشاط کو جائز کہتا ہے۔ لیکن اس پر کچھ قوانین بھی عائد کرتا ہے۔ اور یہ قوانین جائز حدود میں بھی موجود ہیں۔

اسلام کا یہ جائز و ناجائز کا خط فاصل ہی انسانیت کو ہلاکت سے بچانے والا ہے —— لیکن یہ جنسی علائق کی پوری اخلاقیات نہیں ہیں —— جو انسان کے لائق ہو!!

جائز و ناجائز کا خط فاصل صرف جنس ہی میں نہیں ہے۔ بلکہ کھانے میں بھی ہے۔

خون، مردار، خنزیر کا گوشت اور غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا ہوا حرام ہے۔ لیکن باقی اشیا بھی علی الاطلاق جائز نہیں ہیں۔ کیونکہ ضروری ہے کہ طعام چوری، غصب یا اسراف کا نہ ہو۔

كُلُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ — کھاؤ وہ پاک چیزیں، جو ہم نے تم کو بخشی ہیں۔ (الاعراف ۱۶۰)

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا — کھاؤ پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو۔ (الاعراف ۔ ۳۱)

اسی طرح طعام کے کچھ آداب بھی ہیں۔

"آدمی جو برتن بھرتا ہے۔ اس میں پیٹ سب سے برا برتن ہے۔ آدمی کے لئے تو چند لقمے کافی ہیں جو اس کی کمر کو سیدھا رکھ سکیں"

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں سانس لینے یا پھونک مارنے سے منع فرمایا ہے۔

اس طرح طعام حس کی گندگی سے بلند ہو کر انسان کے مناسب زندگی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ جس میں جسم اور روح دونوں شریک ہوتے ہیں۔

اسی طرح جنس میں بھی کچھ محرمات ہیں۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ — تم پر حرام کی گئیں تمہاری مائیں اور تمہاری
وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ — بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں
وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ — اور تمہاری خالائیں اور بھائی کی لڑکیاں
وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ — بہن کی لڑکیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں

اَلّٰتِیْ اَرْضَعْنَکُمْ وَاَخَوَاتُکُمْ ۔ نے تمہیں دودھ پلایا ۔ (الخ)

لیکن جو جنسی تعلق جائز ہے ۔ وہ بھی غیر مشروط نہیں ہے ۔ بلکہ طہارت اور نظامت کو برقرار رکھنے کے لئے کئی احکام ہیں ۔

وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْمَحِیْضِ قُلْ هُوَ اَذًی فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِی الْمَحِیْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰی یَطْهُرْنَ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَیْثُ اَمَرَکُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ ۔

اور لوگ آپ سے حیض کا حکم پوچھتے ہیں ، آپ فرما دیجئے وہ گندی چیز ہے تو حیض میں تم عورتوں سے علیحدہ رہا کرو اور ان سے قربت نہ کیا کرو جب تک وہ پاک صاف نہ ہو جائیں پھر جب وہ اچھی طرح پاک ہو جائیں تو ان کے پاس آ جاؤ جس جگہ سے خدا تعالیٰ نے تم کو اجازت دی ہے ۔ یقیناً اللہ تعالیٰ محبت رکھتے ہیں ، توبہ کرنے والوں سے اور محبت رکھتے ہیں پاک و صاف رہنے والوں سے ۔ (البقرہ ۔ ۲۲۲)

اس کے ساتھ ساتھ وہ اقوال بھی ہیں ۔ جو حس کی شدت کو کم کرتے ہیں ۔ حضرت عائشہؓ نے نبی کریم — صلی اللہ علیہ وسلم — سے اس مفہوم کی کئی احادیث نقل فرمائی ہیں ۔

پھر انسان کو یاد دلایا گیا کہ جنسی علائق کا ایک خاص مقصد ہے

نساءکم حرث لکم تمہاری عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں ۔

اس آیت میں نسل کشی کی جانب اشارہ ہے ۔

پھر اللہ تعالیٰ بتاتا ہے کہ جنسی تعلق صرف جسمانی تعلق ہی نہیں ۔ بلکہ روحانی اور وجدانی تعلق بھی ہے ۔

وَمِنْ اٰیٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْٓا اِلَیْهَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً (الروم ۔ ۲۱)

اور اسی کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے واسطے تمہارے جنس کی بیبیاں بنائیں ۔ تاکہ تم کو ان کے پاس آرام ملے اور تم میاں بیوی میں محبت اور ہمدردی پیدا کی ۔

Marfat.com

انسانی ترفع کے اس بلند مقام پر جنسی بے راہ روی ایک ایسا عمل بن جاتی ہے۔ جو انسانیت کے کسی پیمانہ پر پورا نہیں اترتا۔ انسان کی کوئی بھی صفت اس عمل میں نہیں پائی جاتی۔ نہ روح کی روشنی، نہ ضبط کی قدرت، نہ مقصد کی فکر اور نہ معاشرے کی خلافت راشدہ کی حدود میں تشکیل ——

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اسے حرام قرار دیا۔ کیونکہ یہ عمل اللہ کے خلیفہ کے لائق نہیں۔ یہ درجہ نہیں کہ اللہ بندوں پر تنگی کرنا چاہتا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ ان تمام اعمال کو بھی حرام کر دیتا ہے۔ جو فحش کاری میں مدد پہنچائیں۔ چنانچہ اختلاط، تبرج اور اظہار زینت سب حرام ہیں۔

اسی طرح اللہ نے بُری نظر سے دیکھنے اور بُرے الفاظ کے استعمال سے بھی منع فرمایا — چہ جائیکہ عمل فاحش ——!؟

بس ایک صاف ستھرا طریقہ جائز ہے۔ یعنی نکاح!

میں نے دوسری کتابوں میں اس کہانی کو نقل کیا ہے[1] جو یہ کہتی ہے کہ اس قدر نظافت آج ممکن نہیں رہی۔ کیونکہ آج کل لوگ ترقی یافتہ بیسویں صدی میں زندگی گذار رہے ہیں!

جی ہاں! یہ نظافت اس عالم بہائم میں ناممکن ہے۔ جو بیسویں صدی کی جاہلیت میں زندگی گذار رہے ہیں۔

لیکن یہ سب کچھ عالم انسان میں ممکن ہے۔ جب کہ انسان انسانیت کے مرتبہ کو حاصل کر لے!

اقتصادی اور اجتماعی ضروریات کے بارے میں جس قدر باتیں کہی جاتی ہیں یہ سب وہم باطل ہیں۔ جنہیں جاہلیت بڑا کر کے بتاتی ہے۔ تاکہ لوگ شہوتوں کے بھنور میں پھنس کر اس طاغوت سے غافل ہو جائیں۔ جو ان کی گردنیں دبوچے ہوئے ہے!

اقتصادی اور اجتماعی ضرورت کے نہ ہونے پر دلیل یہ ہے کہ اجتماعی حکومت — روس جو لوگوں کے کھانے پینے اور شادی بیاہ کی کفیل ہے۔ وہ بھی لوگوں کے نکاح کی فکر نہیں کرتی۔ بلکہ لوگ بغیر کسی اقتصادی مجبوری کے جانوروں کی طرح اختلاط کرتے رہتے ہیں!

---

[1] "انسان، مادیت اور اسلام کے درمیان کا باب" جنسی تشکل، مغرب کی تقلید، جمود و انتقاء

بیشک یہ جاہلیت ہے۔ جو لوگوں کو شہوت میں اس لئے الجھا دیتی ہے تاکہ لوگ طاغوت سے غافل ہو جائیں۔

اسلام جہاں جنسی انحرافات کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کرتا ہے ۔ جیسے ہر فطری جذبہ پر منحرف ہونے سے روک قائم کرتا ہے ـــــ

ـــــ وہاں اسلام نکاح کی سہولتیں بھی مہیا کرتا ہے۔ نکاح کو آسان بناتا ہے۔ اس پہ لوگوں کو ابھارتا اور اسے اللہ سے قربت حاصل کرنے کا ذریعہ اور عبادت قرار دیتا ہے۔!

پھر ایک ہی وقت میں راحتِ اعصاب اور راحتِ ضمیر کا بھی ضامن ہے۔

اسلام یہ نہیں چاہتا کہ اس فطری جذبہ کو دبا کر انسان کے اعصاب کو تھکایا جائے اگرچہ یہ کوشش کرتا ہے کہ معاشرہ صاف ستھرا رہے۔ تاکہ لوگوں کی قوت برداشت جواب نہ دے جائے ـــــ بلکہ اسلام اس کی سہولتیں فراہم کرتا ہے اور اس میں نظامت کو ملحوظ رکھتا ہے۔ تاکہ ضمیر مطمئن رہے ـــــ اسی طرح اسلام سکون و استقرار کا ضامن ہے ـــــ جب کہ ـــــ

اس سے قبل ول ڈیورانٹ کا بیان گذر چکا کہ جاہلیت جدیدہ میں انسانیت کس طرح اپنا نفسیاتی عصبی اور روحانی اطمینان کھو چکی ہے۔

اسلام عائلی استقرار کی ضمانت دیتا ہے ـــ جب کہ ـــــ

پہلے گذر چکا کہ جب جنس کا اخلاقی بندھن ٹوٹ گیا تو کس طرح عائلی نظام کی بنیادیں ہل گئیں اور مرد و عورت پراگندہ ہو گئے۔

اسلام بچوں کے لئے ضامن ہے کہ وہ پیار و محبت کی فضاء میں پرورش پائیں ـــ اور انحراف و پراگندگی سے بچ جائیں۔

اسلام جس وقت انسان کو انسانیت کے بلند اور ارفع مقام پر لاتا ہے ـــ اسی وقت اس کی تمام ضروریات و حاجات کی تکمیل کے لیے بھی حل بتاتا ہے ـــــ

آرٹ و فن کو بھی اللہ کی بتائی جادۂ حق کے مطابق ہونا چاہیئے۔

میں نے اپنی کتاب "اسلامی فن کا طریق کار" میں ان لوگوں کی تفصیلی تردید کی ہے جو منہ بنا کر اور ناک بھوں چڑھا کر کہتے ہیں کہ فن کا اللہ کی ہدایت سے کیا تعلق؟!

ہم پہلے بتا چکے کہ ہم اسلامی طرز زندگی کی تفاصیل نہیں پیش کرنا چاہتے۔ بلکہ ہر باب میں رہنمائی کے لیئے چند کلیدی اصول پیش کرنا چاہتے ہیں۔

جس طرح ہم نے گذشتہ صفحات میں سیاست، اقتصاد، اجتماع، اخلاق اور جنسی تعلقات کے بارے میں گفتگو کی ہے۔ اسی طرح یہاں ہم فن کے بارے میں اسلام کے رویہ پر روشنی ڈالیں گے

فن نشاط بشری ہے۔ جس کو انسان اپنی زندگی میں قائم کرتا ہے۔ اگر انسان کی ساری دلچسپیاں —— سیاست، اقتصاد، اجتماع —— اور اخلاق اللہ کی ہدایت میں داخل ہو سکتا ہے —— اور —— اللہ کی ہدایت انسانی زندگی کے ان تمام پہلوؤں کو بلند کر کے انسانیت کے بلند و ارفع مقام تک لا سکتی ہے۔ تو وہ فن بھی اللہ کی ہدایت کے سائے تلے پروان چڑھ کر انسانیت کے بلند مقام تک آ سکتا ہے۔

کچھ لوگ یہ کہیں گے کہ اگر فن - اللہ کی ہدایت کے زیر سایہ - آگیا - تو فن دینی وعظ اور منبری خطبہ بن جائے گا —— اور انسانیت کی جو تصویر یہ فن پیش کرے گا وہ بڑی پاکیزہ اور صاف ستھری ہوگی!؟

کبھی نہیں — یہ کہنا جاہلی ذہن کی سادگی فکر ہے۔

فن کا اسلامی طریقۂ کار فن کو اتنی ہی وسعت عطا کرتا ہے — جتنی وسعت اسلام زندگی کے ہر گوشے میں انسان کو دیتا ہے۔

اسلامی طریقہ کار میں تمام وجود فن کی جولاں گاہ ہے! اللہ - کائنات - اور انسان سب اسلامی فن کے میدان ہیں۔! یہ تمام پہلو زاویہ اسلامی کی گرفت میں آتے ہیں کیونکہ فن اپنی تمام مختلف شکلوں میں —— انسان کی اس کوشش کا نام ہے کہ وہ اپنے احساسات میں انعکاس ہونے والے حقائق وجود کی عکاسی خوبصورت اور مؤثر انداز میں کرے۔

Marfat.com

انسان کا۔ اللہ، کائنات، زندگی اپنے نفس اور دوسروں سے تعلق — فن کی جولان گاہ ہے۔ خواہ فن اسلامی منہج کے مطابق ہو یا نہ ہو۔

جس وقت فن اسلامی طریقۂ کار اختیار کرے گا اس وقت صرف یہ تبدیلی ہوگی کہ انسان کے جملہ تعلقات کو اسلامی نقطۂ نظر اور اسلامی شعور سے دیکھا جائے گا۔

یہ بالکل بدیہی امر ہے — کہ مسلمان جن احساسات و شعور کی ترجمانی کرے گا وہ قطعاً ان احساسات سے مختلف ہوں گے۔ جو ایک غیر مسلم کے ہوں گے۔

ایک مسلمان کے شعور و احساسات یہ ہوتے ہیں۔ کہ وہ اللہ سے محبت، کائنات سے مشارکت، زندگی کے مقاصد کو مدّنظر رکھتے ہوئے زندگی سے محبت اور یہ کہ زندگی دنیا و آخرت دونوں کو شامل ہے اور انسانوں سے محبت و کش مکش کا تعلق!

اسلام واقعیت پسند ہے اور اسلام کہتا ہے۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ۔ (البقرہ ۲۵۱)	اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ بعضے آدمیوں کو بعض سے دفع کرتے رہا کرتے۔ تو سرزمین تمام تر فساد سے پر ہو جاتی۔
يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ	اے انسان تو اپنے رب کے پاس پہنچنے تک کام میں کوشش کر رہا ہے۔ پھر اس سے جا ملے گا۔ (الانشقاق۔ ۶)
لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ	ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا ہے۔ (البلد۔ ۴)

اسلام یہ نہیں کہتا کہ دنیا مثالی جنت ہے۔ نہ یہ کہتا ہے کہ انسان کے قدموں کے نیچے نعمتیں بکھری پڑی ہیں۔ بلکہ اسلام کہتا ہے کہ زندگی محنت و مشقت اور کش مکش کا نام ہے!

بلحاظ انسان بھی اسلام واقعیت پسندانہ انداز اختیار کرتا ہے۔ وہ انسان سے یہ نہیں کہتا کہ تو فرشتہ ہے اور صراطِ مستقیم پر گامزن ہے اور نہ یہ کہتا ہے کہ دنیا میں سب ہی لوگ صاحبِ عزم ہوتے ہیں — بلکہ یہ کہتا ہے۔

Marfat.com

وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا — انسان ضعیف پیدا کیا گیا ہے۔ (النسآء ۲۸)

اور کہتا ہے "ہر ابن آدم خطا کار ہے"۔

اسلامی طریقۂ کار کو اپنانے والا فن زندگی اور انسان کی غلط تصویر کشی نہیں کرے گا۔ نہ کوئی خیالی شکل بنائے گا اور نہ کوئی چمکدار مثالی صورت دے گا ——

فن کا اسلامی طریقہ بھی انسان کی کش مکش، اس کی زندگی کی مشکلات، خیر و شر کے درمیان کشاکش اور ارتفاع و ہبوط کی عکاسی کرے گا!

سوال یہ ہے کہ پھر اسلامی فن — اور جاہلی فنون میں کیا فرق ہے۔؟

کئی فرق ہیں ——

پہلا یہ ہے — کہ اسلامی فن کی واقعیت۔ اور جاہلی فنون کی واقعیت میں فرق ہے — جاہلی واقعیت کا سرچشمہ انسان کی حیوانی تعبیر ہے۔ جب کہ اسلامی فن کا انسانی تعبیر ہے —— انسانی تعبیر۔ ترقی و تنزل، خیر و شر اور خاکی و روحانی تمام پہلوؤں کو حاوی ہے۔

دوسرا فرق مرکزی توجہ کا ہے۔

اسلامی فن جو تصویر انسانی زندگی کی بنائے گا۔ اس میں روشن اور تاریک دونوں رخ ہوں گے — لیکن مرکز توجہ کون سا رخ ہوگا!؟

فنون جاہلیت — جو انسان کی حیوانی تعبیر سے مستفاد ہیں۔ وہ تاریک پہلو مرکز توجہ بنائے ہیں — گویا تاریک پہلو انسان کی زندگی پر محیط ہے۔!

تاریک پہلو سے ہم کوئی محدود اخلاقی جانب مراد نہیں لے رہے ہیں۔ بلکہ تمام امور کو اسلامی نقطۂ نظر سے بیان کر رہے ہیں ——

جب —— انسان کی یہ تصویر بنائی جاتی ہے کہ وہ ضرورت کے سامنے مجبور ہے۔ نہ بلند ہوتا ہے اور نہ ہو سکتا ہے —— یہ انسان کا تاریک پہلو ہے!

جب —— یہ دکھایا جاتا ہے کہ انسان مادی جبر جنوں کے سامنے سجدہ ریز ہے۔ ان کی غلامی سے آزاد ہونے کی کوئی سبیل نہیں اور ان سے مقابلہ کی طاقت نہیں —— یہ بھی انسان کا تاریک پہلو ہے!

Marfat.com

رہ گئے دوسرے انحرافات ان سے بھی اسلامی فن بری ہے!

مسلمان کے احساسات میں اللہ اور انسان کی کش مکش کا کوئی عکس نہیں ہے۔ اس لئے اسلامی فن اس کش مکش کا عکاس نہیں ہوگا۔ اگر کسی منحرف انسان کے نفس میں یہ تصور ہو — تو اسلامی فن اس کو انحراف کی شکل میں پیش کرے گا۔!

اسلامی فن میں غیر اللہ — کو الٰہ تسلیم کرنا بھی نہیں ہے —

فطرت بیشک خوبصورت، محبوب اور بدیع صورتوں والی ہے — اور انسانی حس اس پر تعجب کرتی ہے — لیکن فطرت کو الٰہ نہیں بنایا جائے گا۔ جیسے رومانوی تحریک نے بنا لیا — جو کلیسا کے الٰہ سے بھاگ کر کسی نئے الٰہ کی تلاش میں تھی — تاکہ رجال دین سے نجات ملے۔

اگرچہ انسان کو عظیم صلاحیتیں حاصل ہیں۔ لیکن انسان الٰہ نہیں ہے۔

انسان کو یہ تمام نعمتیں اللہ کی عطا کردہ ہیں۔ اور انسان پر ان نعمتوں کا شکر ادا کرنا واجب ہے۔ اگر کوئی شکر نہ کرے، بلکہ کفران نعمت کرے۔ تو اسلامی فن اسے انحراف اور بگاڑ کی شکل میں پیش کرے گا!

تاریخ کی مادی جبریت بھی الٰہ نہیں ہے۔ جیسا کہ جاہلی و اشتراکی ادب و فن نے انسان کو مادی جبریت کے سامنے ذلیل و حقیر بنا کر رکھدیا ہے!

اس کے برعکس — اسلامی فن کا میدان بہت زیادہ وسیع ہے اور زندگی کا کوئی معاملہ اسلامی فن کے دائرے سے خارج نہیں ہے!

بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ اسلامی فن کا میدان تمام فنون سے وسیع تر ہے — کیونکہ اس میں اللہ کائنات، زندگی، انسان اور ان تمام کے درمیان روابط و تعلق مدنظر ہیں!

لیکن — اسلامی فن — متوازن، نظیف اور اعلیٰ ہے۔ اور اس اعلیٰ ترین مقام پر ہے جو مقام اللہ کے خلیفہ کا ہو سکتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس واقعیت سے بھی غافل نہیں ہے کہ انسان زندگی میں خلافتِ راشدہ سے منحرف ہے اور انسان میں فطری ضعف بھی ہے۔

Marfat.com

جب ـــ یہ بتایا جاتا ہے کہ انسان زندگی میں حیران و سرگرداں، اس کے سامنے نہ زندگی کے کوئی معنی ہیں اور نہ مقصد ـ اور نہ اس کے ضمیر کو قرار حاصل ہے ـ اور نہ اسے روشنی کی کوئی کرن دکھائی دیتی ہے ـ تو یہ انسان کا تاریک پہلو ہے !

اور ـــ جب ـــ یہ دکھایا جاتا ہے کہ انسان شہوتوں کے غلیظ جوہڑ میں غوطے لگا رہا ہے اور ناک تک ڈوبا ہوا ہے ـــ اور ـ اس گندگی سے باہر آنے کی کوئی صورت نہیں تو یہ انسان کا تاریک پہلو ہے :

بیشک یہ تاریک پہلو انسانی زندگی میں موجود ہے ـ لیکن انسان کے تشخص، اس کی حقیقت طاقت اور مقاصد کو مدنظر رکھتے ہوئے ـ یہ پہلو ہمیشہ انسان پر مسلط نہیں رہتا ـــ اور نہ یہ انسان کی اصل ہے کہ انسان ہمیشہ اسی حال میں رہے !

اسلامی طریقۂ کار کے زیر سایہ ہم وہی واقعیت سامنے لائیں گے جو واقعیت ہم دیکھتے ہیں ـ اللہ کی ہدایت کی روشنی میں جو ہمیں انسان کا ادراک حاصل ہوتا ہے۔ ہماری واقعیت اس ادراک سے مستفاد ہے ـ ہم اس واقعیت پر اس طرح روشنی ڈالیں گے کہ تاریک پہلو ہمارا مرکز توجہ نہیں ہوگا !

تاریک پہلو انحراف کی واقعیت ہے۔ انسان کی واقعیت نہیں ہے ـــ یہ انسانی کمزوری کا وقفہ ہے ـــ اس کے بعد انسان پھر بلند ہو جائے گا ! یا یہ کہیے کہ ـــــ یہ انسانی کمزوری کا ایسا وقفہ ہے۔ جو اعجاب و تقدیر کے بجائے ـــ افسوس و تاسف القاء کرتا ہے۔

یَاحَسْرَۃً عَلَی الْعِبَادِ مَا یَاْتِیْھِمْ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا کَانُوْا بِہٖ یَسْتَھْزِءُوْنَ	افسوس بندوں کے حال پر جو رسول ان کے پاس آیا۔ اس کا وہ مذاق ہی اڑاتے رہے (یٰسین ۔ ۳۰)

انسانی کمزوری و ضعف ـ بطولت (ہیرو ازم) نہیں ہے۔ جیسا کہ جاہلیت جدیدہ کے فنون بتلاتے ہیں۔

یہیں راستے علیحدہ علیحدہ ہو جاتے ہیں ـــ

Marfat.com

اسی طرح اللہ کی بتائی ہوئی صراط مستقیم تمام انسانی زندگی کو محیط ہے۔ یہ سیاست، اقتصاد، اجتماع، اخلاق، علائق جنسی اور فن غرض زندگی کے تمام پہلوؤں کو اپنے دائرے میں لئے ہوئے ہے!

انسان کی نشاط اور دلچسپی کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے۔ جو اللہ کی ہدایت سے باہر ہو!

—— اور اللہ کی ہدایت ہی —— وہ واحد طریقۂ زندگی اور اسلوب حیات ہے۔ جو ہر قسم کے نقص قصور اور بگاڑ سے پاک ہے!

—— اللہ کی ہدایت اور اس کی بتائی ہوئی صراطِ مستقیم کے علاوہ ہر راہ جاہلیت کی راہ ہے —— اور ہر جاہلیت اپنے دامن میں شر، فساد، شقاوت اور عذاب الیم لیئے ہوئے ہے۔

حیات انسانی میں اعتدال آ ہی نہیں سکتا۔ جب تک لوگ اللہ کی طرف رجوع نہ ہوں، اس پر ایمان نہ لے آئیں اور اس کے قانون کو عملاً اپنی زندگیوں میں نافذ نہ کریں۔!

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰى	اگر بستیوں کے لوگ ایمان لاتے اور تقویٰ
اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ	کی روش اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان وزمین
بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ	سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے۔ مگر
وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ	انہوں نے تو جھٹلایا۔ لہٰذا ہم نے اس بری
بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔	کمائی کے حساب میں انہیں پکڑ لیا۔ جو وہ سمیٹ
(الاعراف - ۹۶)	رہے تھے۔

اب لوگوں کے سامنے صرف دو ہی راستے ہیں۔

یا —— تو ایمان لائیں —— اور اللہ سے ڈریں —— تاکہ اللہ تعالیٰ ان پر آسمان و زمین کی برکتوں کے دروازے کھول دے۔

یا —— تکذیب کریں —— اور اللہ تعالیٰ انہیں ان کے اعمال کی سزا میں پکڑ لے۔!

مندرجہ بالا حقیقت کے عیاں اور روشن ہونے کے باوجود اور ان تمام حقائق کے باوجود جو ہم نے گذشتہ فصلوں میں بیان کئے ہیں —— جاہلیت —— بدستور تاریکیوں میں بھٹکتی رہے گی۔ اور کبھی بھی جاہلیت کو یہ موقع میسر نہ آسکے گا کہ وہ تاریکیوں سے نکل کر تمام امور کا حقیقت پسندانہ

Marfat.com

جائزہ لے اور دیکھے کہ اس کے ہاتھوں دنیا میں کس قدر فساد اور تباہی برپا ہو چکی ہے اور جاہلیت کی ماری ہوئی انسانیت کس طرح مؤثر اور سریع علاج کے لئے تڑپ رہی ہے!

بلکہ ـــ صورتِ حال اس سے بھی زیادہ بدترین ہے۔

اور وہ یہ کہ۔ اسلام ـــ اللہ کی بتائی ہوئی صراطِ مستقیم ـــ نہ صرف یہ کہ لوگوں کی زندگی سے کلیتاً خارج ہے۔ بلکہ یہ کہ جاہلیت کے مارے ہوئے انسان اسلام کو ناپسند بھی کرتے ہیں! ـــ

"اسلام کیوں ناپسند ہے"؟!

اسلام — مکمل جادۂ حق اور ہر کجی اور انحراف سے بری ہے —

یہ وہ نظام ہے۔ جو ہر انسان کو پیش آنے والے ہر ہر مسئلہ کا ٹھیک ٹھیک حل پیش کرتا ہے اور ہر مشکل کو حق و انصاف سے حل کرتا ہے!

یہ وہ اسلوب حیات ہے — جو نفس انسانی کی تمام منتشر صلاحیتوں کو یکجا کر کے۔ ایک مقصد عظیم کے حصول میں لگا دیتا ہے۔ اس طرح نہ انسان کی صلاحیتیں مختلف مقاصد میں بٹتی ہیں، اور نہ اس کی دلچسپی متعدد امور میں تقسیم ہوتی ہے۔

یہ وہ طرزِ زندگی ہے۔ جو انسانیت کو شقاوت و عذاب اور حیرت و اضطراب سے نجات دلاتا ہے!

کیا یہ تعجب کی بات نہیں ہے کہ لوگ اس طرز زندگی کو ناپسند کرتے ہیں — اور جتنا ان کو اس کی طرف بلایا جاتا ہے۔ اسی قدر وہ دُور بھاگتے ہیں۔

جی نہیں! اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ بلکہ یہ بالکل طبعی امر ہے! — کیونکہ — تاریخ کے ہر دَور میں جاہلیتیں اسلام کو ناپسند کرتی رہی ہیں — اور اس لئے ناپسند کرتی رہیں — کہ اسلام — اسلام ہے!

جس قدر جاہلیت سرکش اور اللہ سے دُور ہوگی۔ اسی قدر وہ اللہ کی نازل کردہ راہِ حق سے متنفّر ہوگی!

جب — جاہلیت جدیدہ — تاریخ کی تمام جاہلیتوں میں سب سے زیادہ سرکش ہے — تو یہ طبعی امر ہے کہ اس کی اسلام سے نفرت بھی تمام جاہلیتوں سے زیادہ ہوگی!

Marfat.com

کوئی تعجب نہیں۔ اگر جاہلیت جدیدہ اسلام سے نفرت کرتی ہے۔ کیونکہ تاریخ میں جاہلیت کا ہمیشہ یہی مؤقف رہا ہے کہ جاہلیت اسلام سے نفرت کرتی ہے اور کسی صورت میں اس کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہے ۔ اور ہر اس شخص سے بھی نفرت کرتی ہے جو اسلام کی دعوت دیتا ہے۔ اور اسلام کی طرف بلانے والے کو جلاوطن کرتی ہے یا قتل کر دیتی ہے ۔

جاہلیت اسلام کی طرف بلانے والوں کو آزادیٔ رائے ، اور آزادیٔ اعتقاد کے اصول

لَنُخْرِجَنَّكَ يَا شُعَيْبُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَا أَوْ لَتَعُودُنَّ فِي مِلَّتِنَا ۔

(الاعراف ۵۹ - ۸۸)

نے جو اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں مبتلا تھے ۔ اس سے کہا کہ اے شعیب ہم تجھے اور ان لوگوں کو جو تیرے ساتھ ایمان لائے ہیں اپنی بستی سے نکال دیں گے ۔ ورنہ تم لوگوں کو ہماری ملت میں واپس آنا ہوگا ۔

یہ ایک ہی کہانی ہے ۔ جو تمام تاریخ میں دہرائی جاتی رہی ۔ جاہلیت کا ایک ہی معاملہ ہے جو ہمیشہ اسلام کے ساتھ رہا ہے ۔

فَهَدَيْنَاهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمَىٰ عَلَى الْهُدَىٰ ۔

ان کے سامنے ہم نے راہ راست پیش کی مگر انہوں نے راستہ دیکھنے کے بجائے اندھا رہنا پسند کیا ۔

کے ماتحت زندہ رہنے کا حق بھی نہیں دیتی :

وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ قَدْ جَاءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ فَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا

اور مدین والوں کی طرف ہم نے ان کے بھائی شعیب کو بھیجا ۔ اس نے کہا اے برادران قوم اللہ کی بندگی کرو ۔ اس کے سوا تمہارا کوئی خدا نہیں ہے ۔ تمہارے پاس تمہارے رب کی صاف رہنمائی آگئی ہے ۔ لہٰذا وزن اور پیمانے پورے کرو ۔ لوگوں کو ان کی چیزوں میں گھاٹا نہ دو اور زمین میں فساد برپا نہ کرو جب کہ اس

Marfat.com

تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَاذْكُرُوْا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ وَاِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ. قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ۔

کی اصلاح ہو چکی ہے۔ اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔ اگر تم واقعی مومن ہو اور زندگی کے ہر راستے پر رہزن بن کر نہ بیٹھ جاؤ کہ لوگوں کو خوف زدہ کرنے اور ایمان لانے والوں کو خدا کے راستے سے روکنے لگو۔ اور سیدھی راہ کو ٹیڑھا کرنے کے درپے ہو جاؤ۔ یاد کرو وہ زمانہ جب کہ تم تھوڑے تھے پھر اللہ نے تمہیں بہت کر دیا اور آنکھیں کھول کر دیکھو کہ دنیا میں مفسدوں کا کیا انجام ہوا ہے۔ اگر تم میں سے ایک گروہ اس تعلیم پر جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں۔ ایمان لاتا ہے اور دوسرا ایمان نہیں لاتا تو صبر کے ساتھ دیکھتے رہو۔ یہاں تک کہ اللہ ہمارے درمیان فیصلہ کر دے اور وہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ اس کی قوم کے سرداروں نے جو اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں مبتلا تھے۔ اس سے کہا کہ اے شعیب ہم تجھے اور ان لوگوں کو جو تیرے ساتھ ایمان لائے اپنی بستی سے نکال دیں گے۔ ورنہ تم لوگوں کو ہماری ملت میں واپس آنا ہوگا۔ (الاعراف ۸۰ - ۸۸)

کبھی نہیں ۔ جاہلیت کے متوالے ان صلح جو داعیوں کو بھی زندہ رہنے کا حق نہیں دیں گے۔ جو کہتے ہیں۔

فَاصْبِرُوْا حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِيْنَ ۔

انتظار کرو۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان فیصلہ کر دے۔ وہ ہی بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

جاہلیت کا یہ مؤقف اتفاقیہ نہیں ہے۔ بلکہ اس مؤقف کے کئی اسباب ہیں:

جاہلیت اسلام سے اس لئے نفرت نہیں کرتی کہ جاہلیت اپنے دل میں — اسلام کا حق اور بھلائی محسوس نہیں کرتی — یا — جاہلیت یہ سمجھتی ہے کہ جس باطل زندگی کو وہ گزار رہی ہے۔ وہ اسلام سے زیادہ درست اور صحیح ہے!

نہیں — بلکہ جاہلیت اسلام کو یہ جانتے بوجھتے ناپسند کرتی ہے کہ اس میں حق بھی ہے اور خیر بھی — اور اسلام زندگی کے بگڑے ہوئے معاملات کو سنوار سکتا ہے۔

جاہلیت اسلام سے اس لئے متنفر ہے کہ وہ چاہتی ہے کہ زندگی میں بگاڑ رہے۔ اور تمام معاملات اسی بگاڑ اور کجی کے ساتھ چلتے رہیں۔ ان میں استقامت نہ آنے پائے!

جاہلیت اسلام سے اس لئے متنفر ہے کہ وہ جاہلیت ہے اور یہ اسلام ہے!

وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى (فصلت - ۱۷)

رہے ثمود۔ تو ان کے سامنے ہم نے راہ راست پیش کی۔ مگر انہوں نے راستہ دیکھنے کے بجائے اندھا رہنا پسند کیا۔

(۱) یہ مثال جاہلیت کا ہمیشہ کا موقف ہے:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔

ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا اس نے کہا اے برادران قوم! اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی خدا نہیں ہے۔ میں تمہارے حق میں ایک ہولناک دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ اس کی قوم کے سرداروں نے جواب دیا۔ ہم کو تو یہ نظر آتا ہے کہ تم صریح گمراہی میں مبتلا ہو۔

(۲) وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ

اور عاد کی طرف ہم نے ان کے بھائی ہود کو بھیجا اور اس نے کہا اے برادران قوم! اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی خدا نہیں ہے۔ پھر کیا تم غلط روی سے پرہیز نہ کرو گے

Marfat.com

قَوْمِهٖ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ

اس کی قوم کے سرداروں نے جو اس کی بات ماننے سے انکار کر رہے تھے۔ جواب میں کہا ہم تو تمہیں بے عقلی میں مبتلا سمجھتے ہیں۔

(3)

وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ۔

اور ثمود کی طرف ہم نے ان کے بھائی صالح کو بھیجا۔ اس نے کہا اے برادران قوم اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی خدا نہیں ہے۔ ان بڑائی کے مدعیوں نے کہا۔ جس چیز کو تم نے مانا ہے ہم اس کے منکر ہیں۔

(4)

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ

اور لوط کو ہم نے پیغمبر بنا کر بھیجا۔ پھر یاد کرو جب اس نے اپنی قوم سے کہا۔ کیا تم ایسے بے حیا ہو گئے ہو کہ وہ فحش کام کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا میں کسی نے نہیں کیا۔ تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے اپنی خواہش پوری کرتے ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ تم بالکل ہی حد سے گزر جانے والے لوگ ہو۔ مگر اس کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ نکالو ان لوگوں کو اپنی بستیوں سے بڑے پاکباز بنتے ہیں۔

(5)

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ... قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ

اور مدین والوں کی طرف ہم نے ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔ اس نے کہا اے برادرانِ قوم اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی خدا نہیں ہے۔ تمہارے پاس تمہارے رب کی صاف رہنمائی آگئی ہے ـــ اس کی قوم کے سرداروں

آسان ہو۔ جب یہ ملغوبہ لوگوں کی سمجھ سے بالاتر ہوگیا تو اسرار دین کا کلیسا دعوے دار بن بیٹھا اور لوگوں کو کہا کہ وہ ان اسرار کو بلا سمجھے تسلیم کرلیں ـــــ اور اللہ تک پہنچنے کے لئے کلیسا کا وسیلہ ضروری قرار پایا !

پھر اس ذریعہ سے کلیسا اپنے اقتدار کو وسیع کرتا رہا ـــــ

لوگوں پر تاوان لگائے گئے ۔ اور ـــــ

ان کو خلاف فطرت رہبانیت کی دعوت دی گئی !

اور کچھ وقت بعد ـــــ لوگوں کو یہ بھی معلوم ہوگیا کہ عبادت و طہارت کے مراکز کلیسا میں اللہ کے "مقدس بندے" بھیانک جرائم میں ملوث ہیں ۔ !

پھر "مغفرت ناموں" کا کھیل کھیلا گیا۔ جس سے لوگوں کے دلوں سے مذہب کا رہا سہا احترام بھی ختم ہوگیا !

پھر جب کلیسا علم کے مخالف ہوا۔ اور سائنس دانوں کو آسمانی حکم پر جلایا گیا ۔ تو یورپ میں قیامت برپا ہوگئی !

یہ ہے وہ طریق کار جس نے یورپ میں مذہب و سائنس کو علیحدہ علیحدہ اور مذہب و زندگی کے راستے جدا جدا کر دیئے !

یورپ کلیسا کے مذہب سے متنفر ہو کر آہستہ آہستہ مذہب ہی سے کنارہ کش ہوتا چلا گیا۔

جب اسلامی تہذیب اور اسلامی علوم سے حاصل کردہ روشنی پر "تحریک احیاء" شروع ہوئی تو وہ کلیتاً مذہب دشمن بنیادوں پر قائم ہوئی ۔

یورپ کے پاس کلیسا دشمنی کا تو کوئی عذر ہو سکتا ہے ـــ لیکن مذہب دشمنی کے لیے کیا عذر ہے ؟

غرض یورپ کلیسا اور کلیسا کے مذہب سے بھی متنفر ہوگیا۔ اور اسلام سے بھی اس کا کفر بڑھ گیا۔ جب کہ اسلام ہی نے اسے تہذیب آشنا بنایا اور علم دے کر تاریکیوں سے روشنی میں لایا۔

اگر یورپ کے پاس کلیسا دشمنی کے لیے کوئی عذر موجود ہے۔ تو اس بات کا کیا عذر ہے کہ روح صلیبی نے اسے اسلام کے بالمقابل لا کھڑا کیا۔ جب کہ یورپ بخوبی واقف تھا کہ اسلام ہر

Marfat.com

قسم کی خیر اور اس کی تہذیب کا مصدر ہے!

یہودیت ـــــ نے جب سے اللہ سے اپنا میثاق کو توڑا اور اس کی ہدایت کو ٹھکرایا تھا ـــ اسی وقت سے ہر نئی دعوت کے خلاف گھات لگائے بیٹھی تھی ـ چنانچہ ـــــــ

جب یورپ کی نشاۃ ثانیہ کی بنیاد کلیسا دشمنی پر رکھی گئی۔ یہودیت نے فوراً بھانپ لیا کہ وقت آگیا ہے کہ مسیحیت کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے ـــ پس یہودیت نے مذہب دشمنی کی کھائی کو مزید وسیع کرنا شروع کر دیا ـــــ اور ـــــ

جب ڈارون اپنے نظریات کے ساتھ کلیسا کے مقابلہ پر آگیا۔ عالمی یہودیت بھی اپنے تین علماء ـــــ مارکس، فرائڈ اور ڈرکایم ـــ کو لے کر مذہب کی بنیادیں ہلانے کے لئے میدان کارزار میں کود پڑی[2]۔ اور مسیحیت کو ختم کرنے کے لیے ہر قسم کے اخلاقی بگاڑ کو رواج دیا اور قوموں اور افراد کے اتحاد کو پارہ پارہ کیا۔ اس کے ساتھ ہی عالمی یہودیت مشرق و مغرب کی سیاست پر مسلّط ہوتی گئی ـــــ چنانچہ بیک وقت سرمایہ داری اور اشتراکیت پر یہودیت کا غلبہ ہو گیا۔!!

پھر صلیبی اور صیہونی مشترک عداوت اپنی پوری تندی اور سختی کے ساتھ عالم اسلام کی طرف متوجہ ہو گئی۔

چنانچہ صلیبی یورپ نے ـــ یہودیوں کے سرمایہ کے بل بوتے پر دنیائے اسلام کو اپنے استعمار کا شکار بنا لیا اور اسلام کی جڑیں کھوکھلی کرنے کے لئے ہر قسم کے حربے استعمال کیے ـــــ مشنریاں قائم کیں ـــ مسلمانوں کے سامنے اسلام کو شکلیں بگاڑ کر پیش کیا۔ اخلاق کو برباد ـــ اور بالآخر ایک ایسی نسل تیار کی جو اسلام سے متنفر، اور مغرب کی ذہنی غلام تھی۔ اسی نسل کو اسلامی ملکوں کا اقتدار سونپ دیا گیا۔ اور انہوں نے بھی اسلام کو ختم کرنا شروع کر دیا![1]

یہاں پر اس تفصیل کی گنجائش نہیں ہے کہ اسلامی دنیا کے خلاف صلیبی صیہونی سازش نے کس قدر مکر و فریب سے کام لیا ہے۔ ہاں صرف ہم عصر مستشرق ولفرد کانتول اسمتھ کی کتاب

---

[1] اس کتاب کے صفحہ پر بریولٹ کا بیان دیکھیں۔

[2] "جمود و ارتقاء" میں تین یہودیوں کا باب دیکھئے۔

جب پہلے پہل اللہ کے قانون اور عقیدے سے انحراف شروع ہوتا ہے تو بڑی معمولی شکل میں ہوتا ہے اور مومنین سے پوشیدہ رکھ کر ہوتا ہے۔ کیونکہ اس وقت مومنین ہی غالب قوت ہوتے ہیں اور اللہ کا دین نافذ ہوتا ہے۔

کبھی انحراف 'حسن نیت' سے ہوتا ہے۔ جس کی وجہ تکالیف کے برداشت سے ہمت ہارنا اور ضعف ہوتا ہے۔

اور کبھی انحراف 'بری نیت' سے ہوتا ہے۔ وہ اس طرح کہ منافقین اسلام میں داخل ہو کر عقیدہ کی عمارت ڈھانے کے لیئے موقعہ کے منتظر رہتے ہیں۔

اور جب تک اللہ کے دین کا غلبہ رہتا ہے۔ وہ منافقت برتتے رہتے ہیں۔

لیکن ابتدا میں یہ انحراف بڑا معمولی ہوتا ہے اور پوشیدہ رہتا ہے۔

پھر جوں جوں وقت گذرتا جاتا ہے۔ انحراف بڑھتا جاتا ہے۔

اور لوگوں کے دلوں میں عقیدہ سے انحراف کو خوشنما بنا بنا کر پیش کرتا ہے اور صراطِ مستقیم نے نور کو دھندلا کر اور صراطِ مستقیم پر چلنے والوں کے قلوب کو افسردہ کر کے انہیں ایسا بنا دیتا ہے کہ پھر ان کی نگاہیں نور دیکھنے کے قابل نہیں رہتیں۔

اسی وقت سے زمین میں فساد پھیلنا شروع ہو جاتا ہے اور "طاغوت" سر اٹھانے لگتا ہے۔ پھر اللہ کے دین سے دوری بڑھتی رہتی ہے۔ اور لوگوں میں بگاڑ بڑھتا رہتا ہے۔ حتیٰ آنکہ لوگوں کی زندگیوں میں اللہ کا قانون نافذ العمل نہیں رہتا ـــــ اور طاغوت کی حکمرانی شروع ہو جاتی ہے۔

اس وقت جاہلیت کسی ایسے شخص کی پکار نہیں سنتی جو اس کو اللہ کی طرف بلائے۔ بلکہ ہر داعی کی دشمن ہو جاتی ہے۔ بلکہ جاہلیت داعیان حق کے خلاف شدید ترین جنگ برپا کر دیتی ہے اور جوں جوں 'داعی' حق کی طرف بلاتے جائیں گے۔ اتنا ہی جاہلیت ان کی خلاف جنگ میں شدت برتتی جائے گی۔ حتیٰ آنکہ یا تو ان داعیان حق کو سرزمین وطن چھوڑنے پر مجبور کر دیا جائے گا۔ یا ان کا خون بہایا جائے گا!

Marfat.com

جب یہاں تک نوبت پہنچ جائے تو لوگ کسی سادگی اور ناواقفیت کی بناء پر اسلام کے دشمن نہیں ہوتے ـــــ بلکہ اس دشمنی کا حقیقی سبب یہ ہوتا ہے کہ جاہلیت کو خطرہ ہوتا ہے کہ اگر اسلام آگیا۔ تو جاہلیت، اس کی مصالح شہوتیں اور انحرافات سب مٹ جائیں گے ـــــ کیونکہ جاہلیت کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ جادۂ حق سے کس قدر منحرف ہوگئی ہے۔ اور ہوائے نفس کی حکمرانی اور شہوت نفس کی غلامی کس درجہ بڑھ گئی ہے ـــ اسے یہ بھی معلوم ہے کہ اگر اسلامی نظام برپا ہوجائے۔ تو اسے کس قدر مصالح اور منافع سے دست بردار ہونا پڑے گا!

اس لئے جاہلیت اسلام سے متنفر ہے اور اسلام کے خلاف اس کا مؤقف معاندانہ اور جنگ جویانہ ہے۔ اس مؤقف میں متکبرین اور کمزور سب برابر ہیں ـــ کیونکہ ان سب کی جاہلیت کے ساتھ کچھ منافع کچھ مصالح اور شہوتیں وابستہ ہیں ـــــ اور یہ لوگ نہیں چاہتے کہ اسلام کو اپنا کر یہ اپنے ان منافع سے دستبردار ہوجائیں کیونکہ اسلام تمام مصالح فاسد، منافع منحرفہ اور شہوتوں کی راہ میں قائم کردیتا ہے۔!

اس بیان سے یہ بخوبی سمجھ میں آسکتا ہے کہ جاہلیت جدیدہ اسلام کی کیوں دشمن ہے؟!

جاہلیت جدیدہ کا مؤقف اسلام کے بالمقابل دشمنی اور عداوت کا ہے ـــــ مشرق و مغرب میں ہر جگہ ـــــ بلکہ ان ممالک میں بھی جو اپنے آپ کو "اسلامی ممالک" کہتے ہیں! جاہلیت کا موقف یکساں ہی ہے!

یورپ و امریکہ میں جاہلیت کا یہ مؤقف بالکل واضح ہے!

یورپ تو دین کو ناپسند کرتا ہے ـــ اور عقیدہ سے ـــ اور عقیدہ کے واقعیاتی زندگی پر چھا جانے سے متنفر ہے ـــ اور خاص طور پر اسلام تو بہت زیادہ ناپسند ہے ـــ اسلام کے خلاف تو ایسی خوفناک جنگ برپا کی ہوئی ہے جس کا تصور بھی مشکل ہے!

مطلقاً مذہب سے نفرت کے اسباب تو ہم پہلے ہی بیان کرچکے ہیں۔

کانسٹنٹائن نے پوری رومی سلطنت میں مسیحی مذہب کو لازمی قرار دے دیا تھا ـــ دین مسیحی میں کچھ بت پرستانہ، خیالات بھی داخل کردیئے گئے، تاکہ بت پرستوں کو دین مسیحی اپنانا

Marfat.com

اپنی کند ذہنی اور بیوقوفی کی بناء پر یہ دانشور نہ صرف اسلام دشمن ہو گئے۔ بلکہ اسلام کی جڑیں کھوکھلی کرنے کے لیئے تمام صلیبی اور صیہونی ہتھیار لے کر نکل آئے۔ لکھنے والے فن کار، افسانہ نویس، ریڈیو، سینما اور ٹیلی ویژن کے آرٹسٹ تمام اسلام کے دشمن ہیں اور اسے ناپسند کرتے ہیں۔

ان کی ناپسندیدگی کی وجہ یہ ہے کہ جو تجارت یہ کر رہے ہیں وہ تمام کی تمام اخلاق کی بربادی، بے حیائی کی اشاعت اور مرد و زن کے اختلاط کے گڑھ ہیں —— یہ بات ان آرٹسٹوں کو بھی معلوم ہے اور یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ تجارت حرام ہے اور اگر اسلام آگیا تو ظاہر ہے کہ وہ اس گندگی کو برداشت نہیں کر سکے گا۔ یہ تجارت اتنی ہی گندی اور نجس ہے جتنی عصمت فروشی! یہ لوگ ان باتوں کو بخوبی سمجھتے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ صرف جاہلیت ہی اس گندگی کو برداشت کر سکتی ہے اور اس طرح ان کی منافع خوری اور لذت پرستی کے مواقع مہیا کر سکتی ہے۔ لیکن اسلام اپنی نظافت اور بلند اخلاق کی بناء پر نہ وہ ان لوگوں کو برداشت کر سکتا ہے۔ نہ ان کی نفع اندوزی کی کوئی ضمانت دے سکتا ہے بس اسی لئے یہ طبقہ اسلام کو ناپسند کرتا ہے!

رہ گئی نوجوان نسل جن کے سامنے بے حیائیوں کے دروازے چوپٹ کھلے پڑے ہیں اور ان کی تمام زندگی کا ماحصل، ایک رقیق نغمہ، ایک فحش افسانہ، ایک عریاں رقص اور ایک جنسی تلذذ کا لمحہ —— بن گیا ہے —— ظاہر ہے انہیں بھی اسلام ناپسند ہے!

یہ اسلام کو اس لئے ناپسند کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان کی تمام بے راہ روی اور شہوت رانی مذہب سے دُور رہ کر ہی ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اللہ کا دین پاکیزہ ہے۔ وہ اس گندگی کو نہیں برداشت کر سکتا! اور یہ طبقہ چاہتا ہے کہ اس گندگی میں پڑا رہے اور ان کو اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے ... کہ اس بدکاری سے گذشتہ اقوام کس انجام کو پہنچیں اور آج بعض قومیں کس انجام سے دوچار ہیں۔ انہیں ان باتوں سے کوئی سروکار نہیں کیونکہ دنیا کی تخریب پسند قومیں

Marfat.com

ان کے اخلاق کی بربادی اور ان کے دین و ایمان کی تباہی کا ایک بڑا پروگرام اپنے سامنے رکھتی ہیں۔ اور اس پروگرام کی منظوری صلیبی اور صیہونی دنیا سے مل چکی ہے۔ اور اب یہ نوجوان نسل شہوت رانی اور لذت پرستی میں اتنی منہمک ہو چکی ہے کہ وہ اب صحیح زندگی کی طرف نہیں آسکتے۔ چنانچہ یہ بھی اسلام کو ناپسند کرتے ہیں!

موجودہ دور کی آزاد عورت تو خاص طور پر اسلام کو ناپسند کرتی ہے!

عالم اسلام میں "آزادیٔ نسواں" ایک اہم مسئلہ رہا ہے جس کے لئے صلیبی سامراج اور صیہونی سازش نے پوری ایک صدی تک جدوجہد کی ہے۔!

"عالم اسلام پر حملہ" نامی کتاب میں ہے — یہ کتاب دراصل آج سے پچاس سال قبل کا "مجلہ عالم اسلامی" کا ایک خاص شمارہ ہے — یہ مجلہ فرانس سے نکلتا ہے۔ اور اس کا مقصد اسلامی دنیا میں مشنری کام کا جائزہ لینا ہے — غرض اس مضمون کے صفحہ ۴۸ پر تحریر ہے۔

"مشنری کوششوں کے دو مقاصد ہیں۔ ایک نوجوانوں کو عیسائی بنانا — اور — دوسرے تمام مسلمانوں میں مسیحی افکار کی اشاعت"

اسی کتاب کے صفحہ ۴۷ پر ہے ——

"مشنری اگر اپنی تحریکات کے آثار کمزور دیکھیں تو اس سے ناامید نہ ہوں۔ کیوں کہ یہ بات بالکل سامنے آچکی ہے کہ مسلمانوں کو مغربی علوم اور "آزادی نسواں" کی چاٹ پڑ چکی ہے"

صفحہ ۸۸ اور ۸۹ پر لکھنؤ اور قاہرہ کی مشنری کانفرنسوں کے طے کردہ لائحہ عمل ہیں لکھنؤ کانفرنس جو ۱۹۱۱ء میں ہوئی اس میں یہ دو نکاتی لائحہ عمل منظور ہوا ——

"۱۔ موجودہ حالات کا مطالعہ۔

۲۔ تعلیم نسواں — اور مشنریوں کی تعلیم کے لیے کوشش!

قاہرہ کانفرنس (۱۹۰۶ء) نے جو پروگرام منظور کیا۔ اس کا ایک نکتہ درج ذیل ہے:۔ 1906

۷۔ مسلم خواتین میں اجتماعی اور نفسیاتی ارتقاء ——

"موجودہ دور میں اسلام" کے صفحہ ۱۰۴ اور ۱۱۳ کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ جہاں مصنف نے تحریر کیا ہے۔ کہ

"مغرب اپنی تمام تر جنگی فکری علمی اور اقتصادی طاقتیں اسلام کے خلاف استعمال کر رہا ہے اور وہ عالم اسلام کے قلب میں اسرائیل کو ایک سوچے سمجھے منصوبہ کے ماتحت وجود میں لایا ہے۔"

یہ شہادت یورپ کی اسلام کے خلاف عداوت ثابت کرنے کے لئے کافی ہے۔

عالم اسلام میں اسلام دشمنی کسی قدر یورپ سے مختلف پیمانے پر ہے۔ لیکن آخر کار اس کا بھی سرا یورپ ہی سے ملتا ہے۔ جیسا کہ ہر جاہلیت دوسری جاہلیت سے تعاون کرتی ہے۔ خواہ وہ دنیا کے کسی کونے میں پائی جاتی ہو۔ اگرچہ نشانیاں اور علامتیں علیحدہ علیحدہ ہوتی ہیں۔ جن سے ایک جاہلیت دوسری سے ممتاز ہوتی ہے!

آج اسلامی دنیا میں اسلام اتنا ہی غریب و اجنبی ہے۔ جس قدر وہ جزیرہ نمائے عرب کی جاہلیت میں اپنے ابتدائی دور میں تھا!

بلکہ آج کے جاہلی اسلام سے زیادہ متنفر ہیں:

ہم عالم اسلام کے مختلف گروہوں کے بارے میں بیان کریں گے کہ وہ کیوں اسلام کو ناپسند کرتے ہیں۔

آج عالم اسلام میں بسنے والے لوگوں کی اسلام دشمنی مختلف گروہ اور متنوع اقسام میں بٹی ہوئی ہے۔

"عالم اسلامی کی کوئی بھی سرکش طاقت — خواہ یہ طاقت اسلام کے خلاف کھلم کھلا جنگ کر رہی ہو — یا بظاہر رویہ مفاہمانہ ہو اور اندرون خانہ اسلام دشمن ہو — ان میں سے کوئی بھی سرکش اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتی اور اس کا ایک سادہ سا سبب ہے اور وہ یہ کہ اسلام انسانیت کا رشتہ اللہ سے جوڑتا ہے جب کہ دوسری طاقتیں اللہ کے سوا کسی اور سے تعلق قائم کرتی ہیں۔

Marfat.com

تاریخ کی ہر سرکش طاقت اسلام کے بالمقابل اسی طرح شکست کھاتی رہی ہے۔ خواہ اس کی جنگ اسلام کے عقیدہ کے ساتھ ہو۔ یا اسلام کے ماننے والوں کے ساتھ ہو۔

اس کے علاوہ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ عالم اسلام کی یہ سرکش طاقتیں بذاتِ خود قائم نہیں ہیں۔ بلکہ ان کو صلیبی استعمار اور یہودی سازش نے سہارا دیا ہوا تاکہ اس طرح وہ اسلام کا خاتمہ اور مسلمانوں کو تباہ کر سکیں !

عالم اسلام میں ایک طبقہ "دانشوروں" کا ہے۔ جو صلیبی اور صیہونی مکر و فریب کا شکار اور اسلام کا اصل دشمن ہے کیونکہ ان دانشوروں کو سامراج نے اپنی خاص نگرانی اور توجہ کے ساتھ اپنی ان تعلیم گاہوں میں تیار کیا ہے۔ جن کا مقصد مسلمانوں میں ایک ایسی نسل تیار کرنا ہے جن کو حقیقت اسلام سے ذرا بھی مس نہ ہو اور اس کے بجائے ان کے دلوں میں اسلام کے خلاف شکوک و شبہات پیدا کر دیئے جائیں !

مسلمانوں کی اس نسل کو یہ تعلیم دی گئی کہ اسلام پس ماندگی، تنزل اور رجعیت ہے۔ ترقی اور تہذیب کا راستہ صرف یہی ہے کہ مذہب سے دامن چھڑایا جائے۔ زندگی کی تگ و دو سے مذہب کو ذرا دور ہی رکھا جائے اور زندگی کے مختلف پہلوؤں، سیاست، اقتصاد اور اجتماع پر اس کے اثر انداز ہونے کے مواقع کو بالکل ختم کر دیا جائے اور زندگی کی ہر تعبیر و مفہوم اسلام کے بجائے اس کا صلیبی اور صیہونی مفہوم اپنایا جائے۔

اس نسل کو یہ تلقین کی گئی کہ مذہب ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے اور طاقت اور تہذیب اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے۔ جب مذہب کو راستہ سے ہٹا دیا جائے !

اپنی کند ذہنی اور بیوقوفی کی بناء پر دانشور جاہلیت جدیدہ کے مسموم چشموں سے سیراب ہوتے رہے۔ حتیٰ آنکہ ان کی نفع و نقصان کی فطری حس بھی ختم ہو گئی۔ اور یہ شعور بھی باقی نہیں رہا کہ صرف علم کا حصول — جو بلاشبہ ایک تمدنی ضرورت ہے — اور زندگی کے مختلف پہلوؤں میں اللہ کی بتائی ہوئی صراط مستقیم سے منحرف افکار کا اپنا لینا دو علیحدہ علیحدہ شئے ہیں۔ اور یہ فکری انحراف ہی ہے جو عالم اسلام کو گھن کی طرح کھا کر ختم کر رہا ہے۔

Marfat.com

جمہور مسلمان ۔ اسلام سے عقیدتاً تو بیزار نہیں ہیں لیکن عملی زندگی میں اس کا نفاذ بھی نہیں چاہتے ! ——

جمہور کا عقیدہ بس اس مصرف کا ہے کہ زیادہ سے زیادہ نماز پڑھ لی اور روزہ رکھ لیا۔ اس کے علاوہ دیگر پابندیاں برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں ۔ بلکہ یہ چاہتے ہیں کہ اسی طرح بے قید زندگی گذارتے رہیں ۔ فحش فلمیں بھی دیکھتے ہیں ۔ ٹیلی ویژن پر عریاں رقص بھی دیکھتے ہیں اور گندے گانے بھی سنتے ہیں ——

خوب آزادی کے ساتھ جھوٹ بھی بولتے ہیں ۔ غیبت بھی کرتے ہیں اور تجسس بھی کرتے ہیں ۔ بغیر حلال وحرام کی پرواہ کیئے ہوئے !

بہت سے عوام الناس راہ چلتی عورتوں کی فتنہ سامانی سے بھی لطف اندوز ہوتے ہیں ۔ بہت سی خواتین بھی مردوں کو مائل کرنا چاہتی ہیں اور خوب بناؤ سنگار کر کے باہر نکلتی ہیں ۔ ان سب عام مسلمانوں کا یہ خیال ہے کہ اگر نیت بُری نہ ہو تو ان تمام کاموں میں کوئی قباحت نہیں ہے ——

بس عام مسلمانوں کے نزدیک اسلام کی اتنی سی حقیقت ہے کہ وقتاً فوقتاً نماز روزہ کر لیا جائے ۔ رہ گیا یہ تصور کہ اسلام پوری زندگی میں جاری وساری رہے ۔ اور ہر چھوٹی یا بڑی بات میں اسلام سے رہنمائی لی جائے اور اسلام کو عملاً زندگیوں میں نافذ کیا جائے ۔ سو اس کا عوام کے ذہنوں میں کوئی دھندلا سا خاکہ بھی نہیں ہے ۔ !

جمہور مسلمان اگرچہ دانشوروں اور مسلم قوم کے دوسرے طبقات کی طرح اسلام سے نفرت تو نہیں کرتے ۔ مگر حقیقتاً وہ بھی اسلام کو ناپسند کرتے ہیں !

اوپر مسلمانوں کے تمام طبقات کا جائزہ لیا گیا کہ ان کا اسلام کے بارے میں کیا موقف ہے ۔ مجموعی طور پر تمام طبقات کی مصالح ، نفع اندوزیاں اور خواہشات نفس انہیں اسلام کے ناپسند کرنے پر مجبور کرتی ہیں ۔ اس ناپسندیدگی میں کمزور وطاقت ور سب برابر کے شریک ہیں ۔ کیونکہ ہر ایک کے ساتھ اس کی اپنی مصالح ہیں ——

غرض جو جاہلیت پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے ۔ وہ ہی جاہلیت پوری طرح اسلامی دنیا پر

Marfat.com

بھی چھپائی ہوئی ہے۔!

اب مسلمان کہاں باقی ہیں۔!

عالمِ اسلام میں خال خال ایسے افراد بکھرے ہوئے اور پراگندہ طور پر موجود ہیں۔ جو اسلام کی حقیقت سے واقف ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ اسلام ہی دین حق ہے اور اسلام ہی راہ نجات اور پوری انسانیت کی بیماریوں کا علاج ہے۔

انہیں یہ بھی بخوبی معلوم ہے کہ اسلام کا راستہ کانٹوں سے پُر ہے۔ اس کے حصول کے راستہ میں خون کی ندیاں حائل ہیں ـــ اس کے باوجود بھی وہ اس پُرخار وادی میں گھس چکے ہیں اور اس کارِ خیر کا بدلہ صرف اللہ سے چاہتے ہیں۔

لیکن ـــ یہ بکھرے ہوئے پراگندہ افراد موجودہ نسل انسانی میں کوئی انقلاب نہیں برپا کر سکتے کیونکہ ان کے مقابل نہایت بدترین دشمن حد درجہ منظم طریقے پر موجود ہیں۔ وہ ان سب افراد کو ختم کر دیں گے اور نہ اسلامی معاشرے کے قیام کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکے گا!
انسانیت اللہ کے دین کا رُخ نہیں موڑ سکتی!

جو نام نہاد مسلمان آج موجود ہیں اور جو درحقیقت اسلام سے متنفر ہیں اور اس کو عملی زندگی سے دُور رکھنا چاہتے ہیں ـــ یہ کوئی اسلام کے ٹھیکیدار نہیں ہیں کہ ان کی تباہی اسلام کی تباہی سمجھی جائے۔!

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ	اور اللہ تعالیٰ کی ملک ہیں۔ جو چیزیں کہ آسمانوں
مَا فِي الْاَرْضِ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا	میں ہیں اور جو زمین میں ہیں اور واقعی ہم نے
الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ	ان لوگوں کو بھی حکم دیا تھا جن کو تم سے پہلے
قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ	کتاب ملی تھی اور تم کو بھی کہ اللہ سے ڈرو اور
	اور اگر تم ناسپاسی
وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا	کرو گے۔ تو اللہ تعالیٰ کی ملک ہیں جو چیزیں کہ
فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي	آسمانوں اور زمین میں ہیں اور اللہ تعالیٰ کسی
الْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا وَلِلّٰهِ	کے حاجت مند نہیں خود اپنی ذات میں محمود ہیں۔

Marfat.com

یہ طریقہ کار تھا۔ جو مسلم خواتین کی آزادی کے لئے مشنری کانفرنسوں میں طے پایا! اور صلیبی مشنریوں نے اس مقصد کے لئے انتھک کوششیں کیں۔

ایک امریکی یہودی مورخ برجر اپنی کتاب "آج کی عربی دنیا" میں کہتا ہے۔ (قریب کے زمانے میں عالم عربی کے بارے میں شائع ہونے والی کتابوں میں یہ کتاب بڑی اہم ہے[1])

"تعلیم یافتہ مسلمان عورت مذہبی تعلیمات سے بہت دُور ہے اور معاشرے کو بے دین بنانے میں حد درجہ مفید ہے"!؟

جو مقصد اس یہودی مصنف نے بتایا ہے۔ اس کے لئے ظاہر ہے کہ مشنری بہت زیادہ کوشش کریں گے۔ کیونکہ اگر عورت مسلمان رہ جائے خواہ جاہل ہی کیوں نہ ہو۔ وہ بہرحال معاشرے کو بے دین بنانے کی مہم میں ایک بڑی رکاوٹ ثابت ہوگی۔ عورت ہی تو بچے کی پرورش کرتی ہے۔ اور مسلمان عورت تو خواہ جاہل کیوں نہ ہو۔ دوران تربیت بچوں میں اسلام کے ایسے بیج بو دیتی ہے کہ خواہ فساد اور بگاڑ کے عوامل کتنے ہی مؤثر کیوں نہ ہوں۔ اور لوگوں کی بربادی دین وایمان کے کتنے ہی منظم پروگرام کیوں نہ ہوں۔ مسلمانوں میں پھر بھی اسلام کا کوئی نہ کوئی شائبہ باقی رہ جاتا ہے اور خطرہ ہوتا ہے کہ کہیں پکا سچا مسلمان بن جائے اور اس خطرے کو راستے سے ہٹانا صلیبی سامراج اور یہودی سازش کے لیے ضروری ہے!!

اس لئے انہوں نے سوچا کہ مسلمان عورت کے دل سے اسلامی عقیدہ مٹنا چاہیئے! اور عورتوں کی ایک ایسی کھیپ تیار ہونی چاہیئے جو اسلام سے قطعاً ناواقف ہو! طریقہ اس کا بھی وہ ہی ہے جو پہلے مردوں پر آزمایا جا چکا ہے یعنی تعلیم!

غرض صلیبی سامراج اور صیہونی سازش نے ترکی، مصر، ہندوستان، انڈونیشیا اور افریقہ میں آزادیٔ نسواں کی تحریکیں شروع کر دیں اور سرکاری اور مشنری اسکولوں میں خواتین کی وہ نسل تیار ہوئی جو نہ صرف اسلام سے دُور تھی بلکہ متنفر بھی تھی!!

یہ بات بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ اسلام جس نے مرد وعورت پر یکساں حصول علم فرض قرار دیا ہے۔ اگر کسی وقت نافذ العمل ہو تو وہ خواتین کی تعلیم میں رکاوٹ نہیں بنے گا لیکن

---

[1] یہ کتاب ۱۹۶۲ء میں شائع ہوئی ہے۔

Marfat.com

وہ یہ بھی برداشت نہیں کر سکتا کہ مرد و زن کو ایسی تعلیم دی جائے جو اسلام ہی سے متنفر کر دے۔

صلیبی سامراج اور یہودی سازش کا تعلیم نسواں کا مدعا یہ نہیں تھا کہ خواتین تعلیم حاصل کریں اور مسلمان رہیں۔ بلکہ مدعا یہ تھا کہ خواتین تعلیم حاصل کریں اور اسلام سے آزاد ہو جائیں۔!

تعلیم نسواں کے مبارک قدم کے بعد دوسرا قدم یہ اٹھایا گیا کہ عالم اسلام میں کچھ اس قسم کا اجتماعی فکری اور اخلاقی حالات پیدا کئے گئے کہ عورت بے پردہ ہو جائے ۔ تاکہ بگاڑ مکمل ہو سکے!

غرض ایک بگڑی ہوئی نئی نسل تیار کی گئی۔ جن کے بگاڑ میں لکھنے والے، فن کار، افسانہ نویس صحافی، سینما اور ریڈیو والوں نے پورا پورا کردار ادا کیا ۔۔۔ ساتھ ہی زندگی کے مختلف مرحلوں پر اس بگاڑ کو مکمل کرنے کے لیے اختلاط کے مواقع مہیا کیے گئے ؛

عالم اسلام کی موجودہ نسل صلیبی سامراج اور یہودی سازش کا اصل سرمایہ ہے۔ کیونکہ یہی نسل اسلامی عقیدہ کے خاتمہ کے لئے فیصلہ کن وار کرنے والی ہے ۔۔۔ اور خاص طور پر موجودہ عالم اسلام کی "خاتون" جس کے بارے میں یہودی مصنف کہتا ہے ۔ کہ

"معاشرہ کو بے دین بنانے میں عورت زیادہ مؤثر کردار ادا کر سکتی ہے"۔

اور یہ بات صحیح بھی ہے۔ کیونکہ آج کی "تعلیم یافتہ حریت پسند خاتون" اپنے بچوں کے دل میں اسلام کے بیج نہیں بوئے گی۔ کیونکہ اس عقیدہ پر وہ خود ایمان نہیں رکھتی اور اسلام سے وہ متنفر ہے۔

اب صلیبی سامراج اور صیہونی سازشی دو صدیوں کی مسلسل جدوجہد سے چھٹکارا پا جائیں گے کیونکہ اب عورت تعلیم یافتہ اور حریت پسند ہونے کی بناء پر مسلمان بچے ہی نہیں پیدا کرے گی!

پھر بھی عورت پر گرفت مضبوط ہے اور اس کے دل میں اسلام دشمنی کے جذبات ابھارنے کا کام منظم طریقے پر جاری ہے!

اس مقصد کے لئے "حریت پسند خاتون" کو حصولِ حقوق کی الجھن میں مبتلا کر دیا گیا ہے اور یہ الجھن اس وقت تک دور نہیں ہو سکتی۔ جب تک اسلامی قوانین کا خاتمہ نہ کر دیا جائے۔ یا اس سے بھی خطرناک مہم کہ اسلام کے مفہوم و معنی کو بدل دیا جائے۔!

Marfat.com

مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا

(سورۃ النساء ۱۳۱ - ۱۳۳)

اور اللہ ہی کی ملک ہیں۔ جو چیزیں آسمانوں اور زمین میں ہیں اور اللہ تعالیٰ کافی کارساز ہیں۔ اگر ان کو منظور ہو۔ تو اے لوگو! تم سب کو فنا کر دیں اور دوسروں کو موجود کر دیں۔ اور اللہ تعالیٰ اس پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔

جی ہاں :

اللہ کی سنت کا تقاضا ہے کہ ایک نئی نسل اُبھرے گی جو اللہ کی طرف لوٹ آئے گی ؛

انسانیت کی اللہ کی طرف واپسی

جاہلیت جدیدہ - اور اس کے طاغوتوں کا گمان یہ ہے کہ اس نے اللہ کے دین کا خاتمہ کر دیا ہے !

درحقیقت جاہلیت جدیدہ اپنے اس گمان میں حق بجانب ہے ! کیونکہ جو شخص دنیا کے نقشے پر اچٹتی ہوئی سی نظر بھی ڈالتا ہے - اس کو یہ صاف طور پر نظر آجاتا ہے کہ ہر جگہ اور مقام پر جاہلیت کے پھریرے اڑ رہے ہیں اور اسلام کا جھنڈا ہر جگہ سرنگوں ہے -

لیکن — انسانیت اللہ کے دین پر حکمران نہیں ہے -

وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰى اَمْرِهٖ — اللہ اپنا کام کر کے رہتا ہے

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ — مگر اکثر لوگ نہیں جانتے ہیں - (سورہ یوسف ۲۱)

یہ کوئی پہلا موقع نہیں ہے کہ جاہلیت اسلام سے نبرد آزما ہوئی ہو - بلکہ اسلام کے بالمقابل جاہلیت کا موقف ہمیشہ ہی دشمنی اور عداوت کا رہا ہے -

بہرکیف انسانیت اللہ کے دین پر حاکم نہیں ہے — بلکہ اللہ ہی کا حکم نافذ ہے - اور اللہ تعالیٰ جاہلیت کے فریب اور دھوکوں کو نظر انداز کرتے ہوئے جس طرح اس کا جی چاہتا ہے حکم فرماتا ہے اور دین کی دعوت کو پھلنے پھولنے کے مواقع فراہم کرتا ہے -!

اللہ تعالیٰ جاہلیتوں کو تباہ و برباد کر دیتا ہے - یا — ان کو اسلام کی ہدایت دے دیتا ہے -

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ — ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا - اس نے
فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ — کہا اے برادران قوم - اللہ کی بندگی کرو - اس
مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ اِنِّيْٓ اَخَافُ — کے سوا تمہارا کوئی خدا نہیں ہے - میں تمہارے
عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ — حق میں ایک ہولناک دن کے عذاب سے ڈرتا
قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ — ہوں - اس کی قوم کے سرداروں نے جواب دیا
اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ — ہم کو تو یہ نظر آتا ہے کہ تم صریح گمراہی میں مبتلا
قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ — ہو نوحؑ نے کہا اے برادران قوم میں کسی

Marfat.com

وَلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ
اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ
وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ
اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ اَوَ
عَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ
مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ
لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَ
لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۔
فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ
مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَ
اَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا
اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ۔

گمراہی میں نہیں پڑا ہوں۔ بلکہ میں رب العالمین کا رسول ہوں۔ تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں۔ تمہارا خیر خواہ ہوں اور مجھے اللہ کی طرف سے وہ کچھ معلوم ہے۔ جو تمہیں معلوم نہیں ہے۔ کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہوا، کہ تمہارے پاس خود تمہاری اپنی قوم کے آدمی کے ذریعے سے تمہارے رب کی یاددہانی آئی تاکہ تمہیں خبردار کرے اور تم غلط روی سے بچ جاؤ اور تم پر رحم کیا جائے۔ مگر انہوں نے اسے جھٹلایا۔ آخر کار ہم نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو ایک کشتی میں نجات دی اور ان لوگوں کو ڈبو دیا جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا۔ یقیناً وہ اندھے لوگ تھے۔

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا
قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ
مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ اَفَلَا
تَتَّقُوْنَ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
مِنْ قَوْمِهٖ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ
سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ
الْكٰذِبِيْنَ قَالَ يٰقَوْمِ
لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ
مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ
رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ اَوَعَجِبْتُمْ
اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ

اور عاد کی طرف ہم نے ان کے بھائی ہود کو بھیجا۔ اس نے کہا اے برادران قوم اللہ کی بندگی کرو اس کے سوا تمہارا کوئی خدا نہیں ہے پھر کیا تم غلط روی سے پرہیز نہ کرو گے۔ اس کی قوم کے سرداروں نے جو اس کی بات ماننے سے انکار کر رہے تھے۔ جواب میں کہا ہم تو تمہیں بے عقلی میں مبتلا سمجھتے ہیں اور ہمیں گمان ہے کہ تم جھوٹے ہو۔ اس نے کہا اے برادران قوم میں بے عقلی میں مبتلا نہیں ہوں۔ بلکہ میں رب العالمین کا رسول ہوں تم کو اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور تمہارا ایسا خیر خواہ ہوں جس پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے

Marfat.com

مِّنكُمْ لِيُنذِرَكُمْ وَاذْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ
خُلَفَاءَ مِن بَعْدِ قَوْمِ نُوحٍ وَزَادَكُمْ
فِي الْخَلْقِ بَصْطَةً فَاذْكُرُوا آلَاءَ اللَّهِ
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ قَالُوا أَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ
اللَّهَ وَحْدَهُ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ
آبَاؤُنَا فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِن
كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۔

قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُم
مِّن رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَغَضَبٌ
أَتُجَادِلُونَنِي فِي أَسْمَاءٍ
سَمَّيْتُمُوهَا أَنتُمْ وَآبَاؤُكُم
مَّا نَزَّلَ اللَّهُ بِهَا مِن سُلْطَانٍ
فَانتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُم مِّنَ الْمُنتَظِرِينَ
فَأَنجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا
وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا
وَمَا كَانُوا مُؤْمِنِينَ ۔

کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہوا کہ تمہارے پاس خود تمہاری اپنی قوم کے ایک آدمی کے ذریعے سے تمہارے رب کی یاد دہانی آئی تاکہ تمہیں خبردار کرے بھول نہ جاؤ کہ تمہارے رب نے نوح کی قوم کے بعد تم کو اس کا جانشین بنایا اور تمہیں خوب تنومند کیا۔ پس اللہ کی قدرت کے کرشموں کو یاد رکھو۔ امید ہے کہ فلاح پاؤ گے۔ انہوں نے جواب دیا کیا تو ہمارے پاس اس لئے آیا ہے کہ ہم اکیلے اللہ ہی کی عبادت کریں اور انہیں چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے آئے ہیں۔ اچھا تو لے آ۔ وہ عذاب جس کی تو ہمیں دھمکی دیتا ہے اگر تو سچا ہے اس نے کہا تمہارے رب کی پھٹکار تم پر پڑ گئی اور اس کا غضب ٹوٹ پڑا کیا تم مجھ سے ان ناموں پر جھگڑتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں اور جن کے لئے اللہ نے کوئی سند نازل نہیں کی ہے۔ اچھا تو تم بھی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔ آخر کار ہم نے اپنی مہربانی سے ہود اور اس کے ساتھیوں کو بچا لیا اور ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی۔ جو ہماری آیات کو جھٹلا چکے تھے اور ایمان لانے والے نہ تھے۔

وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا
قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم
مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ قَدْ جَاءَتْكُم
بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ هَٰذِهِ نَاقَةُ
اللَّهِ لَكُمْ آيَةً فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِي
أَرْضِ اللَّهِ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ

اور ثمود کی طرف ہم نے ان کے بھائی صالح کو بھیجا اس نے کہا اے برادران قوم! اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی خدا نہیں ہے۔ تمہارے پاس تمہارے رب کی کھلی دلیل آگئی ہے۔ یہ اللہ کی اونٹنی تمہارے لیئے ایک نشانی کے طور پر ہے۔ لہٰذا اسے چھوڑ دو کہ خدا کی زمین میں چرتی پھرے

Marfat.com

فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ
وَّاذْكُرُوْا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ
مِنْ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِي
الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا
قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا
فَاذْكُرُوْا اٰلَاءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا
فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ قَالَ الْمَلَاُ
الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ
لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ
اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ
اَنَّ صَالِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ
قَالُوْا اِنَّا بِمَا اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ
قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا اِنَّا بِالَّذِيْٓ
اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ فَعَقَرُوا
النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ
وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ

اس کو کسی بُرے ارادے سے ہاتھ نہ لگانا۔ ورنہ ایک
دردناک عذاب تمہیں آلے گا۔ یاد کرو وہ وقت
جب اللہ نے قوم عاد کے بعد تمہیں ان کا جانشین
بنایا اور تم کو زمین میں یہ منزلت بخشی کہ آج تم اس
کے ہموار میدانوں میں عالی شان محل بناتے اور
اس کے پہاڑوں کو مکانات کی شکل میں تراشتے
ہو۔ پس اس کی قدرت کے کرشموں سے غافل نہ
ہو جاؤ اور زمین میں فساد برپا نہ کرو۔ اس کی
قوم کے سرداروں نے جو بڑے بنے ہوئے تھے
کمزور طبقہ کے ان لوگوں سے جو ایمان لے
آئے تھے کہا کیا تم واقعی یہ جانتے ہو کہ صالح اپنے
رب کا پیغمبر ہے۔ انہوں نے جواب دیا۔ بیشک
جس پیغام کے ساتھ وہ بھیجا گیا ہے۔ اسے ہم
مانتے ہیں۔ ان بڑائی کے مدعیوں نے کہا جس
چیز کو تم نے مانا ہے ہم اس کے منکر ہیں۔ پھر
انہوں نے اس اونٹنی کو مار ڈالا اور پورے تمرد
کے ساتھ اپنے رب کے حکم کی خلاف ورزی کر گزرے اور صالح سے کہہ دیا کہ لے آؤ وہ عذاب

مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ
فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ
فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ
لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ
وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ
النّٰصِحِيْنَ۔
وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ
اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ

جس کی تو ہمیں دھمکی دیتا ہے۔ اگر تو واقعی پیغمبروں
میں سے ہے۔ آخر کار ایک دہلا دینے والی آفت نے
انہیں آلیا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے کے
پڑے رہ گئے اور صالح یہ کہتا ہوا ان کی بستیوں سے
نکل گیا کہ اے میری قوم میں نے اپنے رب کا پیغام
تجھے پہنچا دیا اور میں نے تیری بہت خیر خواہی کی
مگر میں کیا کروں کہ تجھے اپنے خیر خواہ پسند ہی نہیں
اور لوط کو ہم نے پیغمبر بنا کر بھیجا۔ یہ یاد کرو جب

Marfat.com

بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعَالَمِيْنَ
اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً
مِّنْ دُوْنِ النِّسَاءِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ
مُّسْرِفُوْنَ وَ مَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖ
اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ
مِّنْ قَرْيَتِكُمْ اِنَّهُمْ
اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ فَاَنْجَيْنٰهُ
وَ اَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ
كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ وَ
اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا
فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ
عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ۔

وَ اِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا
قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ
مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ قَدْ جَآءَتْكُمْ
بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ
وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ
وَلَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ
بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ
اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ وَ لَا
تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ
وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَ تَبْغُوْنَهَا
عِوَجًا وَّ اذْكُرُوْٓا اِذْ كُنْتُمْ

اس نے اپنی قوم سے کہا۔ کیا تم ایسے بے حیا ہو گئے
ہو کہ وہ فحش کام کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا میں کسی
نے نہیں کیا۔ تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے
اپنی خواہش پوری کرتے ہو حقیقت یہ ہے کہ تم
بالکل ہی حد سے گذر جانے والے لوگ ہو۔ مگر اس
کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ نکالو ان لوگوں
کو اپنی بستیوں سے بڑے پاکباز بنتے ہیں، یہ آخر کار
ہم نے لوط اور اس کے گھر والوں کو — بجز اس کی
بیوی کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں تھی — بچا کر
نکال دیا اور اس قوم پر برسائی ایک بارش پھر دیکھو
کہ ان مجرموں کا کیا انجام ہوا۔ اور مدین والوں کی
طرف ہم نے ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔ اس نے کہا
اے برادران قوم! اللہ کی بندگی کرو۔ اس کے سوا
تمہارا کوئی خدا نہیں ہے تمہارے پاس تمہارے رب
کی صاف رہنمائی آگئی ہے۔ لہٰذا وزن اور پیمانے پورے
کرو۔ لوگوں کو ان کی چیزوں میں گھاٹا نہ دو اور زمین
میں فساد برپا نہ کرو جب کہ اس کی اصلاح ہو چکی
ہے۔ اسی میں تمہاری بھلائی ہے۔ اگر تم واقعی مومن
ہو اور زندگی کے ہر راستے پر رہزن بن کر نہ بیٹھ
جاؤ کہ لوگوں کو خوف زدہ کرنے اور ایمان لانے
والوں کو خدا کے راستے سے روکنے لگو اور سیدھی
راہ کو ٹیڑھا کرنے کے درپے ہو جاؤ۔ یاد کرو وہ
زمانہ جب کہ تم تھوڑے تھے۔ پھر اللہ نے تمہیں
بہت کر دیا اور آنکھیں کھول کر دیکھو کہ دنیا میں

قَلِيلًا فَكَثَّرَكُمْ وَانْظُرُوا
كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
الْمُفْسِدِينَ وَإِنْ كَانَ طَائِفَةٌ
مِنْكُمْ آمَنُوا بِالَّذِي أُرْسِلْتُ
بِهِ وَطَائِفَةٌ لَمْ يُؤْمِنُوا فَاصْبِرُوا
حَتَّى يَحْكُمَ اللَّهُ بَيْنَنَا وَهُوَ
خَيْرُ الْحَاكِمِينَ - قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ
اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لَنُخْرِجَنَّكَ
يَا شُعَيْبُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَكَ
مِنْ قَرْيَتِنَا أَوْ لَتَعُودُنَّ فِي
مِلَّتِنَا قَالَ أَوَلَوْ كُنَّا كَارِهِينَ
قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللَّهِ كَذِبًا
إِنْ عُدْنَا فِي مِلَّتِكُمْ بَعْدَ إِذْ
نَجَّانَا اللَّهُ مِنْهَا وَمَا يَكُونُ لَنَا أَنْ
نَعُودَ فِيهَا إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبُّنَا
وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا عَلَى اللَّهِ
تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ
قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ
وَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ
قَوْمِهِ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا إِنَّكُمْ
إِذًا لَخَاسِرُونَ فَأَخَذَتْهُمُ
الرَّجْفَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دِيَارِهِمْ
جَاثِمِينَ الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا
كَانُوا هُمُ الْخَاسِرِينَ - فَتَوَلَّى

مفسدوں کا کیا انجام ہوا ہے۔ اگر تم میں سے
ایک گروہ اس تعلیم پر جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں
ایمان لاتے ہیں اور دوسرا ایمان نہیں لاتا تو صبر کے
ساتھ دیکھتے رہو یہاں تک کہ اللہ ہمارے
درمیان فیصلہ کر دے اور وہی سب سے بہتر فیصلہ
کرنے والا ہے۔ اس کی قوم کے سرداروں نے جو
اپنی بڑائی کے گھمنڈ میں مبتلا تھے۔ اس سے کہا اے
شعیب ہم تجھے اور ان لوگوں کو جو تیرے ساتھ
ایمان لائے ہیں۔ اپنی بستی سے نکال دیں گے
ورنہ تم لوگوں کو ہماری ملت میں واپس آنا ہوگا
شعیب نے جواب دیا کیا ہمیں زبردستی پھیر لیا
جائے گا خواہ ہم راضی نہ ہوں۔ ہم اللہ پر جھوٹ
گھڑنے والے ہوں گے۔ اگر تمہاری ملت میں
پلٹ آئیں۔ جب اللہ ہمیں اس سے نجات دے
چکا ہے۔ ہمارے لئے تو اس کی طرف پلٹنا اب
کسی طرح ممکن نہیں۔ الا یہ کہ خدا ہمارا رب ہی
ایسا چاہے۔ ہمارے رب کا علم ہر چیز پر
حاوی ہے۔ اسی پر ہم نے اعتماد کر لیا اے
رب! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان
ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دے اور تو بہترین
کرنے والا
ہے اس کی قوم کے سرداروں نے جو اس کی
بات ماننے سے انکار کر چکے تھے۔ آپس میں
کہا اگر تم نے شعیب کی پیروی قبول کر لی تو

Marfat.com

عَنْهُمْ وَ قَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ
اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ
لَكُمْ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ
كَافِرِيْنَ۔

وَمَا اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ
مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا
بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ
يَضَّرَّعُوْنَ
ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ
السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى
عَفَوْا وَّ قَالُوْا قَدْ

مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ
وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ
بَغْتَةً وَّ
هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ۔

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا
وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ
بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ
وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ
بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔

اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ

برباد ہو جاؤ گے۔ مگر ہوا یہ کہ ایک دہلا دینے
والی آفت نے ان کو آلیا اور وہ اپنے گھروں
میں اوندھے پڑے کے پڑے رہ گئے۔ جن
لوگوں نے شعیب کو جھٹلایا۔ وہ ایسے مٹے
کہ گویا کبھی ان گھروں میں بسے ہی نہ تھے اور
شعیب یہ کہہ کر ان کی بستیوں سے نکل گئے کہ اے
برادرانِ قوم میں نے اپنے رب کے پیغامات تمہیں
پہنچا دیئے اور تمہاری خیر خواہی کا حق ادا کر دیا
اب میں اس قوم پر کیوں افسوس کروں جو قبول حق
سے انکار کرتی ہے۔

اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ہم نے کسی بستی میں
نبی بھیجا ہو اور اس بستی کے لوگوں کو پہلے تنگی
اور سختی میں مبتلا نہ کیا ہو۔ اس خیال سے شاید کہ
وہ عاجزی پر اتر آئیں۔ پھر ہم نے ان کی بدحالی
کو خوش حالی میں بدل دیا۔ یہاں تک کہ وہ خوب پھلے
پھولے اور کہنے لگے کہ ہمارے اسلاف پر بھی
اچھے اور برے دن آتے ہی رہے ہیں۔ آخر کار
ہم نے انہیں اچانک پکڑ لیا۔ اور انہیں خبر تک نہ ہوئی۔
اگر بستیوں کے لوگ ایمان لاتے اور تقویٰ کی روش
اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان و زمین سے برکتوں کے
دروازے کھول دیتے۔ مگر انہوں نے تو جھٹلایا۔
لہٰذا ہم نے اس بری کمائی کے حساب میں انہیں
پکڑ لیا۔ جو وہ سمیٹ رہے تھے۔

پھر کیا بستیوں کے لوگ اب اس سے بے خوف

Marfat.com

يَاتِيَهُمْ بَاسُنَا بَيَاتًا وَ هُمْ نَائِمُوْنَ اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰى اَنْ يَّاتِيَهُمْ بَاسُنَا ضُحًى وَّ هُمْ يَلْعَبُوْنَ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُوْنَ۔

(سورۃ الاعراف ۹۹۔۵۹)

ہو گئے ہیں کہ ہماری گرفت کبھی اچانک ان پر رات کے وقت نہ آجائے گی۔ جب کہ وہ سوتے پڑے ہوں یا انہیں اطمینان ہو گیا ہے کہ ہمارا مضبوط ہاتھ کبھی یکایک ان پر دن کے وقت نہ پڑے گا۔ جب کہ وہ کھیل رہے ہوں۔ کیا یہ لوگ اللہ کی چال سے بے خوف ہیں۔ حالانکہ اللہ کی چال سے وہی قوم بے خوف ہوتی ہے۔ جو تباہ ہونے والی ہو۔

اللہ کا انسانیت سے ہمیشہ یہی معاملہ رہا ہے:

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ

کافروں کے بارے میں یہ نہ سمجھو کہ وہ زمین میں بھاگ کر ہم کو ہرا دیں گے۔ (سورہ نور ۵۷) اللہ اپنا کام کر کے رہتا ہے۔ مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔ (سورہ یوسف ۔ ۲۱)

جاہلیت خواہ کتنی ہی سرکش کیوں نہ ہو۔ اللہ کو عاجز نہیں بنا سکتی۔ بلکہ اللہ کی سنت زمین میں نافذ ہو کر رہتی ہے اور اللہ کی سنت یہ ہے کہ پہلے وہ لوگوں کو سختی اور مصائب میں ڈال کر آزماتا ہے شاید کہ وہ اللہ سے ڈر کر اس کی طرف آجائیں۔ اگر لوگ نہیں ڈرتے تو اللہ تعالیٰ برائی کو اچھائی سے بدل دیتے ہیں اور لوگوں کو بے پناہ نعمتیں عطا فرماتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کو بھول جاتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں کہ ہمارے آباؤ اجداد بھی تنگی اور آسائش دونوں حالتوں میں رہے ہیں ہم بھی انہیں کی طرح کبھی تنگی میں ہوتے ہیں اور کبھی آسائش میں! جب لوگوں کی یہ کیفیت ہو جاتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ انہیں اچانک آلیتا ہے۔ اور انہیں معلوم بھی نہیں ہوتا!

ہم آج محسوس کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ انسانیت میں تبدیلی کا ہو چکا ہے — یا تو جاہلیت کے مارے ہوئے کافروں کی تباہی — یا — پھر ان کو ہدایت دی جانے والی ہے یا انسانیت میں سے کوئی نوخیز نسل دین الٰہی کو لے کر اٹھنے والی ہے۔

وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ — اللہ اپنا کام کر کے رہتا ہے۔ مگر اکثر لوگ جانتے
وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ — نہیں ہیں (سورۂ یوسف ۲۱)

اب پھر اگر ہم دنیا کے نقشے پر نظر ڈالیں۔ تو اب دنیا اس طرح جاہلیت میں ڈوبی ہوئی معلوم نہیں ہوتی۔ جیسا کہ پہلی نظر میں معلوم ہوتی تھی اب کچھ دُور نور کی کرنیں پھوٹتی ہوئی محسوس ہو رہی ہیں۔

اور — اسی نور کی روشنی میں میں یہ کتاب لکھ رہا ہوں! کہ دورِ جاہلیت کے افق پر ایک نور کی کرن پھوٹ رہی ہے!

کسی بھی شخص کو اللہ نے غیب کا علم نہیں دیا ہے۔ لیکن ہم اللہ کی ناقابل تبدیل سنت معلوم کر سکتے ہیں — اور اللہ کی سنت اب پکار پکار کر کہہ رہی ہے۔

اللہ کی طرف ہدایت — یا — تباہی! و ہلاکت!

کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی مصلحت نہیں کہ پوری انسانیت ہی تباہ ہو جائے۔ اس لئے اللہ کی طرف ہدایت یقینی ہے۔

ہمیں امید ہے کہ انسانیت اللہ کی ہدایت کو اپنا لے گی۔ اور اس خوش آئند مستقبل کی بشارتیں جاہلیت کی تاریکی میں چمکتی ہوئی صاف نظر آ رہی ہیں۔!

آج جاہلیت کے زیرِ سایہ انسانیت ایک بھیانک بدقسمتی اور بدبختی سے دوچار ہے۔

لوگ عذاب الیم میں مبتلا ہیں!

قلق و بے چینی لوگوں کے اعصاب کو معطل کیئے دے رہی ہے۔

سیاست، اقتصاد، اجتماع۔ اخلاق اور جنسی تعلقات کا بھیانک بگاڑ انسانیت پر مظالم ڈھا رہا ہے۔!

یہ سب علامات ہیں اس بات کی کہ انسانیت اللہ کی طرف لوٹنے والی ہے۔

انسانیت کی یہ بدبختی اس کی قوتِ برداشت سے زیادہ — اور یہ عذاب الیم انسانیت کو کچلنے والا ہے —

جاہلیت چونکہ اللہ کی دشمن ہے۔ اس لئے وہ شقاوتوں اور بدبختیوں کو برداشت کر رہی ہے — یا — اس لئے برداشت کر رہی ہے کہ اس کے منافع کی تکمیل اسی راستے سے ہو سکتی ہے!

کچھ بھی ہو — ہلاکت و تدمیر انسانیت کی گہرائیوں تک اتر چکی ہے اور انسانیت تباہی کے غار

Marfat.com

میں گرنے والی ہے۔

اللہ کی دشمن موجودہ انسانیت تباہ ہو جائے گی۔ اور آئندہ نسل اللہ کے دین کو لے کر اُٹھے گی اور اس کو عملاً نافذ کرے گی۔! موجودہ نسل کے انکار کی وجہ سائنس اور علم ہے!

شیطانوں نے لوگوں کے دل میں یہ بات ڈال دی ہے کہ سائنس اور علم ایمان باللہ کے منافی ہے اور علم نے قرونِ وسطیٰ کے "خدا" وغیرہ کی خرافات کا قصہ پاک کر دیا ہے!

گویا ترقی علم بھی شیطانوں کے ہاتھ میں ایک زبردست ہتھیار ہو گئی کہ جوں جوں علم ترقی کرتا جاتا ہے۔ لوگ اللہ سے دُور ہوتے جاتے ہیں۔ لیکن سائنس دان جو پہلے لوگوں کو کفر کی طرف لے گئے تھے اب خود اللہ کی طرف آ رہے ہیں

یہاں ہم سائنس دانوں کے کچھ بیانات نقل کریں گے۔ جو ہم پہلے بھی کر چکے ہیں!

ماہر طبیعیات و ریاضیات سر جیمز جینز کہتے ہیں۔

"قدیم سائنس ہمیں یہ بتلاتی ہے کہ طبیعت صرف ایک راستے پر گامزن ہے۔ جو اس کے لیے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے متعین کر دیا گیا ہے۔ علت و معلول کا ایک لامتناہی سلسلہ جاری ہے۔ اگر "ا" وقوع پذیر ہوتا ہے۔ تو "ب" ضرور رونما ہوتی ہے۔

لیکن جدید سائنس کہتی ہے کہ "ا" کے بعد "ب" بھی آ سکتی ہے اور "ج" اور "د" بھی! زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ "ب" کے وقوع پذیر ہو جانے کے امکانات "ج" سے زیادہ ہیں اور "ج" کے رونما ہونے کے امکان "د" سے زیادہ ہیں۔ بلکہ "ب" "ج" اور "د" کے وقوع پذیر ہونے کے امکانات کی تجدید بھی کی جا سکتی ہے۔ لیکن یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا کیونکہ جدید سائنس صرف احتمالات کے بارے میں گفتگو کرتی ہے اور جو کچھ لازمی طور پر وقوع پذیر ہونا چاہیے اسے اقدار پر چھوڑ دیتی ہے۔"

جامعہ فرینکفرٹ کے نباتیات و حیاتیات کے استاد ارنسٹ چارلس رسل کہتے ہیں

"اس بارے میں کہ جمادات سے زندگی کس طرح ظہور پذیر ہوئی۔ کئی نظریات پیش کیے گئے ہیں۔ بعض محققین کا خیال ہے کہ حیات پروٹوبین سے پیدا ہوئی ہے یا ذوس سے پیدا ہوئی ہے۔ یا پروٹین کے بعض بڑے بڑے اجزاء کے آپس میں مل جانے سے پیدا ہوئی۔ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ان نظریات نے جمادات سے زندگی کی تشکیل کا درمیانی

Marfat.com

خلا پُر کر دیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ جمادات سے زندگی کے صدور کے بارے میں تمام نظریات غلط ہیں۔ کوئی بھی شخص جو اللہ کے وجود کا منکر ہو۔ اس قول کی کوئی دلیل نہیں رکھتا کہ اتفاقیہ چند اجزا کے آپس میں مل جانے کی بناء پر زندگی وجود پذیر ہوئی ہو اور پھر اس نے وہ شکل اختیار کر لی، جو ہم زندہ خلیوں میں دیکھتے ہیں۔ ہر شخص کو کھلی آزادی ہے کہ وہ زندگی کے وجود پذیر ہونے کی اس توجیہہ کو درست مان لے۔ لیکن اس توجیہہ پر ایمان لانے کے بعد انسان اس سے کہیں زیادہ الجھنوں میں مبتلا ہو جائے گا، جتنا کہ وہ اللہ پر اعتقاد رکھ کر ہو سکتا ہے۔ جس نے اشیاء کو اپنے حسن تدبیر سے پیدا کیا ہے۔"

"میں سمجھتا ہوں کہ ہر زندہ خلیہ میں اس قدر پیچیدگیاں ہیں کہ اس کا سمجھنا بہت مشکل ہے زمین پر موجود کروڑہا خلیئے اللہ کے وجود کی گواہی دے رہے ہیں۔ اسی لئے میں تو اللہ پر نہایت پکا سچا ایمان رکھتا ہوں۔"

ولیم ابر فنج کہتے ہیں۔ (جامعہ ایوی سے ڈاکٹر۔ ماہر نباتیات۔ مشگین یونیورسٹی میں طبیعیات کے پروفیسر)

"علوم سائنس ہمیں یہ بتانے سے قاصر ہیں کہ یہ لامتناہی اور غیر معمولی چھوٹے چھوٹے نقطے کس طرح پیدا ہوئے اور کس طرح یہ زندگی کی تشکیل کے لیے آپس میں مل جاتے ہیں۔ میں نے حیاتیات کے مطالعہ میں کافی وقت گذارا ہے اور حیاتیات، زندگی کے مطالعہ کے لیئے بہت بڑی جولان گاہ ہے اور اللہ کی مخلوقات کا مطالعہ انتہائی دلچسپ ہے۔ ذرا سڑک کے کنارے اُگے ہُوئے برسیم ہی کو دیکھ لیجئے۔ انسان کے بنائے ہُوئے تمام آلات اور مشینیں بھی اس حقیر سے پودے کے برابر نہیں ہو سکتیں۔ یہ ایک زندہ مشین ہے جو شب و روز مصروفِ عمل ہے اور ہزاروں کیمیائی اور طبعی حالات سے گذر رہی ہے — اور یہ تمام عمل پروٹوپلازم کے ماتحت ہو رہا ہے۔ وہ مادہ جو تمام کائنات کی ترکیب میں شامل ہے۔

یہ زندہ اور پیچیدہ مشین آخر کس طرح پیدا ہو گئی؟ ظاہر ہے کہ اللہ نے پیدا کیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے صرف اس پودے کو پیدا ہی نہیں کیا۔ بلکہ اسے زندگی بھی بخشی اور اسے

Marfat.com

اپنے وجود کی حفاظت کا سلیقہ دیا کہ وہ اپنے تمام خواص اور ممیزات کے ساتھ ہر آنے والے زمانے میں اپنے وجود کو برقرار رکھے اور اپنے آپ کو دوسرے نباتات سے ممتاز رکھ سکے ——

زندگی کی کثرت کا مطالعہ زیادہ دلچسپ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت پر زیادہ دلالت کرنے والا ہے"۔

یہاں ہم نے بطورِ مثال چند اقتباسات نقل کر دیئے ہیں اور یہ سارے اقتباسات صرف ایک کتاب سے لئے گئے ہیں۔ جو اللہ پر ایمان و یقین سے پُر ہے۔ اگرچہ ان میں سے اکثر تصورات پر جاہلیت کی پرچھائیں صاف معلوم ہوتی ہے[1]

غرض یہ ہیں سائنس دانوں کی شہادات — یہ ہی سائنس دان پہلے انسانیت کو کفر کی طرف لے گئے مگر اب خود اللہ کے وجود کے قائل ہو رہے ہیں۔

موجودہ دور کے مختلف نظامہائے زندگی کی تباہی بھی انسانیت کو اللہ کی طرف لے جانے والی ہے!

سرمایہ داری نظام دنیا کے اکثر حصے میں پامال ہو چکا ہے اگرچہ امریکہ میں ابھی تک موجود ہے لیکن وہاں بھی دم توڑ رہا ہے —— سرمایہ داری کے زوال کا سبب تاریخ کی مادی اور اقتصادی جبریت نہیں بلکہ اللہ کی سنت ہے —— اور اللہ کی سنت یہ ہے کہ اس نظام کی برائیاں اپنی انتہا کو پہنچ چکی ہیں۔ اس لئے اب اسے ختم ہو جانا چاہیئے۔ رہ گئی اشتراکیت جو جاہلیت کی نئی پیداوار ہے وہ بھی زوال پذیر ہونا شروع ہو گئی!

مارچ ۱۹۶۴ء میں خروشچیف نے کہا تھا کہ اُجرتوں میں مطلق مساوات کو ختم کرنا پڑے گا۔ پیداوار کی زیادتی کے لیے انفرادی دلچسپی پیدا کرنا ضروری ہے اور اجتماعی کاشت کا طریقہ بہت کم پیداوار کا حامل ہے[1]! خروشچیف کے قول کا مفہوم بالکل واضح ہے۔ یہ مارکسیت و لینینیت سے انکار ہے۔ یہ اشتراکیت سے کسی دوسرے نظام کی طرف انحراف ہے۔

سرمایہ داری اور اشتراکیت یہی دو نظام جاہلیت جدیدہ میں نافذ العمل ہیں۔ اگر یہ بطور فکر اور بطور نظام فیل ہو گئے —— خواہ ان کی سیاسی طاقت کتنی ہی عظیم کیوں نہ ہو تو کسی نئے نظام کو اس خلا کو پُر کرنا چاہیئے —— سیاسی قوت کو مدنظر نہیں رکھا جا سکتا۔ بلکہ اس "فکر" کو دیکھا جاتا ہے۔ جو سیاسی قوت پر حاکم اور کارزارِ حیات میں اسے کامیابی سے ہمکنار کرتی ہے۔

---

[1] بعد میں آنے والے انقلاب سے بھی خروشچیف کی سیاست میں کوئی تبدیلی نہیں آئی

Marfat.com

ان دونوں نظام کے خاتمہ کے بعد نیا نظام اسلام ہی ہو سکتا ہے۔

کیونکہ اب دنیا میں کوئی نظام ایسا باقی نہیں ہے جس کا انسانیت تجربہ کرے ۔ اور جو سرمایہ داری اور اشتراکیت کی طرح انتہا پسند ہونے کے بجائے معتدل ہو ۔ یہ اعتدال کی راہ صرف اسلام ہے ۔ اور اس کے ماننے والے مسلمان ہیں۔

هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ۔ (سورۃ الحج ۔ ۷۸)

اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے پہلے بھی اور اس میں بھی تاکہ تمہارے رسول گواہ ہوں اور تم لوگوں کے مقابلہ میں گواہ ہو۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (سورہ البقرہ ۱۴۳)

اور ہم نے تم کو ایک ایسی جماعت بنا دیا ہے جو نہایت اعتدال پر ہے۔ تاکہ مخالف لوگوں کے مقابلہ میں گواہ ہو اور تمہارے لئے رسول گواہ ہوں۔

یہ بشارتیں اور دلائل ہیں۔ اس بات کے کہ انسانیت اللہ کی طرف رجوع کرنے والی ہے۔!

مندرجہ بالا نشانیوں کے علاوہ انسانیت کی اللہ کی طرف واپسی پر ایک تاریخی دلیل بھی ہے۔

امریکہ جو جاہلیت جدیدہ کا مرکز ہے۔ جس نے ایشیا اور افریقہ میں اسلام کو ختم کرنے کی بے پناہ کوششیں کی ہیں اور اسلام کے خاتمہ کے لیے اپنے تمام تر وسائل کام میں لایا ہے ۔ اور صلیبی مکر اور یہودی سازش بھی اسلام کے خاتمہ کے لئے متحد ہو گئے ۔ اسی امریکہ ۔ اور جاہلیت کے گڑھ میں ایک زندہ و متحرک اسلامی تحریک بیدار ہو رہی ہے۔ جو اسلامی نظام کے قیام کی خواہاں ہے یہ جاہلیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا تمسخر ہے اور جاہلیت کا استہزا ہے کہ صلیبی فریب اور یہودی سازش نے عالم اسلام میں اسلام کے خلاف جنگ برپا رکھی ۔ اور ہر تحریک اسلامی کو کچل ڈالا اور یہ سمجھنے لگے کہ ہم نے اسلام کو اس کے تقلیدی وطن میں کچل ڈالا ہے۔ اور اب اسلام میں دم نہیں رہا کہ وہ کسی وقت جاہلیت کے مقابلہ پر آسکے ۔ تو جاہلیت کے متوالے فرحاں و شاداں اپنی کرسیوں پر بیٹھ گئے اور اپنی کامیابیوں پر خوشی سے ہاتھ ملنے لگے۔

لیکن اچانک خود ان کے گھر میں ایسی مصیبت آئی کہ ان کے سمجھ میں نہیں آتا کہ اس سے

Marfat.com

کس طرح چھٹکارہ پائیں۔

مسلمانوں کو ہر قسم کی تکلیفیں قید و بند کی صعوبتیں دی گئیں اور مسلمانوں کو اس ماحول میں جکڑنے کی پوری پوری کوششیں کیں جو انہوں نے مسلم ممالک پیدا کئے تھے۔ لیکن اب خود ان کے ملک میں اسلام کی آواز سنائی دی جا رہی ہے۔ یہ ہے اللہ کا مذاق جاہلیت کے ساتھ! —

وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ۔ (آل عمران ۵۴)

اور ان لوگوں نے خفیہ تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ نے خفیہ تدبیر فرمائی۔ اور اللہ سب تدبیریں کرنے والوں سے اچھے ہیں۔

اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُوْنَ۔ (الاعراف - ۹۹)

کیا یہ لوگ اللہ کی چال سے بے خوف ہیں حالانکہ اللہ کی چال سے وہی قوم بے خوف ہوتی ہے جو تباہ ہونے والی ہو۔

مندرجہ بالا بیان سے آپ یہ بھی محسوس کر سکتے ہیں کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔!

جاہلیت کے متوالے اس خیال میں ہیں کہ انہوں نے اللہ کے دین کو زمین سے ختم کر دیا ہے۔ اور انہوں نے دین کا تصور بھی ناممکن بنا دیا ہے لیکن انسان اللہ کے دین پر حکمران جو لوگ جاہلیت کے گڑھ میں زندگی گذار رہے ہوں اور جاہلیت کے تمام زہر پی چکے ہوں وہ اچانک مسلمان ہو جائیں۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کے انسانیت کو ہدایت پر لانے کی ایک مثال ہے۔

مستقبل کا انسان یقیناً اللہ کی طرف رجوع کرنے والا ہے۔

اور یہ امر اللہ کے لیے بالکل آسان ہے کہ وہ اپنے بندوں کو اپنے راستے کی طرف ہدایت عطا فرمائے۔ جیسا کہ ہم اخبار و رسائل میں اس قسم کی خبریں دیکھ رہے ہیں کہ لوگ اللہ کی بتائی ہوئی صراط مستقیم کی طرف آ رہے ہیں۔

جاہلیت کے ہر قسم کے مکر کے باوجود یہ کام اللہ پر بالکل آسان ہے۔

جاہلیت کے مکر و فریب اللہ کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے!

وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۔

اللہ اپنا کام کر کے رہتا ہے مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔

عالم اسلام میں لے دے کر نام نہاد مسلمان اللہ کے سامنے اپنے گناہوں کا پشتاوہ لادے ہوئے پیش ہوں گے۔!

Marfat.com

دین کے بارے میں تہاون۔ صالح معاشرے کے قیام کے لئے عملی جدوجہد نہ کرنا۔ جاہلیت کی اتباع کرنا۔ زندگی کا جاہلی مفہوم اختیار کرنا اور دین کے بارے میں جاہلیت کے پہنائے ہوئے معانی کو اختیار کرنا امت مسلمہ کے ایسے عظیم گناہ ہیں کہ وہ اللہ کے عذاب سے کسی صورت نہیں بچ سکتے!

مستقبل میں مسلمانوں کے اس گناہوں کے پشتارہ کا بوجھ اور بھی بڑھ جائے گا۔ جب انسانیت تو اللہ کے راستے کو اپنا رہی ہوگی اور عالم اسلام کا نام نہاد مسلمان۔ اسی طرح ذلت وجہالت کا شکار ہوگا! جی ہاں! اسلام برپا ہوگا اور مسلمان اسی طرح ذلت ومسکنت جہالت اور کمزوری کا شکار ہوں

اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ اَیُّهَا	اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو تمہیں مٹا کر تمہاری جگہ
النَّاسُ وَیَاْتِ بِاٰخَرِیْنَ	ایک نئی قوم لے آئے اور اللہ تعالیٰ اس پر
وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰی ذٰلِكَ قَدِیْرًا	قادر ہے۔ (النسآ۔ ۱۳۳)

یہ نام نہاد مسلمان مستقبل میں عار وشرمندگی کا شکار ہوں گے۔ جب یہ دیکھیں گے کہ دوسری اقوام اللہ کے دین کو قائم کرنے اٹھ رہی ہیں اور یہ بدستور ذلت ومسکنت کا شکار ہیں!

اب خواہ یہ مسلمان جماعت خواب غفلت سے بیدار ہو یا یہ غفلت موت کی غفلت سے خواہ دین کے مقابل قوتیں۔ دین کا مقابلہ چھوڑ دیں یا مقابلہ زیادہ سخت اور کٹھن ہو جائے!

انسان اللہ کی طرف لوٹ کر رہے گا! مستقبل کا انسان پکا سچا مومن ہوگا!

جتنا آج کفر پھیلا ہوا ہے۔ جس قدر عذاب الیم میں آج کی انسانیت مبتلا ہے۔ اور — جس قدر طاغوتی تاریکیاں ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے ہیں — اسی قدر مستقبل اللہ کے نور سے روشن ہو جائے گا! اور اس نور کی کرنیں، جاہلیت کی تاریکیوں میں سے پھوٹنی شروع ہو چکی ہیں! یقیناً کل اللہ کا دین روشن ہونے والا ہے۔

خواہ ہم اپنی مختصر سی عمر میں اللہ کے دین کو پھیلتا ہوا اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ یا ہمارے بعد آنے والی نسل اللہ کے نور کی ٹھنڈک میں آجائے — یہ یقینی ہے — کہ —

انسانیت اللہ کی طرف لوٹنے والی ہے۔

اور — پھر انسانیت کا اللہ پر ایمان بہت پختہ اور مکمل ہوگا!

وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ	اللہ تعالیٰ اپنے نور کو کمال تک پہنچا کر رہے گا
كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۔ (الصف۔ ۸)	اگرچہ کافر لوگ کیسے ہی ناخوش ہوں۔

Marfat.com

DATA ENTERED

جدید جاہلیت

اَلجَاهِلِيَّةُ فِي القَرنِ العَشرِين

محمد قطب

ترجمہ
ساجد الرحمٰن صدیقی

اسلامک بک پبلشرز: پوسٹ بکس ۲۰۲۱۰ کویت

UNIVERSAL BOOKS
92, Zulqarnain Chambers
Road Lahore

Marfat.com